دُرِّ دریائے نجف

شاعر اہلبیت علامہ نجم آفندی
کے قصیدوں اور منقبتوں کا مجموعہ

تحقیق و تدوین
ڈاکٹر سید تقی عابدی

دُرِ دریائے نجف

شاعرِ اہلبیتؑ

(علاّمہ نجم آفندی کے قصیدوں اور منقبتوں کا مجموعہ)

تحقیق و تدوین

ڈاکٹر سیّد تقی عابدی

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ

کتاب	:	**دُرِ دریائے نجف**
تحقیق و تدوین اور تنقید	:	ڈاکٹر سیّد تقی عابدی
سنہ اشاعت	:	2006ء
تعداد	:	1000
کمپوزنگ	:	افراح کمپیوٹر سنٹر نئی دہلی۔ 25
ایڈیشن	:	اوّل
باہتمام	:	**ڈاکٹر شاہد حسین**، نئی دہلی

یہ کتاب

مرتب محقق و ناقد ڈاکٹر **سیّد تقی عابدی** (کینیڈا) اور

ناشر **ڈاکٹر شاہد حسین**، شاہد پبلی کیشنز، 2253 دریا گنج، نئی دہلی (انڈیا)

کی اجازت سے شائع کی گئی

رَو میں ہے رخشِ عمر

نام	: **سیّد تقی حسن عابدی**
ادبی نام	: تقی عابدی
تخلّص	: تقی
والد کا نام	: سیّد سبط نبی عابدی منصف (مرحوم)
والدہ کا نام	: سنجیدہ بیگم (مرحومہ)
تاریخ پیدائش	: یکم مارچ 1952ء
مقام پیدائش	: دہلی (انڈیا)
تعلیم	: ایم بی بی ایس (حیدرآباد، انڈیا) ایم ایس (برطانیہ) ایف سی اے پی (یونائیٹڈ اسٹیٹ آف امریکہ) ایف آر سی پی (کنیڈا)
پیشہ	: طبابت
ذوق	: شاعری اور ادبی تحقیق
شوق	: مطالعہ اور تصنیف
قیام	: ہندوستان، ایران، برطانیہ، نیویارک اور کنیڈا
شریک حیات	: گیتی
اولاد	: دو بیٹیاں (معصوما اور رویا) دو بیٹے (رضا اور مرتضیٰ)
تصانیف	: شہید (1982ء) جوشِ مودّت۔ گلشن رویا۔ اقبالؔ کے عرفانی زاویے، انشاء اللہ خاں انشاءؔ۔ رموز شاعری۔ اظہار حق۔ مجتہد نظم مرزا دبیرؔ۔ طالع مہر۔ سلکِ سلام دبیرؔ۔ تجزیہ یادگار انیسؔ۔ ابواب المصائب۔ ذکر دُرباران۔ عروسِ سخن۔ مصحفِ فارسی دبیرؔ۔ مثنویاتِ دبیرؔ۔ کائنات نجم۔
زیر تالیف	: تجزیہ شکوہ جواب شکوہ۔ رباعیات دبیرؔ۔ فانی شناسی۔ مصحفِ تاریخ گوئی۔ روپ کنوار کماری۔ تعشق لکھنوی۔

ڈاکٹر سیّد تقی عابدی

دردِ دل

کس کس سے سوال کروں؟

علامہ نجم آفندی نے کہا تھا:

میں خود ہوں مطمئن اے نجم ادب کی خدمت سے
جگہ نہ دے کہیں تاریخِ روزگار مجھے

① اردو کے مشاہیر شعرائے غزل نے نجم کی قدر دانی کیوں نہ کی؟
(195) عمدہ اور اعلیٰ ترین غزلوں کو کیوں نظر انداز کیا گیا؟
کیا 1955ء کا آل انڈیا مشاعرہ یاد نہیں جس میں نجم نے مشاعرہ لوٹ لیا تھا؟ 0

② اردو کے ترقی پسند تحریک کے نمائندوں نے کیوں نجم کو نظر انداز کیا؟ اردو ادب میں کسان، مزدور، مزدوری اور سرمایہ داروں کے خلاف نظموں میں پہلی آواز علامہ اقبال اور جوش سے قبل نجم کے سوا کس نے بلند کی؟ اگر بقول سلیمان ندوی، حسرت موہانی اسلامی اور سوشلسٹ رجحان رکھ کر بیسویں صدی کے ابوذر غفاری ہوسکتے ہیں اور تحریک کے بھی پسندیدہ شاعر رہ سکتے ہیں تو نجم کی مسلمانی کیوں برداشت نہ ہوئی؟

③ نعت کے پرستاروں نے صدہا نعتیہ آبدار اشعار اور سولہ سے زیادہ نعتوں کو کیوں طاقِ نسیاں کے سپرد کیا؟

کیا تجمل کے اس شعر میں کسی کو شک ہوسکتا ہے؟

اے تجمل میں ہوں شاعرِ دربارِ رسالتؐ
کیا شک ہے کسی کو مری تصویر کشی میں

④ کیوں افسانہ نویسوں نے عمدہ افسانہ ''چور ماموں'' نہیں پڑھا؟ کیوں ناول نگاروں نے تخلیقی شاہکار ناول ''بندۂ خدا'' کو فراموش کیا؟

شریک حال نہ ہوتی جو تجمل خودداری
ہمارے غم کا فسانہ غمِ جہاں ہوتا

⑤ اردو میں کتنے شاعر ہیں جنھوں نے تجمل کی طرح چھ سو سے زیادہ عمدہ رباعیاں لکھیں؟ کیوں اردو رباعیات لکھنؤ کے پی ایچ ڈی (Ph.d) کے مقالے میں تجمل کا نام تک نہیں؟ جبکہ پانچ اور دس رباعی کہنے والے افراد کا ذکر آب وتاب کے ساتھ ہے۔ کیا اس قسم کے مقالوں پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟

⑥ شاعرِ اہلِ بیتؑ کا خطاب دے کر محبّانِ اہلِ بیتؑ کیوں تجمل سے غافل ہوگئے؟ مولویوں، خطیبوں نے منبر سے کیوں ان کا پیغام نہیں پہنچایا؟ سلاموں، نوحوں، مرثیوں کو لے کر دوسرے انتقادی کلام کو کیوں تلف کر دیا؟ کراچی میں اتنے بڑے شاعر کے جنازے میں کیوں صرف بیس(20) پچیس(25) افراد شریک ہوئے؟

⑦ کیوں تجمل کے کلام کو محبّانِ اہلِ بیتؑ، گروہانِ نوحہ خوان، پرستارانِ تجمل، شاگردانِ رشید، عزیز و اقربا نے انتقال کے تیس (30) برسوں میں بھی شائع نہیں کیا؟ اگرچہ تجمل نے کہا تھا:

ہم تجمل چار روز کے مہمان ہیں مگر
رہ جائیں گے یہ شعر و ادب کے تبرکات

(8) اردو ادیبوں اور تنقید نگاروں نے اس بیسویں صدی کے عظیم شاعر سے کیوں غفلت برتی؟ نجم کے (12799) اشعار، (195) غزلیں، (591) رباعیات، (498) قطعات، (16) نعتیں، (81) قصائد، (107) سلام، (144) نوحے، (83) متفرقات کے علاوہ (3) مرثیے، (18) ہندی کلام کے آثار اور کئی نثری کتابیں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ موجود ہیں:

آج اردوے معلّٰی کی اشاعت کے لئے
یہ غنیمت ہے کہ نجم نکتہ داں باقی رہا

میں نے حقیقت کو پیش کیا ہے:

نجم بہتر ہے تصنّع کی دلآویزی سے
تلخ لہجے میں حقیقت کا بیاں ہوجانا

(9) کانگریس، مسلم لیگ اور دوسرے قومی سیاسی عہدے داروں نے ایسے وطن دوست شاعر کو وطن کی محبت میں کیا دیا؟ جبکہ

ع: منزل انھیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

کائناتِ نجم ان تمام سوالوں کا جواب رکھتی ہے۔ صرف گردشِ اوراق شرط ہے۔ شاید یہ میری نجمی عقیدت اور اُردو محبت ہو۔ یہ ایک خوشگوار حادثہ تھا جس کے فیض سے میں کائناتِ نجم کو دریافت کرسکا:

یہ بھی اک حادثہ اُردو کی محبت کا ہے نجم
کنجِ عزلت سے جو باہر نکل آیا ہوں میں

خیر اندیش

سیّد تقی عابدی

ڈاکٹر سید تقی عابدی

نجم آفندی کا زندگی نامہ

نام   مرزا تجمل حسین
تخلص   نجم۔نجمی
شہرت   نجم آفندی
گھریلو نام   نادر مرزا

تاریخ ولادت: رمضان 1330 ہجری مطابق 1893ء

مقام ولادت : اکبر آباد (آگرہ) کٹرہ حاجی حسن جو پیپل منڈی کے پیچھے واقع ہے۔

والد   مرزا عاشق حسین بزم آفندی۔معروف شاعر اپنے سگے ماموں سید اسمٰعیل حسین منیر شکوہ آبادی متوفی 1880ء کے شاگرد رہے۔ ان کی پیدائش 1860ء میں کٹرہ حاجی حسن آگرہ میں ہوئی۔شادی آغا حسین صاحب صاحبِ دیوان شاعر کی بیٹی سے ہوئی۔ دوسری شادی ایک انگریز خاتون سے ہوئی۔ آپ بزم تخلص کرتے تھے۔معروف غزل گو اور مرثیہ گو شاعر تھے۔بزم آفندی کا انتقال 23 مارچ 1953ء کو ہوا۔

دادا   مرزا عباس ملیح جو مرزا نجف علی بلیغ کے فرزند تھے جو مرزا فصیح مشہور مرثیہ گو شاعر کے حقیقی بھائی تھے۔ اسی لیے تو نجم آفندی نے مرزا فصیح کی میراث پر فخر کرتے ہوئے فرمایا:

نجم میں ہوں خاک پائے مسند آرائے فصیح
مدح کی دولت ملی ہے ورثۂ اجداد سے

پرداد ا: مرزا ہادی علی فیض آبادی۔ مرزا ہادی علی کے تین فرزند تھے۔ (1) مرزا جعفر علی فصیح (2) مرزا نجف علی بلیغ (3) مرزا فتیح۔ ڈاکٹر صفدر حسین مرحوم لکھتے ہیں۔ ''نجم آفندی کے پردادا ہادی علی فیض آبادی حضرت عقیل ابن ابی طالب علیہ السلام کی نسل سے تھے لیکن جب ان کے بزرگ بلاد ایران میں رہنے لگے تو وہاں ''مرزا'' مشہور ہوگئے تھے۔ ہندوستان میں آمد کے بعد ان کے بزرگ شاجہاں آباد (دہلی) میں سکونت پذیر ہوئے تھے۔

معز الدین قادری اسرار و افکار میں لکھتے ہیں۔ نجم آفندی کے پردادا مرزا ہادی علی فیض آباد کے محلّہ ''مغل پورہ'' میں رہتے تھے چنانچہ نجم آفندی نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔

مرے بزرگوں کا اصلی وطن ہے فیض آباد
مجھے بھی شوق تھا دیکھوں میں یہ در و دیوار

اجداد: نجم آفندی کے اجداد ترک نسل سے تعلق رکھتے تھے جو ہجرت کر کے ہندوستان میں آباد ہوئے۔

بھائی بہن: دو بھائی (1) مرزا اعجاز حسین مرحوم اکیس برس کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ یہ عمر میں نجم سے بڑے تھے۔

(2) مرزا سلیمان کوکب آفندی، چھوٹے بھائی جن کی صاحبزادی مشہور مرثیہ نگار شاعر باقر زیدی کی شریک حیات ہیں۔ ایک بہن شہزادی فرطیس بانو اختر جہاں کج کلاہ پروین پیدائش 1901 جو بزم آفندی کی دوسری انگریز بیوی کے بطن سے تھیں۔ پروین کج کلاہ عمدہ شاعرہ تھیں۔

شریکِ حیات: 1958ء میں گلے کی کینسر سے انتقال کر گئیں۔ کانپور کے ایک معزز گھرانے کی صاحبزادی تھیں۔

اولاد: (1) پانچ لڑکے۔ جن میں چار لڑکے عباس، کامران، تاجدار اور تسلیم بچپن میں مر گئے اور اکلوتے بیٹے ہمایوں مرزا المتخلص سہیل آفندی حیات ہیں اور حیدرآباد

دکن میں مقیم ہیں۔

(2) سات لڑکیاں۔ ایک بیٹی کا کمسنی میں انتقال ہوگیا۔ دوسری لڑکی نا کتخدا تھی۔ دو بیٹیاں شادی کے بعد پاکستان چلی گئیں اور دو بیٹیاں ہندوستان میں مقیم رہیں۔

تعلیم وتربیت: 1- تجمّم آفندی کی اردو اور فارسی تعلیم گھر پر ہوئی۔

2- قرآن مجید اپنے چچا مرزا ہادی علی سے پڑھا

3- مفید عام اسکول آگرہ سے انگریزی میں ڈل پاس کیا۔ اس اسکول میں اردو فارسی مولوی سلامت اللہ سے اور انگریزی اسکول کے ہیڈ ماسٹر راج کمار سے پڑھی۔

4- اسرار و افکار کے دیباچہ میں معز الدین قادری لکھتے ہیں۔ ''تجمّم آفندی کو اردو فارسی اور انگریزی کے علاوہ ہندی زبان میں بھی درک ہے۔ ان کی ہندی زبان میں بھی تصنیفات ملتی ہیں۔''

5- ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی دبستان دبیرؔ میں لکھتے ہیں۔ تجمّم آفندی اردو، فارسی اور عربی اچھی جانتے ہیں اور انگریزی میں بھی اچھا درک رکھتے ہیں۔

6- ڈاکٹر سید نواز حسن زیدی نے تجمّم آفندی فکروفن میں لکھا۔ ''اردو فارسی کی حد تک تو یہ بات درست ہے لیکن محض قرآن مجید ناظرہ پڑھنے کو عربی تعلیم کا حصول سمجھ کر مالک رام اور ڈاکٹر ذاکر حسین کو مغالطہ ہوا ہے۔ خود تجمّم آفندی نے اپنے خط میں عربی نہ پڑھ سکنے کے بارے میں لکھا ہے۔

7- اردو فارسی اور انگریزی کتابوں کے مطالعہ کا شوق تھا۔ انھیں گھر پر عام طور سے انگریزی ناول کو بھی مطالعہ کرتے ہوئے دیکھا گیا۔

8- تجمّم آفندی شمشاد حسین کے نام خط میں لکھتے ہیں ''میری تعلیم اس زمانے کے ڈل تک ہوگی مگر کم از کم انگریزی کی دو ہزار کتابیں ہر قسم کی میری نظر سے گزری ہیں۔

شکل وصورت: شکل وصورت تصویر سے ظاہر ہے جو اس کتاب میں شامل ہے۔ تجمّم آفندی کا قد تقریباً پانچ فٹ تھا۔ بدن چھریرہ، رنگت سرخ وسپید تھی۔ چہرہ گول خوبصورت ناک اور باریک ہونٹ کے ساتھ بڑے کان اور سر بھی نسبتاً بڑا تھا۔ آخری عمر میں بال

بہت کم رہ گئے تھے۔ خشخشی داڑھی جو مونچھوں سے متصل تھی۔ آواز رعب دار اور چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی تھی۔

وضع اور لباس: نجم آفندی نستعلیق شخصیت تھے۔ وہ مشرقی روایات کے پاسدار اور اسلامی تہذیب کے نمونہ تھے۔ جوش ملیح آبادی نے ساقی جوش نمبر میں لکھا۔ ''حضرت نجم آفندی جو اس قدر دین دار و پابند وضع بزرگ ہیں کہ قہقہہ مارنے کو بھی خلاف شرع سمجھتے ہیں۔''

نجم آفندی کے لباس میں سادگی تھی۔ وہ عام طور پر سفید شیروانی، سفید پائجامہ، مخمل کی کالی ٹوپی پہنتے تھے۔ کبھی کبھار کالی شیروانی پر شال اوڑھ لیتے تھے۔ پاؤں میں معمولی سلیپر یا جوتا ہوتا۔ ہاتھ میں ہمیشہ چھڑی رکھتے تھے۔ عینک صرف حسب ضرورت لگاتے۔

غذا و خوراک: نجم آفندی کم خوراک تھے۔ دیسی گھی اور گڑ سے شدید رغبت تھی۔ ان کی گھی اور گڑ کی چاہت کی کئی داستانیں لوگوں نے بیان کی ہیں۔

سیرت و کردار: ہم نجم آفندی کی سیرت اور عالی کردار کے ساتھ عجز و انکساری کا مختصر خاکہ معز الدین قادری اور ذاکر حسین فاروقی کی تحریروں سے پیش کرتے ہیں۔ اسرار و افکار کے دیباچہ میں معز الدین قادری نے لکھا ہے۔ ''خاندانی روایات مذہبی تعلیم و تربیت اسلام کی عظیم شخصیتوں کے نقوش قدم کو اپنا راستہ بنانے کی سعی و تمنا نے ان کو کافی متوازن، معتدل مزاج اور بنی نوع انسان کا ہمدرد بنادیا ہے۔ ان کی آنکھوں میں بصیرت کی چمک ہے اور سنجیدگی کے نہ جانے کتنے راز ہیں۔ انھیں بنی نوع انسان سے محبت ہے۔ شخصی اور مذہبی عقائد پر خود سختی کے ساتھ کار بند ہیں لیکن سیرت و کردار میں کہیں بھی ''ملا پن'' یا پندار زہد'' کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا سوانگ موجود نہیں۔ بُردبار، حلیم، خوش خلق اور مصیبتوں میں مسکرانے والی شخصیت ان کے سارے کلام سے جھلکتی ہے اور انھیں یہ کہنے کا حق ہے

میری تلاش راہ پر ہنستے ہیں آج قافلے
شمع بنائی جائے گی کل میری گردِ راہ کی

بقول جوش ملیح آبادی۔ جہاں تک طبائع کا تعلق ہے، باپ بیٹے میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ وہ ایک رنگین مزاج شاعر تھے اور ان کو رنگینی کبھی چھو کر نہیں گئی تھی۔ وہ سراپا رند تھے اور یہ سرتا بہ قدم متقی اور خشک قسم کے متقی تھے۔

دبستانِ دبیر میں ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی بیان کرتے ہیں: ''مروت وضع داری، ایفائے وعدہ، حُسنِ معاشرت اور بڑے چھوٹوں کے ساتھ یکساں برتاؤ آپ کے کردار کی وہ خوبیاں ہیں جو ہر شخص کے دل میں جگہ پیدا کر لیتی ہیں۔ نجم صاحب نے اپنی زندگی کے جو اصول بنائے تھے وہ تا حیات ان پر کاربند رہے اور اخلاقی و روحانی اعتبار سے انھوں نے ایک کامیاب زندگی گزاری اور ان کی کامیاب زندگی ''قابل رشک موت'' کی ضامن بن گئی۔ بقول خود:

کچھ شعر جو منقبت میں کہہ لاتا ہے
اس خواب سے اپنے دل کو بہلاتا ہے
موزوں ترے کردار پہ بھی ہے یہ خطاب
تو شاعرِ اہل بیت کہلاتا ہے

شغل و ملازمت:

1- ریلوے محکمہ میں کلرک کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کیا۔ اس وقت نجم کی عمر بیس سال تھی۔
2- پھر دہلی میں ملازمت کی۔
3- کالکا اسٹیشن اور غازی پور اسٹیشن پر کچھ عرصہ ملازم ہوئے۔
4- تحریک ترکِ موالات سے متاثر ہو کر ریلوے کی ملازمت ترک کر دی اور تلاش معاش میں ردولی پہنچے اور کچھ عرصہ کاشتکاری کی۔
5- جونیئر پرنس معظم جاہ شجیع کے دربار سے منسلک ہوئے۔ ان کے سپرد پرنس کے کلام کی اصلاح تھی۔ تنخواہ بھی اس کام کی پاتے تھے۔ نجم کی ماہانہ تنخواہ دو سو روپے ماہوار تھی۔
6- دربار سے علاحدہ ہو کر مالی پریشانیوں میں بسر کی اور اپنی خودداری کو نبھانے اور پیٹ

کی آگ بجھانے کے لیے چھتہ بازار حیدر آباد میں جوتوں کی دکان تک کھولی۔
تف بر تو اے چرخِ پیر کہ شاعرِ اہل بیت کو اتنی بڑی قوم تنگ دستی میں سہارا نہ دے سکی جبکہ تمام قوم اور تاجر ان کے کلام سے روحانی اور اقتصادی فائدہ اٹھا رہے تھے۔اسی لیے تو اپنے خطوط میں اس طرح گلہ کیا ’’آج ہندوستان میں تبت سے راس کماری تک میرے نوحے پڑھے جا رہے ہیں لیکن مالی فائدہ دوسرے اٹھا رہے ہیں‘‘ ’کاروانِ ماتم‘ لاہور والوں نے میری اجازت و اطلاع کے بغیر شائع کر لی ہے۔لکھا تو جواب تک نہیں دیتے۔ یہ قدر دانی ہو رہی ہے۔ ہم تکلیف اٹھا رہے ہیں اور یہ نفع کما رہے ہیں۔‘‘

شاعری کا آغاز: ۱۲ سال کی عمر میں شاعری کا آغاز کیا۔ ابتدا غزل گوئی سے کی۔ شاہ نیاز وارثی کی غزل پر مصرعے لگائے

زہے عزّو جلالی بو ترابی فخرِ انسانی
علیِ مرتضیٰ مشکل کشائی شیرِ یزدانی

پہلا مشاعرہ: جس مشاعرے سے نجم کی شاعری کا تعارف ہوا وہ خود ان کے گھر کے سامنے منعقد کیا گیا تھا جس میں اکابر شعرا نے شرکت کی تھی۔نجم کی غزل کا مطلع تھا:

چاندنی میں تم ذرا گھر سے نکل کر دیکھتے
قبرِ عاشق اور ایک میلی سی چادر دیکھتے

شاگردی: شاعری کے آغاز میں اپنے والد بزمؔ آفندی کی شاگردی کی لیکن بہت جلد ہی اصلاح سے بے نیاز ہو گئے۔

صحبت اساتذہ: نجم آفندی کو گھریلو ماحول کے علاوہ اپنے دہلی کے قیام کے دوران نواب سائلؔ دہلوی، بےخودؔ دہلوی، پنڈت امرناتھ ساحرؔ، منشی امیر اللہ تسلیمؔ، شوکت علی میرٹھی، عبدالرؤف عشرتؔ، ناصر علی خاں مچھلی شہری اور وتارؔ کانپوری جیسے شعرا شامل تھے۔ انھیں اساتذہ نے نجم کی شعری صلاحیتوں سے متاثر ہو کر کہیں اس نوجوان شاعر کو صدر مشاعرہ بنایا تو کہیں راجہ پنڈراول نے ان کی شاہکار نظم کو (1800) سو روپیوں

میں خرید کر یہ رقم یتیم خانہ کی خدمت کے لیے وقف کردی۔ کبھی محفل مقاصدہ میں صفی لکھنوی کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ''نجم صاحب ہم نے بائیس (22) سال اس محفل میں چراغ جلایا ہے اب آپ کی باری ہے۔''

خطاب: ناصر الملت نے نجم آفندی کو ''شاعر اہلبیت کا خطاب دیا جو نجم آفندی کے مسلسل سلام اور قصیدہ نگاری کا اثر تھا۔

یہاں یہ بات بھی خارج از محل نہیں کہ نجم آفندی کے دادا کے بھائی مرزا فصیح کو خلافت عثمانیہ کی جانب سے آفندی خطاب کعبتہ اللہ اور حاجیوں کی خدمت کرنے پر دیا گیا تھا جو نسلاً بعد نسل استعمال ہوسکتا تھا۔

ہم عصر شعراء: حالی، اکبر الہ آبادی، اقبال، سائل دہلوی، منشی امیر اللہ تسلیم، نسیم، حسرت موہانی، صفی لکھنوی، مرزا اوج، دولھا صاحب عروج، مرزا ثاقب، آرزو لکھنوی وغیرہ بزرگ عمر ہم عصر شعرا تھے جب کہ ان کے ہم عمر شعرا میں فانی، جوش، صدق جائسی، یگانہ، سیماب، مہذب لکھنوی، نسیم امروہوی، رئیس امروہوی، سید آل رضا وغیرہ شامل تھے۔

تلامذہ: نجم آفندی کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ خود انھوں نے جو فہرست جلیس ترمذی کو روانہ کی تھی اس میں (69) نام تھے۔ وہ بعد میں بڑھ کر (72) ہوگئی، اور کچھ اس طرح ہے جسے ڈاکٹر سید نواز حسن زیدی نے نجم آفندی فکر وفن میں نقل کیا ہے۔ رعنا اکبر آبادی، جعفر مہدی، رزم رودلوی، صفدر حسین کاظمی، عبدالسعید رشک، عابد مرحوم، وزارت علی، علی انجم اکبر آبادی، مرزا عبدالکریم مضطر، کوکب اکبر آبادی، جلیس ترمذی، انتظام الحسینین، خاور نوری، سعید شہیدی، مرزا عادل، ساجد رضوی، شاہد حیدری، حازم رضوی، تائب جعفری، عباس عابدی، خورشید جنیدی، باقر منظور، طاہر عابدی، خواجہ ضمیر، کاوش حیدری، منجو قمر، راحت عزمی، تصور کرت پوری، عباس زاہد، شہید یار جنگ، ہشیار جنگ، ڈاکٹر اختر احمد، تبسم نظامی، طالب رزاقی، حرماں خیر آبادی، عاصم جمیل، ساحر نجمی، سعید السائمہ، زیبا رودلوی، پرنس معظم جاہ شجیع، ہاشم جاں بہادر، اختر زیدی، حسن مدنی، اثر غوری، کاظم رشک، شاغل حیدر آبادی، صمیم

حیدر، محبؔ جاورہ، صادقؔ نقوی، سوزؔ رضا ترمیم، تقیؔ عسکری، اقبالؔ عابدی، سید جعفر حسنین، زاہدؔ رضوی، ظہیرؔ جعفری، آغا ماجرؔ، باذلؔ عباس ضیغم، ساترؔ، ثاقبؔ، سعادتؔ نظر، عبدالحیؔ خاں، شارقؔ، بانوؔ سید پوری، نظیرؔ سیہوری، عقیلؔ نجمی، سہیلؔ آفندی، روپؔ کماری، بیدؔ آر جنجی اور وفاؔ ملک پوری وغیرہ۔

ڈاکٹر نوازحسن زیدی لکھتے ہیں کہ تلامذہ کی اصلاح کے وقت نجم آفندی کے ہاں وہی جذبہ کارفرما ہے جسے عشقِ اہلِ بیت کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔ تلامذہ کے کلام کی اصلاح کے لیے باقاعدہ اصول وضع کر رکھے تھے۔ شاگردوں کے خطوط کے جواب میں لکھتے ہیں۔ ''مجھے امید نہیں کہ جلد تمھارا کلام دیکھ کر بھیج سکوں گا۔ از روئے انصاف سلسلہ وار دیکھتا ہوں'' آج کل چار طرف سے پاکستان اور ہندوستان سے اصلاح کا کلام آ رہا ہے۔ سر اٹھانے کی مہلت نہیں۔ دماغ بھی کام دیتا ہے تو ہاتھ کانپتا ہے کس کس کو منع کروں اور کیسے ممکن ہے مدحِ اہلِ بیت کا مسئلہ ہے۔

مدت مشقِ سخن: تقریباً ستر (70) سال

مسافرت برائے شاعری: دہلی، کانپور، لکھنؤ، حیدرآباد، کراچی، کلکتہ، بنارس، لاہور ہی نہیں بلکہ دور دراز کے چھوٹے مقامات پر بھی تبلیغ پیامِ اہلِ بیت میں مشغول رہے۔ چنانچہ فیض آباد، بریلی، بارہ بنکی، سیتاپور، بھرت پور، اجین، مدراس اور بلرام وغیرہ کے لوگ بھی موصوف کے کلام کے دلدادہ رہے۔

زیارت عتبات عالیہ: 1950ء اگست میں زیارتوں کے لئے عراق گئے اور مختلف مقامات مقدسہ پر حاضری دی اور اپنے تاثرات کو منظوم لکھ کر ''تاثرات زیارت'' کے عنوان سے شائع کیا۔

تصنیفات: راقم کو کائنات نجم آفندی مرتب کرتے ہوئے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ نجم آفندی کی تصانیف تقریباً عنقا ہیں۔ نجم آفندی کی چالیس (40) سے زیادہ تصانیف شائع ہوئیں۔ سب سے پہلی تصنیف ان کے کلام کا مجموعہ 1917 میں اور آخری تصنیف

''لہو قطرہ قطرہ'' ان کے انتقال کے چار سال بعد 1979ء میں شائع ہوا۔ علامہ ضمیر اختر نقوی نے لکھا ہے کہ تجمّم آفندی نے حیات میں چند تصانیف مرتب کی تھیں مثلاً ''گلدستہ نعت'' ''مذہبی رباعیات'' ''قومی اور مذہبی نظموں کا مجموعہ'' ''خودنوشت سوانح حیات'' جو نامکمل رہ گئی تھی جو کبھی شائع نہ ہوئیں۔ نیز تجمّم کے مضامین کا کوئی مجموعہ بھی ترتیب نہیں دیا گیا۔

تجمّم مرحوم کی تصانیف کی فہرست جو ضمیر اختر نقوی نے مرتب کی ہے یہاں پیش کی جارہی ہے۔ باضافہ چند تصانیف جو بعد میں شائع کی گئی ہیں۔

نمبر شمار	نام کتاب	سن طباعت	مطبع	تفصیلات
.1	پھولوں کا ہار	1917ء	آفندی بک ڈپو، آگرہ	پہلا مجموعہ کلام۔ ادبی، اخلاقی قومی نظموں کا مجموعہ وہ نظمیں جو شیعہ کانفرنس میں پڑھی گئی تھیں۔
.2	قصائد تجمّم	1943ء	آفندی بک ڈپو، آگرہ	رباعیات (32) قصائد اور نظمیں (25)
.3	تہذیب مودّت	1943ء	تاج پریس، یوسف آباد، حیدرآباد	رباعیات (140)
.4	اشاراتِ غم حصہ اول	1938ء	احباب پبلشرز، لکھنؤ	نوحوں کی بیاض (32) نوحے
.5	اشاراتِ غم حصہ دوم	1938ء	احباب پبلشرز، لکھنؤ	نوحوں کی بیاض (33) نوحے
.6	اشاراتِ غم حصہ سوم	1938ء	احباب پبلشرز، لکھنؤ	نوحوں کی بیاض (21) نوحے
.7	کربل کی آہ	———	کتب خانہ اثناعشری، لکھنؤ	جدید نوحہ جات (9) نوحے
.8	آیاتِ ماتم	1361ھ	نظامی پریس، لکھنؤ	نوحوں کی بیاض
.9	تصوراتِ غم	1943ء	مکتبہ ناصری گولہ گنج، لکھنؤ	نوحوں کی بیاض

تفصیلات	مطبع	سن طباعت	نام کتاب	نمبر شمار
سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی پر لکھی گئی نظم (اردو۔ ہندی)	مکتبہ ناصری گولہ گنج، لکھنؤ	1361ھ	کربل نگری	10.
طویل مثنوی، آغاز اسلام سے ہجرت حبشہ تک (اردو۔ ہندی)	امامیہ مشن لکھنؤ	1380ھ	اسلام پوتھی	11.
ایک مرثیہ۔ 5 سلام، 9 رباعیات	نظامی پریس لکھنؤ	1943ء	فتح مبین	12.
نوحہ جات، (حصہ اول، 53 نوحے، حصہ دوم 81 نوحے)	مکتبہ سلطانی، بمبئی	1950ء	بیاضِ مجم	13.
قومی نظموں اور قطعات کا مجموعہ	مکتبہ ناصری، گولہ گنج، لکھنؤ	1939ء	شاعرِ اہل بیت جیل میں	14.
نوحہ جات	مکتبہ ناصری گولہ گنج، لکھنؤ	1364ھ	حسینی سنسار	15.
(54) نوحے اور سلام	کتب خانہ اثناعشری لاہور	——	کاروانِ ماتم	16.
ہندی نظموں کا مجموعہ، اردو رسم الخط میں	مکتبہ ناصری، گولہ گنج، لکھنؤ	——	پریم بھگتی	17.
جدید رنگ کے سلام	مکتبہ ناصری، گولہ گنج، لکھنؤ	——	دارالسلام	18.
زیارت سے متعلق منظوم خراج عقیدت	الکٹرک پریس، حیدرآباد	1950ء	تاثرات زیارت	19.

نمبر شمار	نام کتاب	سن طباعت	مطبع	تفصیلات
20.	نصاب دینیات	1364ھ	مطبع حیدری، حیدرآباد	بچوں کے لئے مختصر دینی احکامات (نثر)
21.	شہیدوں کی باتیں	1952ء	رضا کار بک ڈپو، لاہور	کربلا والوں کے اقوال اور کارنامے (نثر)
22.	حسینؑ اور ہندوستان		مکتبہ ناصری گولہ گنج، لکھنؤ	ہندوستان کا امام حسینؑ سے روحانی تعلق (نثر)
23.	لغات المذہب	1961ء	رضا کار بک ڈپو، لاہور	ایک ہزار مذہبی الفاظ پر مشتمل لغت (نثر)
24.	چور ماموں	1349ھ	زاویہ ادب، حیدرآباد	بچوں کے لئے مختصر اخلاقی افسانہ (نثر)
25.	چاند کی بیٹی	—	—	— (نثر)
26.	پھول مالا	—	—	— (نثر)
27.	معراجِ فکر	1959ء	رضا کار بک ڈپو، لاہور	مرثیہ
28.	اسرار و افکار	1971ء	ادارۂ قدرِ ادب، حیدرآباد	چار سو رباعیات وقطعات
29.	قصائدِ نجم	1372ھ	تاج پریس، حیدرآباد	سولہ (16) قصائد کا مجموعہ
30.	جانِ کربلا	1993ء	مکتبہ ناصری، گولہ گنج، لکھنؤ	(نوحے + سلام)
31.	معرکۂ غم		مکتبہ ناصری، گولہ گنج، لکھنؤ	(نوحے + سلام)
32.	دکھ کا ساگر		مکتبہ ناصری گولہ گنج، لکھنؤ	(نوحے + سلام)

نمبر شمار	نام کتاب	سن طباعت	مطبع	تفصیلات
.33	کاروانِ عزا	———	عزادار بک ڈپو	نوحے اور سلام
.34	ترقی کی برکتیں	———	———	———(نثر)
.35	قصاید قدسی	———	مطبوعہ شمسی پریس، آگرہ	قصائد
.36	ستارے	1364ھ	دکن اُردو اکادمی	نظموں کا مجموعہ
.37	بندۂ خدا	1969ء	کاظمی پرنٹنگ پریس حیدرآباد	ایک مذہبی ناول (نثر)
.38	نفس اللہ	———	دائرہ الکٹرک پریس، حیدرآباد	———(نثر)
.39	ترقی پسندوں کے نام	———	———	———(نثری کتاب)
.40	رباعیات نجم آفندی	———	امامیہ کتب خانہ لاہور	(145) رباعیات
.41	پنجتنی قصائد (غیر مطبوعہ)	———	———	قصائد
.42	رباعیات	1976ء	اعجاز پرنٹنگ پریس حیدرآباد	(30) رباعیات
.43	لہو قطرہ قطرہ	فروری 1979ء	پرنٹنگ محل، ناظم آباد کراچی	پچاس منتخب غزلوں کا مجموعہ

وطن پرستی اور انگریز نفرت: سچ تو یہ ہے کہ برصغیر نے علامہ نجم آفندی کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور آزادی کے بعد ع: منزل انھیں ملی جو شریک سفر نہ تھے۔

وطن دوستی انگریز نفرت اور قومی محبت نجم آفندی کے ریشہ ریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ ذیل میں چند واقعات اور حکایات ہمارے دعویٰ کے ثبوت ہیں۔

1. ابتدائی عمر میں جب اسکول میں کسی ہندو لڑکے سے جھگڑا ہونے کے بعد ان کے ہیڈ ماسٹر راج کمار کے جملہ ''تم دونوں مل کر تیسرے کو کیوں نہیں مارتے؟'' نے فوراً

انگریزوں کے خلاف متحد ہونے کی ترغیب دی۔ چنانچہ اپنی خودنوشت میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ''میرے دل نے آواز دی کہ تیسرے سے مراد انگریز ہے جس کی غلامی کی صعوبتیں ہم برداشت کر رہے ہیں لیکن اس کو مار بھگانے کی جسارت نہیں کرتے۔''

2. نجم آفندی کی کھدر پوشی سے تنگ آ کر ان کے انگریز افسر نے ان کا تبادلہ سزا کے طور پر آسنسول کر دیا۔ چنانچہ بعد میں نجم نے تحریکِ ترکِ موالات سے متاثر ہو کر سرکاری ملازمت سے ہمیشہ کے لئے استعفیٰ دے دیا۔

3. انگریزوں کے استعمار سے بیزار ہو کر زمانۂ طالب علمی میں ایک چھوٹی سی انجمن بنائی جس کا خفیہ ایجنڈا انگریزوں سے ان ہی کے ہتھیاروں سے مقابلہ اور قومی ملی یکجہتی تھا۔ اس انجمن کے ممبر ایک خاص قسم کی انگوٹھی پہنتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد یہ انجمن رشتوں کے بھائی کی سازش سے ختم ہوگئی۔

4. سرکاری ملازمت سے علاحدگی کے بعد قومی اور مذہبی رجحان نے تقویت پائی چنانچہ ایک طویل پچیس (25) بند کی نظم ''دُرِ یتیم'' لکھی جو ''پھولوں کا ہار'' مجموعۂ کلام میں شامل ہے اور اس نظم کے ساتھ یہ نوٹ بھی لکھا ہے کہ یہ وہی نظم ہے جس نے شیعہ کانفرنس کے آٹھویں اجلاس منعقدہ الہ آباد میں حشر برپا کر دیا تھا اور جس پر راجہ سید ابوجعفر صاحب نے ساڑھے چار ہزار روپے نچھاور کر دیے تھے۔

5. نجم آفندی نے اپنی تصنیف ''ترقی کی برکتیں'' میں ہندو مسلم اتحاد پر زور دیتے ہوئے لکھا۔ اس وقت ہندو مسلم اتحاد کی بہترین صورت یہ ہے کہ دونوں قوموں کے نوجوان اٹھ کھڑے ہوں اور اپنے طاقت ور بازوؤں کا صحیح مصرف کریں اور اپنے مضبوط ہاتھوں سے فساد روک کر ملک کی سب سے بڑی خدمت کریں۔

6. نجم آفندی جلیس ترمذی کے خط میں لکھتے ہیں: ہندو قوم کے افراد نے گاندھی جی کو ختم کر کے دنیا کو یہ بتا دیا ہے کہ ہندوستانی ذہنیت کہاں تک پست ہو سکتی ہے۔

7. نجم آفندی کانگریسی تھے اور اسی لئے کانگریسی مشاعرے بھی کروائے۔ ایک مشاعرے

میں تو ردیف ''کھدر'' رکھی گئی۔ انگریز دشمنی اور وطن دوستی نے تجمّل کو کانگریسی بنا دیا۔ اپنی خودنوشت میں لکھتے ہیں۔ ''ہم نے ایسے بھی مشاعرے کیے ہیں جن کا مقصد حکومت کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا تھا۔ ایسے مشاعروں کو کانگریسی مشاعروں کا نام دیا جاتا تھا۔ میرے ایک دوست برہم سروپ خار میرٹھی میری طرح پکے کانگریسی تھے۔

8. ترقی کی برکتیں میں لکھتے ہیں: ''ہندوستان کی بدقسمتی سے ہندو مسلم اختلاف پیدا ہوا۔ تضاد بڑھنے لگا اور آج وہ نوبت آئی کہ مسلم لیگ کو پاکستان کی تجویز پیش کرنی پڑی۔

صدمات: 1. سرکاری نوکری سے استعفیٰ کے بعد مالی بحران سے دوچار رہے۔ ماہنامہ ''مشورہ'' جاری کیا لیکن مالی حالت بدتر ہوگئی۔

2. پرنس معظم جاہ کے شاہانہ مزاج کو برداشت نہ کر سکے اور نوکری ترک کردی۔ کچھ دنوں کی فارغ البالی پھر مالی بحران میں تبدیل ہوگئی۔

3. 1953ء میں والد کا انتقال ہوگیا۔

4. 1958ء میں اہلیہ کا طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔

5. برادر خرد کوکب آفندی اور دو بیٹیوں کا پاکستان میں ہمیشہ کے لئے آباد ہونا۔

علالت اور مرض الموت: تجمّل آفندی کو پرنس معظم جاہ شجیع کی درباررداری نے نیند کی گولیوں کا محتاج کر دیا تھا، چنانچہ آخری عمر تک ان زہریلی دواؤں کا اثر باقی رہا۔ اعصاب میں تناؤ کم خوابی، لاغری اور ضعف کے علاوہ آخری عمر کے حصے میں معدہ، جگر، قلب کی بیماریاں اور رعشہ وثقل سماعت سے دوچار رہے۔ آخری عمر جو پاکستان میں گزری عموماً بہت کم باہر نکلتے تھے اور زیادہ تر بستر پر لیٹے رہتے تھے۔

پاکستان میں: 1. تجمّل آفندی پہلی بار اپریل 1971ء میں بمبئی سے بحری جہاز میں سوار ہوکر کراچی کی بندرگاہ پر اترے۔ کراچی میں چند مہینے قیام کر کے وہ لاہور گئے پھر کراچی آتے جاتے رہے۔ تجمّل صاحب محافل شعر وسخن، مشاعروں مسالموں، مقاصدوں اور مجلسوں میں شرکت فرماتے رہے۔ پاکستان میں تقریباً ہر بڑے اور معروف ادیب،

شاعر اور خطیب سے ملاقاتیں رہیں۔ ان کا کلام روزناموں، رسالوں، جریدوں میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتا رہا۔ پاکستان کے مختلف شہروں میں قیام کے دوران بعض اوقات اپنی یادداشتیں ایک ڈائری میں بھی مرتب کیں جو ان کی ملاقاتوں اور محفلوں کی عمدہ یادگاریں ہیں۔

وفات : تاریخ 17/ذی الحجہ 1395ہجری مطابق 21/دسمبر 1975ء

وقت : ½ 9 بجے صبح

مقام : کراچی

دن : اتوار

غسل میت : وصیت کے مطابق مکان پر ہوا

نماز میت : بارگاہ رضویہ سوسائٹی میں پڑھائی گئی

دفن : تخی حسن دربار کے قبرستان واقع نارتھ ناظم آباد ہوا۔ شفیق اکبرآبادی نے تلقین پڑھائی۔ سوئم کی مجلس رضویہ سوسائٹی کے امام باڑے میں ہوئی۔ سید ضمیر نقوی صاحب نے مجلس پڑھی۔ جنازہ میں صرف پچیس تیس افراد نے شرکت کی۔

قطعات، اشعار اور مصرعِ تاریخِ وفات

1. جناب نسیم امروہوی:

لکھ دو نسیم باکمال قبر پہ سال انتقال

بقعۂ پاک محوِ خواب شاعرِ اہلِ بیت نجم

1975ء

2. جناب رئیس امروہوی:

فراق نجم آفندی مرحوم

"غروب انجم نجم" اے قلم لکھ

1395ھ

3. جناب فیض بھرت پوری:

رحلت شاعرِ فنا فی اللہ
نجم آفندی اکبر آبادی

1975ء

4. جناب ساحر لکھنوی

سال رحلت کے لئے قبر پہ لکھ دو ساحر
نجم ہے دامنِ مدفن میں ستارے کی طرح

1395ھ

5. جناب کسرتی منہاس:

دُرِ یک دانہ نکتہ داں شاعر

1395ھ

شاعرِ نکتہ داں گرامی تبار

1975ء

6. جناب نیساں اکبر آبادی

تذکرہ اہلِ بیت جس کا تھا شغلِ سخن
خلد میں وہ آ گیا شاعرِ شیریں نوا

1975ء

7. جناب خلش پیر اصحابی:

الف سے الم کے خلش اب تو یوں
ہے لکھا غم نجم دائم رہا

1395ھ = 1394 + 1

8. جناب باقر امانت خوانی:

اس طرح باقر نے کھینچا منظرِ سالِ وفات
اب فلک سے شاعری کے نجم ٹوٹا جلوہ ریز

1975ء

9. پروفیسر فیضی:

بتائید الٰہی یہ شرف فیضی انہی کا تھا
عزادارِ شہید کربلا تھے تجمّم آفندی

1975ء

10. جناب شائق زیدی:

رہے وہ اے شائق بہ تجمّل — شاعرِ اہل بیتؑ جہاں میں
پڑھتے ہوئے آیاتِ ماتم — تجمّم گئے ہیں باغِ جناں میں

1395ہجری

11. جناب فضل الدین فدا

تعزیت نامہ پاسدار اہلِ حق

1395ہجری

وفاتِ حسرت آیات جلیل القدر

1975ء

مرجعِ کرم خسروِ اقلیمِ دانش

1975ء

برگزیدۂ رحمٰن نازشِ ملّت تجمّم آفندی اعلیٰ اللہ مقامہ

1975ء

وحیدِ زماں بلند آستاں نور اللہ مرقدہ

1395ہجری

یہ صدمہ کس قدر غم آفریں ہے — نظر بے چین دل اندوہ گیں ہے
فدا لکھ تجمّم کی تاریخ رحلت — بلا شک ساکنِ خلدِ بریں ہے

1395ہجری

تعداد کل کلام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ

علاّمہ نجم آفندی

نمبر شمار	صنفِ سخن	تعداد	تعداد اشعار
.1	غزلیں	195	1932
.2	رباعیات	591	1182
.3	قطعات	498	1001
.4	نعت	16	304
.5	قصاید	81	2519
.6	سلام	107	1375
.7	مراثی	3 (209 بند)	627
.8	نوحے	144	2237
.9	تاثیر زیارات	10	128
.10	متفرقات	83	1036
.11	ہندی کلام	18	458
			کل اشعار = **(12799)**

ڈاکٹر سیّد تقی عابدی

نجم کی منقبت

ہم نے عمداً اس مضمون میں قصاید کو منقبت سے اس لئے جدا نہیں کیا کہ منقبت خود قصیدہ کی ایک قسم ہے۔ عربی میں نعت کو قصیدہ نعتیہ کہتے ہیں۔ چنانچہ منقبت بھی دراصل قصیدہ منقبتی ہے۔ منقبت کا مطلع قصیدہ کے مطلع کی طرح ہوتا ہے یعنی مطلع کے دونوں مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں اور بقیہ اشعار کے مصرعۂ ثانی بھی مطلع کے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں۔ قصیدہ میں جو چار ارکان یعنی تشبیب، گریز، مدح اور دعا ان کے اجزائے ترکیبی ہوتے ہیں، اسی طرح منقبت میں بھی تشبیب، مدح اور دعا کے علاوہ خوبصورت گریز بھی نظر آتا ہے۔ جس طرح قصیدہ میں کم سے کم چھ شعر اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے، اُسی طرح منقبت میں بھی تقریباً یہی صورت حال ہے۔ قصیدہ اور منقبت دونوں عربی لفظ ہیں۔ قصیدہ کے لغوی معنی غلیظ مغز یا گاڑھے مغز کے بتائے گئے ہیں۔ بعض علمائے شعر و ادب نے قصیدہ کو قصد سے بتایا ہے جس کے معنی ارادہ کر کے نظم کہنے کے ہیں۔ منقبت کے معنی کسی کی توصیف، ثنا یا بڑائی کرنا ہے۔ چنانچہ قصیدہ میں مدح کے علاوہ ذم اور ہجو بھی ہوسکتی ہے اس لئے منقبت صرف قصیدۂ مدحیہ کے ذیل میں شمار ہوگی۔ منقبت بزرگان دین کی تعریف اور مدحت کے لئے مشخص کی گئی ہے، اس لئے یہ قصیدے کی مبالغہ آمیزی، غلط بیانی، دروغ گوئی، چاپلوسی سے پاک ہے۔ مشہور واقعہ ہے کہ سلطنت صفویہ کے تاجدار عباس صفوی اور ان کی ملکہ نور کی مدح میں ملک الشعراء ملاّ کاشی نے قصیدہ لکھ کر روانہ کیا تو بادشاہ صفوی نے دونوں قصیدوں کو یہ کہہ کر واپس کردیا کہ اس میں مبالغہ اور غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ چنانچہ ہم اس مقام کے حامل نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ کی شان میں قصیدہ، منقبت کہا جائے، کیونکہ جو کچھ بھی کہو گے وہ ان کے درجات سے نیچے ہی ہوگا اور اس میں ثواب بھی ملے گا اور دربار سے انعام بھی۔ چنانچہ ملاّ کاشی نے پھر ہفت بند قصیدہ

حضرت علیؑ اور اولادِ علیؑ کی شان میں لکھا، جو فارسی ادب کا شاہکار سمجھا جاتا ہے اور جس پر صدیوں سے تضمین کر کے قصاید اور منقبتیں لکھی جا رہی ہیں۔ قصیدے کی کئی قسمیں ہیں۔ جس کی تفصیل ہمارا موضوعِ سخن نہیں لیکن موضوعاتی تقسیم میں اس کو چار قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، جنھیں مدحیہ، وعظیہ، بیانیہ اور ہجویہ کہتے ہیں، منقبت قصیدہ مدحیہ ہے، قصیدہ فارسی میں عربی سے اور اردو میں فارسی سے داخل ہوا، چنانچہ فارسی قصیدے پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر احمد بدایونی نے بہت سچ کہا ہے کہ ''فارسی مدحیہ شاعری زورِ تخیل، شکوہ مضمون اصلاحالات علمی اور قدرت کلام کا نگارخانہ بن گئی جس میں دلی تاثرات سے زیادہ دماغی قوت کی کارفرمائی ہوئی تھی۔ عہد غزنوی سے لے کر دور تاچاری تک دیکھ جاؤ، کم و بیش یہی رنگ نظر آئے گا۔ نعت و منقبت کے قصاید اس سے مستثنیٰ ہیں، تاہم ان میں جذبات کی صداقت اور واقعیت بدرجۂ کمال ہے اور اس لحاظ سے ان کو ریگزار میں نخلستان کی حیثیت حاصل ہے۔ چونکہ اس تحریر میں ہمارا موضوع منقبت یا قصیدۂ مدحیہ ہے اس لیے یہاں سخن کوتاہ کرتے ہوئے ہم جب اردو قصیدہ پر سرسری نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں قصیدہ کے عظیم شاعر مرزا رفیع سوؔدا کا قوی پیکر نظر آتا ہے جس کی دوسری مثال آج تک اردو شاعری میں موجود نہیں۔ سوؔدا قصیدہ کے مجتہد ہیں جنھوں نے فارسی قصیدہ نگاروں کی تقلید کی ہے اور ذوقؔ، سوؔدا کے مقلد۔ بہرحال اصل اصل ہے نقل نقل ہے چنانچہ سوؔدا اور ذوقؔ کو ایک صف میں کھڑا کرنا بد ذوقی ہے۔ سوؔدا کے پاس راہ نوردی ہے۔ ذوقؔ کے پاس قافیہ پیمائی ہے۔ سوؔدا کے پاس قادر الکلامی کے ساتھ تخیل کی بلندی آسمانوں سے گفتگو کرتی ہے۔ ذوقؔ کے پاس جو قیمتی آبدار ذخیرہ آبِ حیات میں نظر آتا ہے، وہ بھی خزف کے ٹکڑوں سے بڑھ کر نہیں بہرحال پھر بھی ذوقؔ کے قصیدے جو تقریباً تمام تر اکبر شاہ ثانیؔ اور بہادر شاہ ظفرؔ کی مدح میں ہیں، مبالغہ اور تصنع سے بھرے پڑے ہیں جس کا اصلی مقصد روٹی کپڑا امکان اور شہرت کی گداگری کے سوا اور کچھ نہیں۔ مصحفیؔ نے سوؔدا کو نقاش اول نظم قصیدہ کہہ کر یہ بھی تاکید کی ہے کہ اس کے بعد جو کوئی اس طرز میں کہے گا، سوؔدا کا پیرو اور مقلد رہے گا۔ اردو ادب میں اگر قصیدے کے ارتقا پر گہرائی اور گیرائی کے ساتھ تحقیقی کام ہوتا تو معلوم ہوتا کہ سوؔدا کے وسیع کینوس میں رہتے ہوئے بھی کئی عمدہ شاعروں نے اپنی اپنی شناخت کے نشان چھوڑے ہیں اور منقبتی قصائد اس کی زندہ

اور عمدہ مثالیں ہیں جس میں مدح کا زور اور عقیدت کا شور صاف سنائی دیتا ہے۔ اسی لئے نجم آفندی نے اپنے قصائد کے مجموعہ کے تعارف میں لکھا کہ ''یہ مجموعہ جو پیش کیا جارہا ہے، دو چیزوں سے مرکب ہے۔ مذہب اور شاعری۔ میں نے کوشش کی ہے کہ شاعری سے کوئی مفید کام لوں اور مذہب سے وہ چیز چن کر پیش کروں جس سے تعلیم یافتہ طبقہ کو وحشت کے بجائے اُنس پیدا ہو۔''

راقم نے نجم آفندی کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کلام کو کائنات نجم میں جمع کیا اُس کی مجموعی تعداد (12752) اشعار پر مشتمل ہے۔ ان شعروں میں ایک شعر بھی کسی بادشاہ، حاکم، رئیس، شہزادے یا امیر کی مدح اور شان میں نہیں۔ اردو ادب کا کوئی بھی عظیم شاعر میری نظر میں نہیں جس کے پاس کسی نہ کسی کی مدح میں اشعار نہ ہوں۔

نجم آفندی خود لکھتے ہیں۔ ''میں نے قصیدہ کی صنف میں ایک جدید شاہراہ بنائی ہے، مگر اپنی کم علمی اور بے مایگی کی وجہ سے اس مقصد کی تکمیل پر قادر نہیں اور نہ اس قومی اور تبلیغی خدمت کو بہ حُسن وخوبی انجام دے سکتا ہوں۔ نظم میں ائمہ معصومینؑ کے کریکٹر کی اشاعت کے لئے بڑے دل و دماغ رکھنے والے انسان کی ضرورت ہے اور مجھے یقین ہے کہ قوم کے نوخیز شعرا مجھ سے کہیں بہتر اس مفید خدمت کو انجام دے سکیں گے۔''

نجم آفندی نے ان دوتین جملوں میں اپنی شاعری کے پورے مشن کو بیان کردیا۔ اسی کو دریا کو کوزہ میں بند کرنا کہتے ہیں۔ شاید اسی لئے کہا تھا۔

سب فلسفۂ حیات کہہ دیتا ہوں — اک حرف میں کائنات کہہ دیتا ہوں
شاعر ہوں مجھے دماغ تفصیل کہاں — سو بات کی ایک بات کہہ دیتا ہوں

نجم پہلے تو اپنی شاعری کو ایک قومی اور تبلیغی خدمت سمجھتے تھے۔ وہ اسلام کی برگزیدہ ہستیوں یعنی محمدؐ وآل محمدؐ کے اخلاق وکردار کی تشہیر سے انسانیت کے اقدار کو سنوارنا چاہتے تھے، لیکن یہ بھی جانتے تھے کہ یہ کام نئی نسل کے بڑے دل و دماغ رکھنے والوں کے ہاتھ ہونا چاہیے، کیونکہ بقول اقبالؔ ع: اس کو کیا سمجھے بے چارہ دورکعت کا امام۔ خلق عظیم کے گھرانے کے اخلاق سے ملّت کی تعمیر نجم کا مقصدِ شاعری تھا، اور اسی لئے نجم نے کہا ہے:

ہے ایک کیفیت میں رواں اپنا کارواں
کیوں نجم منقبت کو نہ بانگِ درا کہے

یہ طرز مدحت عظیم شاعروں کے پاس بھی نہیں، چنانچہ نجم کی تعلّی بالکل بجا ہے۔

نغمۂ منقبت میں نجم ہیچ ہے میرے سامنے حُسنِ بیانِ فرخّی زورِ کلام انوری

اور اسی عبادت میں نجم نے ستّر برس گزارے اور دن رات اور آخری نفس تک سلسلۂ مدح جاری رہا۔

رہا محروم دو دن بھی جو شغل مدح گوئی سے اُسے اے نجم میں اپنے گناہوں کی سزا سمجھا

———————

رہے خالی جو فکرِ منقبت سے ذکرِ مولاؑ سے وہ لمحے زندگی کے نجم ہم نے رائیگاں سمجھے

علیؑ اور اولادِ علیؑ کی مدح سرائی کو زمزمۂ ثنائے رسول عربی اور خدا متعال جانتے ہیں۔

علیؑ کی منقبت سے فکر بیگانہ رہی جس کی خدا جانے وہ حمد و نعت کا مفہوم کیا سمجھا

———————

مدحت نہ کی علیؑ کی گر آخری نفس تک یہ مرگ شاعری ہے اور خبطِ شاعرانہ
ہر شجرۂ تصوّف اس تک پہنچ رہا ہے لیکن کہی کسی نے یہ بات منصفانہ
جب حق کا مسئلہ ہو ڈرتا نہیں کسی سے ورنہ میری روش ہے اکثر مصالحانہ

نجم کی منقبت نے منقبتی محافل ومجالس میں ایک نیا انقلاب برپا کردیا۔ یہ طرز بیان صرف مدح و ثنا کی مبالغہ آفرینی، جسے قصیدوں میں مستحسن سمجھا جاتا تھا۔ یہاں صرف جذبات اور عقیدتوں کا ہجوم نہ تھا بلکہ قوم جو طاغوتی حکمرانوں کے جبر سے اپنی عزّتِ نفس اور مطمئن ضمیر کو کھو چکی تھی اور ایک مسلسل کنفوژن سے دوچار تھی، اسے اپنے کھوئے ہوئے منصب پر واپس لانے کی کوشش تھی۔ ان اشعار میں کسی کی دل شکنی یا ماورائیت دلاسا نہ تھا بلکہ اخلاق و کردار سازی کے ساتھ ساتھ عزم و ارادہ اور استقلال کا پیغام تھا:

تقلید میری ہوتی ہے اہلِ سخن میں نجم چھایا ہوا دلوں پہ یہ رنگِ کلام ہے

———————

نجم میں نے مدحِ اہلِ بیتؑ کے ہر شعر میں　　فاضلِ طینت کی فطرت کو نمایاں کردیا

میں نجم اپنا فریضہ جانتا ہوں یہ ثنا گوئی　　مرا مقصد نہیں اظہار اپنی قابلیت کا

اردو میں ہے اے نجم مری نغمہ سرائی　　نغمہ عجمی اور نہ لہجہ عربی ہے

اسرارِ حقیقت مرے افکار ہیں اے نجم　　تفسیر مرے شعر کی پوچھو عرفا سے

فیضِ مدّاحی نے لفظوں کو عطا کی زندگی　　اک حقیقت اک تڑپ ہے نجم کے اشعار میں

ہم نجم چار روز کے مہمان ہیں مگر　　رہ جائیں گے یہ شعر و ادب کے تبرکات

جہاں تک نجم کے منقبتی قصائد کا تعلق ہے، اس میں مدحیہ قصیدہ کے تقریباً تمام تر مناسبات یعنی ممدوح کی بزرگی و عظمت، شرافت و نجابت، طہارت و اصالت، عدل وشجاعت، خلق و مروّت، خیرات وسخاوت، عدل وشجاعت، انصاف وعدالت، جاہ وجلالت، عبادت و ریاضت، حلم وحمیت، فیوض وبرکات، معجزہ وکرامات، علمیت وقابلیت وغیرہ سب پر اشعار ملتے ہیں، لیکن ان مضامین سے نجم کا دوسرا تبلیغی اور اصلاحی مضمون نکالتے ہیں اور یہی دوسرا مضمون نجم کی جدت نگاری ہے اوراسی سے نجم کی منقبت کی پہچان ہوتی ہے۔

ذیل کے چند منقبتی اشعار دیکھئے:

بشر کو معرفت حاصل نہ ہوگی ذاتِ حیدرؑ کی　　سمجھ لے کس طرح منزل آدمی گر کی
نہ ہوتی منعم و مزدور کی دنیا میں آویزش　　جو ارضِ خم پہ دنیا بات سُن لیتی پیمبرؐ کی

ہر افق پر ہے تری حُسنِ عمل کی روشنی　　تو ہی دنیا کے اندھیرے کا اُجالا اے حسینؑ
جرأت مظلوم ہو یا ہمّتِ مزدور ہو　　تو نے کھینچا تھا یہ مستقبل کا خاکہ اے حسینؑ

زاہد، سپاہی، فلسفی، حاکم، ولی، شاعر، ادیب　　کن مختلف اوصاف کا حق نے تجھے پیکر دیا
نورِ رسالتؐ سے ہوا نورِ امامت متحد　　اس اتحادِ حُسن نے قوموں کو یکجا کر دیا

ہمدم جہاں میں نور میں شامل نسب میں ایک　　کس طرح کوئی تجھ کو نبیؐ سے جدا کہے
تعمیرِ قوم بت شکنی بخشش و عطا　　کونین کیوں نہ پھر تجھے دستِ خدا کہے
ہر سانس میں ہو بوئے ولائے ابو ترابؑ　　اُبھرے جو نبض ڈوب کے یا مرتضیٰ کہے

تجھ سے ہے نامِ حرّیت تجھ سے نظامِ حرّیت　　تو ہے امامِ حُرّیت، حُر تیرا ایک لشکری

قطعہ

مولاؑ کا استغاثہ ہے ترے حافظہ میں　　مجلس کی حاضری سے منبر کی آگہی ہے
یہ قول بھی سنا ہے سلطانِ کربلا کا　　عزت کی موت اچھی ذلت کی زندگی سے

قطعہ

اگر حسینؑ نہ تخلیق کربلا کرتے　　یہ حوصلے یہ عزائم یہ دل کہاں ہوتے
خدا سے ربط نہ ہوتا بغیر ذکر حسینؑ　　اگر ہزار بھی قرآن درمیاں ہوتے

فاطمہؑ اسلام کی پیغمبری کا نام ہے　　صنفِ نسواں میں وہی پیغمبر اسلام ہے
ایسی بیٹی ہے کہ خود تعظیم کرتے ہیں رسولؐ　　کوئی کہہ سکتا ہے دنیا میں یہ مسلک عام ہے

نجم کی منقبت میں غضب کا خلوص اور قلبی تاثر ہے۔ ہر ہر لفظ شعر کا ولا کی خوشبو سے رچا بسا ہے۔ اور اسی لئے منقبت کا اثر دوآتشہ ہے۔ بقول اقبالؔ ع: دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے اقبالؔ نے بھی اپنی منقبت نما مناجات میں جو ''سپاس جناب امیرؑ'' کے عنوان سے مخزن 1905ء میں شائع ہوئی، اپنی قلبی واردات کا اظہار بتا کر کہا تھا:

امّا چہ کنم مئے تولاّ　　تند است بروں فتد ز مینا
از ہوش شدم مگر بہ ہوشم　　گوئی کہ نصیریؔ خموشم

یعنی کیا کروں! آپ کی محبت کی شراب اتنی پُرجوش ہے کہ دل کی بوتل سے باہر میرے ہونٹوں سے اُبلی پڑی ہے۔ اگرچہ میں اپنے ہوش وحواس میں ہوں لیکن لوگوں کو یہ لگتا ہے کہ میں اپنے ہوش کھوچکا ہوں۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ میں ایک خاموش منہ بند نصیری کی طرح زندگی گزار رہا ہوں۔ فارسی اردو شاعری میں سیّد انشاء اور غالبؔ نے بھی حضرت علیؑ کی منقبتوں میں یہی طرز بیانی اختیار کیا ہے۔ انشاء کی غزل کا مقطع ہے:

ساغر بکف آید و گفتد بہ وقت نزاع　　پند اُشتی کہ ساقی کوثر نمی رسد

حضرت علیؑ ہاتھ میں ساغر لے کر میرے بالیں پر آئے اور کہا کیا سمجھ لیا تھا تو نے کہ تیرے آخری وقت مدد کے لئے ساقی کوثر نہیں آئے گا۔ اس شعر میں جو طلب اور یقین کا عنصر ہے، وہ عشق کی گہرائیوں کی دلیل ہے۔ یہ عشق سطحی نہیں۔ یہ ولا اور محبت کا جذبہ اُسی وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان فنائی عشق ہوجاتا ہے۔ اِسی لئے تو عرفی خدا کا دیوانہ اور محمدؐ کا ہوشیار عاشق ہے۔ لیکن غالبؔ اور تجمؔ نے ان دو متوازی خطوں کو تیسرے خط سے ملا کر مثلث قلب کی شکل دے دی۔ تجمؔ کہتے ہیں:

بکیف مدح ہوں غالبؔ کا ہمنوا اے تجمؔ
کہ با علیؑ ولی مست و با نبیؐ ہشیار

پڑھتا ہوں میں نمازِ ولا جس پہ رات دن　　منزل ہے آسماں سے بلند اُس حصیر کی

———

نمازِ مدحت پڑھتا ہوں مودّت کے مصلّے پر　　دکھا دو تجمؔ دنیا کو یہ رتبہ ہے سخن ور کا

———

مدح میں ہے جن کی توحید و رسالت ہم زباں　　شاعری موقوف ان کی مدح پر ہوجائے گی

———

پینے کو یہاں ملتی ہے اُس ہاتھ سے واعظ　　کونین کی طاقتسے گراں جس کی ہے ضربت

———

کہتی ہے جسے فکر و نظر نہج البلاغہ　　رندوں کی زباں میں ہے وہ میخانہ علیؑ کا

———

مدح کو، سرمایہ داروں کا نہ شاہوں کا غلام　　نجمؔ بے زر ہی سہی شاعر ہے تیرا اے حسینؑ

ننگ ہے اس کا در غیر پر سجدہ کرنا　　نجمؔ اک آپ کی سرکار کا شاعر ہے حضورؐ

غدیر کے مضمون کو منقبتی چاشنی اور ع: ''بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر'' کے لہجہ میں دیکھئے:

قطعہ

بدنام مے گسار ہوں برنا و پیر میں　　اتنی پلا نہ جلسۂ عید امیرؑ میں
ساقی کسی کو نشہ میں دل مانتا نہیں　　دونوں جہاں کہیں نہ ڈبو دوں غدیر میں

بلغ کو رہبرِ ہمہ گیری بنا دیا　　بنیادِ کائناتِ امیری بنا دیا
اس لحن اُس زبان اُس آیت کے میں نثار　　قرآں کی لے کو جس نے غدیری بنا دیا

تقسیم جو ہونے لگی صہبائے غدیر　　سینوں میں حسد کے آبلے بیٹھ گئے
قرآن بھی نہ پھر حلق سے نیچے اترا　　جو پی نہ سکے ان کے گلے بیٹھ گئے

تولا کی ہوا کیسی سرور انگیز ہے ساقی　　جواہر خیز و گوہر ریز و گوہر بیز ہے ساقی
مجھے ڈر ہے کہ تا آئی نہ اس مصرعہ پہ کہہ اٹھے　　بہت پی لی ہے اس نے آج نشہ تیز ہے ساقی

خالی ہے جام نشہ نہ گھٹ جائے مہ کشو　　طاقِ ولا سے لاؤ صراحی اتار کے

خلوصِ مدح سے یہ حاصل فکر و نظر لوں گا　　یہاں راحت سے گزرے گی وہاں جنت میں گھر لوں گا
میں ہوں اُس فاتحِ اعظم کا بندہ کیا سمجھتے ہو　　علیؑ کا نام لے کر دونوں عالم فتح کر لوں گا

خواجہ دردؔ کے مصرع پر تضمین کا لطف اٹھایئے:

صوم و صلوٰۃ والے مری جستجو کریں سب میکدہ میں میری طرح ہاو ہو کریں
ڈوبا ہوا ہوں بادۂ خمِ غدیر میں دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

مدح علیؑ میں درد کی صورت گری ملی دنیا کو جو نصیب نہیں وہ خوشی ملی
مولاؑ کا نام جب کبھی آیا زبان پر ہر بار مجھ کو ایک نئی زندگی ملی

جس طرح آتشؔ نے دعویٰ محبت کیا اُسی طرح نجمؔ کی کج کلاہی دیدنی ہے:

وقف کر کے جان و دل قربان جانے کے لئے سب سے باز آیا اُسے اپنا بنانے کے لئے
یہ غدیرِخم کے میکش کو ہے ساقی سے امید روٹھ جاؤں گا تو آئے گا منانے کے لئے

اب نزع کی ہے ساعت اور لب پہ یا علیؑ ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ ''حرف آخری'' ہے

اب غلاموں میں وہ گنے نہ گنے نجمؔ آقا یہی ہمارا ہے

نجمؔ سو فیصد فطری شاعر ہیں۔ سونے پہ سہاگہ چار پشتوں سے مداحی رگوں میں دوڑ رہی تھی۔ اگر جعفرؔ فصیحؔ مرثیہ کے عظیم شاعر، منیرؔ شکوہ آبادی غزل مثنوی کے بڑے شاعر، بزمؔ غزل اور مرثیہ کے عمدہ شاعر ہیں، تو سلام، منقبت اور نوحوں کے تاجدار نجمؔ آفندی ہیں۔ نجمؔ نے ان اصناف میں شاعری کا قلم توڑ دیا۔

چار پشتوں سے مجھے حاصل ہے یہ عز و شرف نجمؔ فطرت ہے مری مدح و ثنائے مصطفیٰؐ
میرے آبا کا شرف ہے میری فطرت کا خمیر نجمؔ صدیوں سے ہے فخر مدح آل مصطفیٰؐ

نجمؔ میں ہوں خاک پائے مسند آرائے فصیحؔ مدح کی دولت ملی ہے ورثۂ اجداد سے

نجمؔ کا لہجہ منفرد ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مضامین کے لشکر جوق در جوق ان کے ذہن پر نازل ہو رہے تھے اور نجمؔ ان طائرِ خیال کو لفظوں کا پیکر عطا کر کے صفحۂ قرطاس کے آسمان میں پرواز کے لئے چھوڑتے جا رہے تھے۔ اچھوتے مضامین، صاف ستھری دلکش اور شگفتہ زبان

مصرعوں میں ترنم، الفاظ میں نغمگی اور نئے نئے الفاظ جس کا پڑھنے اور سننے والا منتظر رہتا ہو، اس خوبصورتی کے ساتھ پیش ہوتے کہ سننے والا مدہوش ہو جاتا۔ اشعار کی بندش چست اور بھرتی کے اشعار سے نظم پاک ہوتی تھی۔ مضمون کی طوالت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اپنے ادعا کو ذیل کے اشعار سے تقویت دیتے ہیں، جو قصیدوں اور منقبتوں کے جزو ہیں۔

علیؑ کو چھوڑ کر قرآن سے ہے ربط بے معنی — اٹھالے وہ ضرورت ہو جسے بے روح پیکر کی
نمازیں وقت پر واجب ولا ہر وقت واجب ہے — عبادت ہے حقیقت میں ولا آلِ پیمبرؐ کی
اسی باعث تو پھر کوئی ہوا پیدا نہ کعبہ میں — کہ بیٹی ہی نہیں تھی دوسری کوئی پیمبرؐ کی

جام منبر سے جدا ہے میثمی منبر کی شان — دار پہ ہوتی ہے تفسیر ولائے بوترابؑ

مولاؑ کو جانتے ہیں پہچانتے نہیں ہیں — آنکھوں کا دوش کیا ہے ذہنوں کی مفلسی ہے
اب خاک مل گئی ہے خاکِ درنجف میں — وہ بندگی تھی اور یہ مفہومِ زندگی ہے
میخانۂ نجف سے جنت میں پہنچتے ہیں — کیا جرم ہے محبت، جس کی سزا ملی ہے

صحابہ میں یہ تیری منزلت از روئے حکمت تھی — بقول بوعلیؔ محسوس میں معقول تھا گویا

خورشید پلٹ آیا دروازۂ مغرب سے — قانون بدلتا ہے ان کے لئے فطرت کا

نہ تھی تری حکومت میں ہوا سرمایہ داری کی — چراغ عافیت روشن تھا ہر مزدور کے گھر میں

معصوم کی آغوش میں معصوم کو لاکر دیا — دولت خدا کے گھر کی تھی دامن نبیؐ کا بھر دیا

دلوں میں بت لئے کرتے ہیں کعبہ کی نگہبانی — تمسخر کر رہے ہیں آزری پندار قدرت سے

علیؑ کہنا زباں سے کس قدر آسان ہے لیکن ۔۔۔ دلِ انساں تصور کر نہیں سکتا جلالت کا

جوشِ ولا میں تجمؔ میں چھوڑ گیا خود اپنا ساتھ ۔۔۔ حد مجھے روکتی رہی قوت اختیار کی

شبیرؑ کے ماتم میں صاحب کی محبت میں ۔۔۔ روتا ہوا عاقل ہوں ہنستا ہوا دیوانہ

حاشیتِ ہل اتا تیری غذا سے لطیف ۔۔۔ آیۂ تطہیر کی شان تیرا پیرہن

کائنات تجمؔ میں قصائد اور منقبتوں کی تعداد (81) ہے جس میں کلاسک قصائد کم اور منقبتیں زیادہ ہیں۔ اشعار کے لحاظ سب سے چھوٹی منقبت میں چھ (6) شعر اور سب سے طویل قصیدہ میں (123) اشعار ہیں۔ اردو کے نامور قصیدہ گویان میں مرزا رفیع سوداؔ کے اکثر قصائد بادشاہوں اور حکمرانوں کی تعریف میں ہیں، لیکن حضرت علیؑ اور ائمہ معصومینؑ کی مدح میں بھی قصائد اچھی تعداد میں ملتے ہیں۔ ذوقؔ کے پاس صرف ایک منقبتی قصیدہ عاشق حسین چشتی کی مدح میں ہے۔ باقی تمام قصائد شاہ اکبر ثانیؔ اور شاہ ظفرؔ کی مدح سرائی میں ہیں۔ تجمؔ آفندی کے تمام (81) قصائد آلِ محمدؐ کی شان میں ہیں۔ اگرچہ تجمؔ نے 23 سال معظم جاہ کے دربار سے تعلق رکھا۔ معظم جاہ شجیعؔ کے استاد رہے لیکن قصیدہ ایک طرف ایک مصرعہ بھی کسی کی شان میں نہیں کہا۔ شاید اردو میں ان کی کوئی مثال اور نظیر نہ ہو۔

(81) قصائد اور منقبتوں کے مجموعی اشعار کی تعداد (2365) ہے۔ اس طرح ہر منقبتی قصیدہ کے اوسط اشعار کی تعداد تیس سے بھی کم ہے۔

تجمؔ کے منقبتی قصائد کی فہرست میں سب سے زیادہ تعداد بتیس (32) حضرت علیؑ سے منسوب ہے۔ حضرت امام مہدیؑ پر دس، حضرت امام حسنؑ پر سات، حضرت فاطمہؑ، امام حسینؑ اور امام جعفر صادقؑ پر چار چار، حضرت زینبؑ اور حضرت عباسؑ پر تین تین، حضرت ابو طالبؑ، ام کلثومؑ، علی اکبرؑ، علی اصغرؑ، عونؑ اور محمدؑ پر ایک ایک منقبت نظر آتی ہے۔

تجمؔ آفندی نے قصائد میں جو خاص رجحانات اور تبدیلیوں کا رواج دیا۔ اس میں

الف: قصائد اور منقبتوں کو عنوان دیے۔

ب: اشعار کی تعداد مختصر رکھی۔

ج: سراپا، اور منسلکہ لوازمات گھوڑا، تلوار وغیرہ کو ان قصائد کا جزو نہیں کیا۔

د: مبالغہ آرائی اور استعارہ بازی سے بڑی حد تک دور رہے۔

ھ: سوائے آل محمدؐ کے کسی اور کی مدح میں قصیدہ نہ کہا۔

و: کلاسیک قصیدہ میں اجزائے ترکیبی، تشبیب، گریز، مدح اور دعا ہی کو ترتیب وار رکھا لیکن منقبت میں ان اجزا کو ترتیب وار یا پورا نہیں رکھا۔

ز: قصیدوں کو تبلیغی مقاصد اور قومی اقدار کو جگانے کے لئے استعمال کیا۔

ح: حرف حق کہنے میں قصیدوں میں کھرے اور صاف الفاظ لکھے۔

ط: کسی کی ہجو یا توہین یا دل آزاری نہ کی۔

ی: مطلعوں کو آسمانِ قصیدہ کا مطلع فجر بنایا جو نجم کے آسمان سخن پر راہ نوردی انجم کی شکل میں باقی رہے گا۔

اچھے قصیدہ کی ایک پہچان اس کا مطلع اور زیب مطلع یا حُسن مطلع ہوتا ہے۔ عربی فارسی کے شعراء کے علاوہ اردو قصیدوں میں سوداؔ کے پاس یہ ہنر نظر آتا ہے اور اسی ہنر کو میر انیسؔ بخصوص مرزا دبیرؔ نے اپنے مرثیوں کے مطلعوں میں صرف کیا۔ ایک عمدہ نادر الکلام کا شاہکار شعر جب پہلے شعر کی صورت میں شاعر کی زبان سے جاری ہوتا ہے، تو وہ سننے والوں کے اذہان کو مکمل طور پر متوجہ اور محصور کر لیتا ہے اور اس طرح فوراً شعری کیفیت اور اس کا تاثیری اثر برق کی طرح محفل پر ہوتا ہے اور پھر سننے والوں کے منہ سے تحسین و آفرین کے واہ واہ، رعد کی طرح گرجنے لگتے ہیں۔ اس مقام پر ہم نجم کے منقبتی قصائد کے مطلعوں سے ذہن میں سحر کی روشنی، احساسات میں سحر آفرینی اور فکر و خیال میں بالیدگی کی نشو و نما کر رہے ہیں۔

ذوقِ طاعت چاہتا ہے ایک سجدا اے حسینؑ   میں کہاں ڈھونڈوں تر انقشِ کفِ پا اے حسینؑ

پائی نہ تھی قرآں نے ابھی صورتِ فرمان   بے چین تھا ادھ بیچ میں تطہیر کا اعلان

یہ بارگہِ عرش نشاں منزلِ عظمت　　صدیوں سے ہے میخانۂ اربابِ مودّت

———

نمودِ عالم ہُو تھی فضائے تیرہ و تار　　نہاں تھے کتم عدم میں چراغ وشمع وشرار

———

فطرت خدا کے راز اگر برملا کہے　　غنچہ کھلے چمن میں تو یا مرتضٰی کہے

———

جب توجہ آنے والے کی اِدھر ہوجائے گی　　دل کو دل سے راہ ہوتی ہے خبر ہوجائے گی
نہ ہوں مغرور نظریں وہم عرفانِ حقیقت سے　　بہت جلوے ہیں پوشیدہ ابھی چشم بصیرت سے

———

زمانہ جنگ کا ہے مسئلہ زور آزمائی کا　　مئے لاسیف سے بھرتا ہوں ساغر لافتائی کا

———

ساقی کی ایک نظر سے اسرارحق ہیں روشن　　آج اپنا میکدہ ہے جبریل کا نشیمن

———

ثنائے ثانی زہرا میں کیا کروں تحریر　　کہ خامہ لکھتا ہے ہر پھر کے آیۂ تطہیر

———

اس ذات کی مدحت میں رواں مراقلم ہے　　پہلا بھی اور آخر بھی جو مولودِ حرم ہے

———

سنی مدح علی ہم نے ستاروں کی زبانوں سے　　خراجِ منقبت آیا زمیں پر آسمانوں سے

———

زبان کلک سے آواز بسم اللہ کی آئے　　سخن کے شہپروں سے جب صدائے یا علی آئے

———

نقابِ رُخ ہٹی ایمان کے عہد منوّر کی　　جدارِ کعبہ شق ہوکر اِدھر سرکی اُدھر سرکی

———

عالم خلق پہ چھائی ہوئی وہ کن کی صدا　　رُخِ ہستی سے وہ غیبت کا سرکتا پردا

حمد کی تحریک ہے جس میں وہ منظر دیکھئے　　حُسن اکبرؑ مصرفِ اللہ اکبر دیکھئے

رفعت ترے کلام کی عرش آشنا ہے نجم　　کھیلی ہے فکر دامنِ برق و سحاب میں

حُسنِ حسنؑ کی مدح میں گزرے اگر حیات　　ہر روز روز عید ہو ہر شب شبِ برأت
داستاں اصغرؑ کی ہے تفسیر قرآن کریم　　اس کی انگلی کا اشارہ ہے صراطِ مستقیم

شعبان وہ اسلام کا ممدوح مہینا　　تقویم کی خوش وضع انگوٹھی پہ نگینا

ایک ترا جمال ہے رونق بزمِ عنصری　　تیری ضیا سے ضوفگن قصرِ دوازدہ دری

پردہ تھا اک ازل کا زمیں تھی نہ آسماں　　پردہ کا لفظ بھی رُخِ معنی پہ ہے گراں

حُسن کی ہے جلوہ گاہ عشق میں ہوں نعرہ زن　　ہیں مرے صوم و صلوٰۃ ذکرِ حسینؑ و حسنؑ

مسکراتے ہیں نبیؐ کعبہ کا حاصل دیکھ کر　　صورت و سیرت میں خود اپنا مقابل دیکھ کر

جب سے درِ علیؑ پر فخر گدا گری ہے　　پیشی میں دست بستہ دنیا کھڑی ہوئی ہے

تو لا آج کیوں ہنگامہ زا ہنگامہ پرور ہے　　یہ کس وحشی کی آمد سے درِ زنداں پہ محشر ہے

ہوئی مصروف راحت لیلیِ شب لے کے انگڑائی خدیو ماہ ہارا شاہ مشرق نے ظفر پائی

اس گفتگو کے آخری حصہ میں ہم قصیدہ مدحیہ یا منقبتی کے آخری جزو "عرض مطلب و دعا" پر روشنی ڈال کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں گے کہ تجمؔ آفندی نے، چونکہ منقبت بزرگان دین کی مدح اور شان میں ہوتی ہے اور یہاں دعا دی نہیں جاتی بلکہ دعا کی اور مانگی جاتی ہے اور زیادہ تر عرض مطالب بیان کیے جاتے ہیں، اپنی جداگانہ روش کو برقرار رکھا۔ چنانچہ تجمؔ آفندی فنا فی رسولؐ اور فنا فی علیؑ تھے۔ ان کے مسلکِ فکر میں مولا علیؑ کا زرّین قول "اے خدا میں نے نہ جنت کی لالچ میں اور نہ دوزخ کے ڈر سے تری عبادت کی بلکہ تجھے عبادت کے لائق جان کر تیری پرستش کی" نے قصیدہ نگاری کو مطلب پرستی سے دور رکھا۔ ان آخری اشعار اور مقامات میں تجمؔ نے اپنے شاعر اہل بیتؑ ہونے پر مختلف انداز سے فخر کیا ہے اور اسے سب سے عظیم سرمایۂ حیات جانا ہے۔

اے تجمؔ میں ہوں شاعرِ دربارِ رسالتؐ کیا شک ہے کسی کو مری تصویر کشی میں

تجمؔ اپنی زندگی ہے وقفِ مدحِ اہلِ بیتؑ شاعرِ سرکارِ اہلِ بیتؑ کہلاتے ہیں ہم

شاعر ہیں اہلِ بیتؑ رسالت پناہ کے اٹھا یہ شور تجمؔ جو مجلس میں آگئے

سرکارِ اہلِ بیتؑ کا شاعر بنا دیا اب اور تجمؔ طالعِ بیدار کیا کریں

شاعر ہوں اہلِ بیتؑ کا میں تجمؔ دلفگار پہچانتے ہیں کشتۂ راہِ خدا مجھے

تجمؔ اسی کے فیض سے شاعر اہلِ بیتؑ ہوں دین کے آفتاب کی یہ بھی ہے ذرّہ پروری

تجمؔ میں وہ شاعرِ دربارِ اہلِ بیتؑ ہوں غم نے چھانٹا ہے مجھی کو فردِ کامل دیکھ کر

تجمؔ نے اپنے کلام میں دنیاوی آرام و آسایش کی دعا نہ کی۔ کلام کی تاثیر اولاد کی صحیح ہدایت

کے علاوہ عقبیٰ کے منازل کا بھی زیادہ سودا اس لیے نہیں کیا کہ وہ اسے اپنا حق سمجھتے تھے اور عشق کے فلسفہ میں اسے مستحسن قرار دیا جاتا ہے۔ ہمیں معلوم ہے فقیر پیسے مانگتے ہوئے عاجزی کرتا ہے لیکن بیٹا طلب کرتا ہے۔ جتنا قریبی عشق اور واسطہ ہوگا طلب اتنی ہی شدید ہوگی۔ آیئے دیکھتے ہیں نجم نے عرض مطالب کی جگہ عرض داشت میں کیا کیا لیا اور دیا ہے۔

ڈوبا ہوا اے نجم جو ہو عشقِ علیؑ میں   دنیا میں اسے کیا خبر سود و زیاں ہو

صلہ میں خلد وہ دیں گے تو نجم کہہ دیں گے   تمھارے نقش قدم پر نثار کرتے ہیں

خود پرستی رفتہ رفتہ حق پرستی بن گئی   نجم آخر شاعرِ آلِ پیمبرؐ ہوگئے

مقدس بانکپن اے نجم میرے تاجِ مدحت کا   کلاہِ خسروی میں ہے نہ دیہیم کیانی میں

بہرِ نجات نجم کہوں کیوں حسینؑ سے   شاعر ہوں اہل بیتؑ کا صورت سوال ہے

عطا کی میرزائی نجم کو پھر مدح کی نعمت   کیا ممتاز قدرت نے زبان میرؔ سے پہلے

اے نجم سوال آئے اگر لطف و کرم کا   مولاؑ کی زبان پر کبھی لا ہو نہیں سکتا

اے نجم منقبت ہو اس وقت بھی زباں پر   جب نزاع کی ہو ساعت عالم روا روی کا

نجم کیا معلوم کس کا شعر انھیں آئے پسند   مدحِ اہل بیتؑ پر نازش خیال خام ہے

دنیا میں وقت نجم کا اچھا گزر گیا   مولاؑ کے غم میں غم تو خوشی میں خوشی رہی

اے نجم یہی شاید عنوانِ سفارش ہو امید تو ہے اتنی آقا کی تولا ہے

میں نجم اپنا فرض سمجھتا ہوں منقبت ناداں ہے دل جزا کا جو اُمید وار ہو

نجم ہو اگر نسبت اسوۂ حسینیؑ سے ایک شعر مدحت میں خلد کا قبالا ہے

حاجی ہو کوئی حافظِ قرآن ہو کوئی کچھ بھی نہیں علیؑ سے محبت اگر نہیں

شعورِ مدح بزرگوں کا فیض ہے اے نجم زہے نصیب یہ اعزاز خاندانی ہے

تری مدحت کے جادے پر یہ فکرِ نجم کی حد ہے حق آگاہی تری منزل ید الٰہی ترے تیور

یقیناً نجم زندہ ہیں اور ان کا کلام پائندہ ہے۔ اسی لئے نجم نے کہا تھا:

شاعر ہوں جن کا نجم وہ ہیں وجہ کائنات ممکن ہے تا ابد مرا نام و نشاں رہے

ہم نجم چار روز کے مہمان ہیں مگر رہ جائیں گے یہ شعر و ادب کے تبرکات

○

منقبتی رباعیات

(1)

جلوہ سے ہوا عالمِ امکاں آباد — عالم نے کہا جلوۂ جاناں آباد
پیدا جو ہوئے خانہ کعبہ میں علیؑ — کعبہ نے کہا خانۂ احساں آباد

(2)

کس شان سے دامنِ رسالتؐ میں کِھلا — ایسا کوئی گُل نہ باغِ جنّت میں کِھلا
تامہدیؑ دیں علیؑ کی خوشبو نکلی — جو پھول بھی گلشنِ امامت میں کِھلا

(3)

اللہ کے گھر میں آنے والا آیا — دیوار کو در بنانے والا آیا
کہہ دو اصحابِ کہف سے جاگ اٹھیں — سوتی دنیا جگانے والا آیا

(4)

دنیا میں خدا کا دین لانے والا — قرآن کا وہ حسین لانے والا
اللہ کے گھر سے ڈھونڈھ کر لاتا ہے — سب سے پہلا یقین لانے والا

(5)

کیا بازوئے مصطفیؐ نے پائیں آنکھیں — مولودِ خدا شناسِ حق ہیں آنکھیں
دیکھی تو نبیؐ کی پہلے صورت دیکھی — اسلام کی روشنی میں کھولیں آنکھیں

(6)

ہر جان و دل علیؑ مہ عید ہوا — سنتے ہیں یہ دور قابل دید ہوا
پتی پتی نہ کیوں ہو جنت بہ بغل — کھلتے ہی یہ گل بہارِ توحید ہوا

(7)

ہے امن و اماں کا گھر وطن کی صورت   دنیا میں ہے جنت کے چمن کی صورت
اسلام کو دامن میں علیؑ نے اپنے   پالا ہے حسینؑ اور حسنؑ کی صورت

(8)

دین و دنیا میں کار فرمائی لی   بندوں میں خدا سے شانِ یکتائی لی
آمد سے نبیؐ کی یا علیؑ حق چونکا   تم آئے کہ اسلام نے انگڑائی لی

(9)

بے پردہ ہوئی کلی کلی کی خوشبو   اللہ کے آیاتِ جلی کی خوشبو
ایمان کا جب غنچۂ بے داغ کھلا   پتی پتی میں تھی علیؑ کی خوشبو

(10)

دنیا کو یہ آفتاب دینے والا   فردوس کو یہ شباب دینے والا
وہ کون ہے اور اگر یداللہ نہیں   اٹھے تو کوئی جواب دینے والا

(11)

انصاف سے دل کو تھام لیتے ہیں نبیؐ   حق کے لفظوں سے کام لیتے ہیں نبیؐ
آیا جب سامنے فضیلت کا سوال   آخر کو علیؑ کا نام لیتے ہیں نبیؐ

(12)

واعظ مجھے معلوم ہے جوہر تیرا   کیا دور ہے فردوس میں ہو گھر تیرا
کوثر کی ہے تشنگی تو لے یہ بھی سہی   ساقی میرا ہے اور کوثر تیرا

(13)

دنیا میں کہاں علیؑ سا انساں پیدا   ہوش آتے ہی کیا کیا ہوئے ساماں پیدا
پہلے یہی مادر نے خبر دی ہوگی   کعبہ میں ہوئے تھے تم مری جاں پیدا

(14)

جو پھول کھلا تیری محبت میں کھلا   دنیا میں کھلا کہ باغ جنت میں کھلا
کعبہ کے چمن سے جا کے لے آئے نبیؐ   اسلام کا گل علیؑ کی صورت میں کھلا

(15)

ہوتی ہے جو کچھ اس کی رضا دیتا ہے کیا چاہیے کیا لیتا ہے کیا دیتا ہے
پیدا ہوتا ہے اپنا کعبہ میں امام بندے لیتے ہیں اور خدا دیتا ہے

(16)

توصیفِ علیؑ کسی کا مقدور نہیں اس باب میں بحث ہم کو منظور نہیں
خود وجہہ خدا نقشِ خدا کہتے ہیں نزدیک نصیریت سے ہیں دور نہیں

(17)

میخانہ وحدت سے منگالے کوئی یا پھر مرا ظرف آزمالے ساقی
اب ساقیٔ کوثر پہ جمی ہیں نظریں ساغر میرے آگے سے اٹھالے ساقی

(18)

کوئی تو خفی کوئی جلی کہتا ہے مولاؑ ہے مرا یہ ہر ولی کہتا ہے
سنتے نہیں تم یہ ہے ساعت کا قصور غنچہ کھلتے ہی یا علیؑ کہتا ہے

(19)

وہ صوم و صلوٰۃ کی ہے منزل ساقی گم صم ہیں جہاں زاہدوں کے دل ساقی
ھوحق ہے یہاں جشن ہے بیداری ہے رندانِ بلا کی ہے یہ محفل ساقی

(20)

سر جھکتے ہیں سب کے سربلند اتنا ہے حیراں ہے زمانہ فتح مند اتنا ہے
اللہ نے نام دے دیا ہے اپنا بندہ ہے مگر اس کو پسند اتنا ہے

(21)

ہر قوم کی نظروں میں گرامی ہیں علیؑ اک عام برادری کے حامی ہیں علیؑ
اس وقت کا اتحاد ہے اس کا گواہ دنیا میں اخوت کے پیامی ہیں علیؑ

(22)

دیتی ہے حدیث یہ گواہی ساقی ہے ذکر ترا یادِ الٰہی ساقی
اب کیا دے گا کوئی نصیری کا جواب ایمان کا حافظ ہے خدا ہی ساقی

(23)

غافل سُن جائیں باخبر کی باتیں — بے کار ہیں سب اِدھر اُدھر کی باتیں
مولودِ حرم نبیؐ کی آغوش میں ہے — بندے پوچھیں خدا کے گھر کی باتیں

(24)

سُن آئے ہیں خود نبیؐ وصی کی آواز — معمورۂ عرش پر علیؑ کی آواز
رکھتے نہیں گوش ہوش مومن اے نجم — دل کی دھڑکن میں ہے کسی کی آواز

(25)

مولود علیؑ سا جب کہ پائے کعبہ — پُر نور سے کیوں نہ جگمگائے کعبہ
اللہ یہ اہتمام مہمانیٔ دوست — صدیوں پہلے پڑی بنائے کعبہ

(26)

وہ کون ومکاں کا رازِ ایجاد آیا — وہ مالکِ عزّتِ خدا داد آیا
لاریب خدا نہیں وہ لیکن بخدا — بھولے ہوئے بندوں کو خدا یاد آیا

(27)

دل میرا امامِ ازلی کہتا ہے — سرچشمۂ آیاتِ جلی کہتا ہے
اس وقت کی کشمکش نہ پوچھو مجھ سے — جب کوئی خدا کوئی علیؑ کہتا ہے

(28)

حق کے چہرے پہ جگمگاہٹ آئی — دیوار میں در کھلنے کی آہٹ آئی
آنے والے کی شان اللہ اللہ — کعبہ کے لبوں پہ مسکراہٹ آئی

(29)

الفاظ نے کونین کی پہنائی لی — معنی نے اجازتِ پذیرائی لی
پیدا جو لسانِ حق ہوا کعبہ میں — اسلام کے پیغام نے انگڑائی لی

(30)

انسان سمجھ سکے گا کیا شانِ علیؑ — ہے نفسِ خدا خطاب شایانِ علیؑ
پورا قرآن لے کے آئے ہیں مگر — جبریل کو حاصل نہیں عرفانِ علیؑ

(31)

کرتا ہے قوی ، دل کو خیالِ حیدرؑ
تاریخ ہے محرومِ مثالِ حیدرؑ
بدر و احد و خندق و خیبر کی قسم
قدرت کا جلال ہے جلالِ حیدرؑ

(32)

شمشیر تری جنبشِ ابروے نبیؐ
تھی تیری سپر حلقۂ گیسوئے نبیؐ
ظاہر ہے محمدؐ کی شجاعت تجھ سے
اے صلِ علیٰ قوتِ بازوے نبیؐ

(33)

لے کر درِ دولت کا سہارا اترا
پاکر یدِ قدرت کا اشارا اترا
اللہ رے زہراؑ کی عبادت کا شرف
تسبیح بنانے کو ستارہ اترا

(34)

دل رازِ حیات پاگیا ہے ساقی
اک جام خودی مٹا گیا ہے ساقی
رندوں کے سب اختلاف مٹ جائیں گے
شہزادۂ صلح آگیا ہے ساقی

(35)

پھر تحفۂ صد زخم جگر لیتا ہوں
اک صبر کی سِل سینہ پہ دھرتا ہوں
یاد آتا ہے جب اسوۂ زیبائے حسنؑ
میں اہلِ جفا سے صلح کرلیتا ہوں

(36)

آخر پھر وقتِ ناؤ نوش آہی گیا
وہ سبز قبا زلف بدوش آہی گیا
للہ پھر اک جام عطا کر ساقی
صدقہ ہونے کو اس پہ ہوش آہی گیا

(37)

یہ فکر و نظر کا کیا محل ہے ساقی
واعظ کے دماغ میں خلل ہے ساقی
پیتا ہوں مئے ولا بتقریبِ حسنؑ
واللہ یہ احسن عمل ہے ساقی

(38)

کعبہ کی قسم جادۂ حق ملتا ہے
مفہومِ غم و رنج و قلق ملتا ہے
ہر دور میں ہوتی ہے عزائے شبیرؑ
ہر قوم کے انساں کو سبق ملتا ہے

(39)

مسلم سمجھیں حسینؑ کا ہے جو مقام — ہر قول و عمل ہے اک الٰہی پیغام
ایثار اسی کا ہے نظامِ اخلاق — کردار اسی کا ہے متاعِ اسلام

(40)

کاشانۂ دل کو جگمگا دیتا ہے — پروانۂ حُریت بنا دیتا ہے
یہ نامِ حسینؑ ایک مظلوم کا نام — بنیادِ حکومت کو ہلا دیتا ہے

(41)

شاہنشہ مشرقین کہنا ہی پڑا — اسلام کے دل کا چین کہنا ہی پڑا
دنیا نے بہت کلمۂ حق ضبط کیا — پھر چیخ کے یا حسینؑ کہنا ہی پڑا

(42)

اسلام کے پیشوا امام جعفرؑ — ایمان کے رہنما امام جعفرؑ
اک سجدہ منفرد کی حسرت ہے مجھے — مل جائے جو نقشِ پا امام جعفرؑ

(43)

وہ عارف خشک و تر امام جعفرؑ — ایمان کے راہبر امام جعفرؑ
اربابِ تصوف کو ہے نسبت ایسی — ہر دل میں ہیں جلوہ گر امام جعفرؑ

(44)

اے صلِ علیٰ شان امام جعفرؑ — سب کو نہیں عرفان امام جعفرؑ
پہنچے گی کہاں تک نظر اہلِ زمیں — تا عرش ہے ایوان امام جعفرؑ

(45)

دل موسیٰ کاظم ترا شیدائی ہے — اسلام نے تجھ سے تازگی پائی ہے
موسیٰ کو سرِ طور تھی جلوہ کی تلاش — جلوہ تری نظروں کا تماشائی ہے

(46)

دنیا میں غمِ عشق ہے ہم سے قائم — ہم ہیں غمِ عشق کے کرم سے قائم
اس مقصدِ کونین کا دم بھرتے ہیں — کونین ہیں جس کے دم قدم سے قائم

(47)

کاشانۂ قلب میں اترنے والا فطرت کے حدود سے گزرنے والا
میں ہوں خاموش بے زباں ہے مرا دل آخر یہ ہے کون بات کرنے والا

(48)

کتنے میکش ہیں آزمالے ساقی منہ پر ہیں بہت نقاب ڈالے ساقی
تلوار کی نوک سے الٹ دے پردے آجا مرے ذوالفقار والے ساقی

(49)

منزل پہ ہے اب رقصِ رگِ جاں دیکھو اکھڑی ہوئی سانسوں کو غزل خواں دیکھو
ہے جشنِ ولادتِ امام آخرؑ دیکھو مری آنکھوں میں چراغاں دیکھو

(50)

مہدی کے ظہور حق کی ساعت ہوگی انسان کی صورت میں مشیت ہوگی
دیدار کا مسئلہ بجا ہے لیکن کچھ حشر سے پہلے یہ قیامت ہوگی

(51)

دنیا پہ نئی شان سے چھائے گی نماز ہر آنکھ میں ہر دل میں سمائے گی نماز
سمجھے گا امامت کو زمانہ اس دن جس دن یہ نبوت کو پڑھائے گی نماز

(52)

مشکل ہے دو آتشہ تو ہلکی ہی سہی رنگیں نہ سہی شراب سادی ہی سہی
مینائے ظہور مانگنے آئے تھے خمخانہ غیبت کی گلابی ہی سہی

(53)

افسانہ درد تشنگاں آپہنچا تا گنگ و جمن یہ کارواں آپہنچا
عباسؑ کے ہاتھوں کا سہارا لے کر اسلام کہاں تھا اور کہاں آپہنچا

(54)

ہمنام خدا نبیؐ کی خوبو والا حمزہؓ کی طرح سے زوربازو والا
دونوں عالم ہیں دونوں زلفوں کے اسیر کس گھر کا چراغ ہے یہ گیسو والا

(55)

دنیا کو یہ حال زار معلوم نہیں   ایسا کوئی غم زدوں میں مغموم نہیں

اولاد نہ تھی جو کرتیں بھائی پہ فدا   کلثوم کی طرح کوئی مظلوم نہیں

(56)

اے نسل علی رتبۂ اُمِ کلثوم   اسرارِ خدا بشر کو ہوں کیا معلوم

معصوموں کی فہرست میں شامل بھی نہیں   اور اس پہ یہ عالم ہے کہ بالکل معصوم

(57)

تلوار کا رخ پسند کرنے والے   کونین کو درد مند کرنے والے

ہر عہد میں سر جھکیں گے چوکھٹ پہ تری   انسان کو سر بلند کرنے والے

(58)

یہ راہِ خدا میں کد و کاوش تیری   وہ حیرت ہر نگاہ کوشش تیری

اسلام پہ اے حسینؑ یہ واجب ہے   کرتا رہے تا حشر پرستش تیری

(59)

مظلوم کا غم چین کہاں لیتا ہے   کیا کیا عوض ضبط فغاں لیتا ہے

سینوں سے تڑپ کے دل نکل آتے ہیں   جب صبر حسینؑ چٹکیاں لیتا ہے

(60)

کیا شورِ فغاں جہانِ اسلام میں ہے   تاثیر عجب حسینؑ کے نام میں ہے

یہ لطف ہے راہِ حق میں جانبازی کا   دنیا بے چین اور وہ آرام میں ہے

(61)

ایسا کوئی دردِ آشنا پھر نہ ملا   دنیا کو شہیدِ کربلا پھر نہ ملا

لاکھوں گزرے حسین اے بنتِ نبیؐ   جیسا ترا حسینؑ تھا پھر نہ ملا

(62)

رتبے جو بڑے ہوئے ہیں گھٹ جائیں گے   نااہل جگہ چھوڑ کے ہٹ جائیں گے

جس روز وہ غیبت کا حجاب اٹھے گا   چہروں سے بہت نقاب الٹ جائیں گے

(63)

حق کی قوت سے کام لینا ہوگا ہم دیتے ہیں جو پیام لینا ہوگا
گرتا ہوا یوں کوئی نہ سنبھلا اب تک دنیا کو علیؑ کا نام لینا ہوگا

(64)

کس وہم حیات میں ہے محرومِ حیات وابستہ ظہور سے ہے مقسومِ حیات
جس دن وہ پیمبرِ حیات آئے گا اس روز بدل جائے گا مفہومِ حیات

(65)

وہ حاصلِ انتظام آنے ہی کو ہے وہ مصلحِ روزگار آنے ہی کو ہے
ہیں قوم میں کچھ اس کے سپاہی تیار اب وارثِ ذوالفقار آنے ہی کو ہے

(66)

ملت ہے بہت مرتبہ دانِ عباسؑ معلوم بھی ہے عزت و شانِ عباسؑ
ایثار بھی ہے وفا بھی خود داری بھی کیا صرف علم ہی ہے نشانِ عباسؑ

(67)

دنیا میں نیا جہاں بسالے آجا آجا خضرا کے بسنے والے آجا
منظور ہے قتلِ عام حاضر ہیں یہ سر تلوار لیے عبا سنبھالے آجا

(68)

پہلو میں کسی کے دل رہا ہے دیکھو اک نور سے نور مل رہا ہے دیکھو
آغوشِ نبیؐ میں مسکراتے ہیں حسینؑ دیکھو وہ پھول کھل رہا ہے دیکھو

(69)

جو میری طرح علیؑ کا دم بھرتا ہے کس عالمِ حیرت میں بسر کرتا ہے
اللہ تو کہنے کا نہیں ہوش میں ہوں بندہ کہتے ہوئے بھی جی ڈرتا ہے

(70)

کس نے جز ختمِ مرسلینؐ پہچانا ہم نے تم نے کبھی کہیں پہچانا
مولاؑ کو خدا کہا نصیری نے اگر اتنی سی خطا ہے کہ نہیں پہچانا

(71)

میں تولا سے عبادت کا بھرم رکھتا ہوں — درد دل سوز جگر دیدۂ نم رکھتا ہوں
دل کی قوت کے لیے ذکر خدا سے پہلے — یا علیؑ کہہ کے مصلے پہ قدم رکھتا ہوں

(72)

کرتا ہوا ورد یا علیؑ جاؤں گا — مرنا کیا میں اور جی جاؤں گا
دشمن مجھے زہر دے کے دیکھے تو ذرا — ساقی ترا نام لے کے پی جاؤں گا

(73)

ہر دور میں حیدریؑ رہے ہیں ساقی — تیری ہی ولا میں جی رہے ہیں ساقی
نشہ کبھی دم بھر کو اترنے نہ دیا — چودہ سو برس سے پی رہے ہیں ساقی

(74)

دنیا سے بصد زندہ دلی اٹھتا ہوں — غم کیا ہے مجھے خوشی خوشی اٹھتا ہوں
محفل یہ فضائل کی ہے اے موت ٹھہر — میں ذکرِ علیؑ سن کے ابھی اٹھتا ہوں

(75)

بندوں پہ خدا کا فضل کیا کیا نہ ہوا — رتبہ یہ بجز علیؑ کسی کا نہ ہوا
اعزاز بہت ملے رسولوں کو مگر — کعبہ میں کوئی رسولؑ پیدا نہ ہوا

(76)

میں اور ترا واقفِ اسرار بنوں — کیوں عشق میں یا علیؑ خطا کار بنوں
تو عین خدا ہے کیا یہ رتبہ کم ہے — کیوں تجھ کو خدا کہہ کے گنہگار بنوں

(77)

سب عید کے دن بُرے بھلے ملتے ہیں — کیا کیا جھک جھک کے من چلے ملتے ہیں
بے جا ہے تو در گزر کریں گے مولاؑ — ہم آج نصیری سے گلے ملتے ہیں

(78)

تھا ایک ضرور ناؤ کھینے والا — ہے نامِ محمدؐ کوئی لینے والا
اللہ ہے بے نیاز الفاظ و صدا — یہ کون تھا کُن کا حکم دینے والا

(79)

دیوار کا منشا ہے کہ در سے آئیں   جائیں کہ بشر کسی کے گھر سے آئیں
اے بنتِ اسد شق ہے جدارِ کعبہ   گھر جس کا ہے وہ چاہے جدھر سے آئیں

(80)

پڑھتا ہوا اللہ کا فرمان آیا   یہ کون نبیؐ کا جان پہچان آیا
قرآن اترا ہے جن پہ ان سے پوچھو   پہلے کس کی زباں پہ قرآن آیا

(81)

گرتی ہوئی عظمت کو سنبھالا جس نے   لکھوا لیا قدرت سے قبالا جس نے
کعبہ اس کا ہے کعبہ والا اس کا   اصنام کے قبضہ سے نکالا جس نے

(82)

دنیا میں علیؑ نئی سحر لائے ہیں   قرآں کی زبانِ معتبر لائے ہیں
جبریلؑ کے آنے سے بہت دن پہلے   بھائی کی رسالت کی خبر لائے ہیں

(83)

اس دور کا ساغر بھی ہرا ہو ساقی   صہبائے مودت سے بھرا ہو ساقی
مئے جام میں آچکی ہو جب موت آئے   سینہ پہ مگر جام دھرا ہو ساقی

(84)

آغوش نبیؐ میں مسند آرا ہیں حسنؑ   اے مصحفِ حُسن پہلا پارا ہیں حسنؑ
کیا سمجھے گا ان کی قدر و قیمت کوئی   زہراؑ کے تبسم کا سہارا ہیں حسنؑ

(85)

ہے عینِ شباب پر وفورِ غیبت   دینے کو ہے لو چراغ طورِ غیبت
غیبت سے نہ کیوں ہوگا ظہورۂ جلوہ   جلوہ سے ہوا ہے جب ظہورِ غیبت

(86)

نشہ کی جو تکمیل ضرور ہوجائے   ساقی کی نقاب اٹھے حضوری ہوجائے
کل میکدۂ جہان پر قبضہ کرلیں   غیبت کی جو مئے آج ظہوری ہوجائے

(87)

کثرت ہو گلوں کی تو چمن بنتا ہے
کتنے حرفوں سے اک سخن بنتا ہے
مولا کا مرے نام ہے کس درجہ حسین
سو خوبیوں سے لفظ حسن بنتا ہے

(88)

ہم شانِ حسینؑ کوئی گذرا ہی نہیں
امت نے مقام اس کا سمجھا ہی نہیں
آڑے وہ نہ آتا تو یہ عالم ہوتا
جیسے کبھی اسلام کہیں تھا ہی نہیں

(89)

خطرہ میں تھی ہر مردِ خدا کی محنت
ارباب نظر کی عقلا کی محنت
ایثار کی تکمیل نہ کرتے جو حسینؑ
بے سود تھی سارے انبیا کی محنت

(90)

سب نے اپنی جبیں جھکائی ہوتی
جب تک ہر ایک کے رسائی ہوتی
آجاتے جو اس پریم نگری میں کہیں
بھارت میں حسینؑ کی خدائی ہوتی

(91)

ہم سے ہے ولا کا آستانہ قائم
ہر باغ و بہار و آشیانہ قائم
ذرہ ذرہ ہے زیر بار احساں
اپنے قائم سے ہے زمانہ قائم

(92)

دنیا کو رہ راست پہ لانا ہے ضرور
بگڑا ہوا دستور بنانا ہے ضرور
یہ دور عبوری ہے ٹھہرنے کا نہیں
اک مصلحِ اخلاق کو آنا ہے ضرور

(93)

میں چھوڑ کے فرش بے خودی اٹھتا ہوں
طوفاں کی طرح کبھی کبھی اٹھتا ہوں
بے جان بنا دیتی ہے جب مردہ دلی
عباسؑ کا نام لے کے جی اٹھتا ہوں

(94)

وفورِ تشنہ لبی کی وغا کو فتح کیا
علم بدوش اٹھا کربلا کو فتح کیا
جلال و قوتِ عباسؑ پوچھتے کیا ہو
فرات کیا ہے فراتِ وفا کو فتح کیا

(95)

مدت سے مزاج زندگی برہم تھا — انسان کے احساس کو اس کا غم تھا
عباس نے تکمیل وفا کی آکر — فرمانِ محبت میں یہ سورہ کم تھا

(96)

نظروں میں حکومت کی گنہگار بھی تھا — اک وقت وہ آیا کہ سردار بھی تھا
حق وردِ زباں رہا زباں کٹنے تک — اس قوم میں اک میثمِ تمار بھی تھا

(97)

کاشانۂ فاطمہ کی تزئین ہے تو — سر تا بقدم دین کا آئین ہے تو
موزوں ہے ترا نام سکینۂ کتنا — شبیرؑ کے احساس کی تسکین ہے تو

(98)

تمثیلِ جمالِ مصطفےٰ ہیں قاسم — تفصیل جلال مرتضیٰ ہیں قاسم
جلوے میں رسالت و امامت کے بہم — آئینۂ انوار خدا ہیں قاسم

(99)

آیاتِ ولا کا تو ہے مخزن خواجہ — نعمت سے بھرا ہوا ہے دامن خواجہ
شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ — کہتا ہے ابھی تک ترا تن من خواجہ

○

غدیری رباعیات

(1)

باقی نہ رہا سروں میں سودا ساقی   آ دیکھ خلافت کا تماشا ساقی
نشہ کیسا خمار آنکھوں میں نہیں   اب آنکھ ملاتی نہیں دنیا ساقی

(2)

اظہارِ حقیقت میں جری ہوں ساقی   اربابِ نفاق سے بری ہوں ساقی
نغمہ ہے ولا کا اور غدیری لہجہ   میں فضلِ خدا سے حیدری ہوں ساقی

(3)

یہ دھوپ رسالتؐ کے مہ و انجم پر   شدت موسم کی اور ہم پر تم پر
اٹھی درقبلہ سے وہ بلغ کی گھٹا   واللہ یہ برسے گی غدیرِ خم پر

(4)

ساقی کے تبسم کی فضا لائیں گے   تھوڑی سی بھلا شراب کیا لائیں گے
جس روز پہنچ گئے ہم ایسے میکش   اے دشت غدیر خم اٹھا لائیں گے

(5)

چودہ سو برس گزر گئے ہیں جب سے   دن کاٹے ہیں دشمنوں میں کس کس ڈھب سے
یہ طول حیات ہے یہ ہے آبِ حیات   میں جام غدیر پی رہا ہوں کب سے

(6)

رندان خوش انجام کے پیارے ساقی   اے میری امیدوں کے سہارے ساقی
پہنچا دے کوئی لہر حضوری میں تری   بیٹھا ہوں غدیر کے کنارے ساقی

(7)

کب سے ہم دل کو ہیں تھامے ساقی کعبہ والے غدیر والے ساقی
سر پھوڑنے دے اذن جو سجدہ کا نہیں رندوں کے بھی کچھ ناز اٹھالے ساقی

(8)

کیا کہہ گئے تھے رسولؐ بطحا والے معنی پہنا رہے ہیں دنیا والے
اولٰی سمجھے مگر نہ سمجھے پھر بھی سمجھے مولاؑ کی شان مولاؑ والے

(9)

بھر دے گا مئے ولا سے جل تھل ساقی لٹوا دے گا بہار اوّل ساقی
ہیں خُمِ غدیر پر اکٹھے سب رند جنگل میں منا رہا ہے منگل ساقی

O

ولائی رباعیات

(1)

تیری ہی ولا کا ہے سہارا ساقی
میخوار کو تشنگی نے مارا ساقی
اب خم سے بھی بھرتی نہیں نیت مری
اک جام ملے ترا اتارا ساقی

(2)

بستر درِ حیدرؑ سے اٹھائے نہ کبھی
ہٹ کر اس در سے سر جھکائے نہ کبھی
ہم دیکھنے والے ہیں ان انسانوں کے
قدسی بھی نگاہ میں سمائے نہ کبھی

(3)

مولاؑ کو ربط ہے دل دردآشنا کے ساتھ
ہم یوں ہیں ساتھ جیسے ہو بندہ خدا کے ساتھ
اوروں پہ بھی شفیق سہی اس کا غم ہے کیا
اہلِ ولا کی بات ہے اہلِ ولا کے ساتھ

(4)

کیا جانے نصیری کو یہ کیا یاد آیا
کس کا مفہوم و مدعا یاد آیا
اللہ رے تاثیر مئے حُبِّ علیؑ
دو گھونٹ پیے تھے کہ خدا یاد آیا

(5)

جذبہ کوئی غلط ابھرتا ہی نہیں
بے ذکر علیؑ پہ دل ٹھہرتا ہی نہیں
اُٹھتی ہے نگاہِ غیر کیوں میری طرف
میں اور کسی کی مدح کرتا ہی نہیں

(6)

مستِ مئے الفت کو شرابی سمجھے
غافل دلِ رنگیں کو گلابی سمجھے
اللہ رے ادا شناسی اہلِ ولا
ملتے ہی نگاہ بو ترابی سمجھے

(7)

دانائی سے نسبت ہو کہ نادانی سے　　مرعوب ہوں جلووں کی فراوانی سے
کوشش میں سمجھنے کی ترے کیوں کرتا　　حاصل ہے بہت کچھ مجھے حیرانی سے

(8)

نشہ میں ولا کے غرق رہنے والے　　نادانوں کے طعن و طنز سہنے والے
اک دن انھیں مرنا بھی اسی نام پہ ہے　　جیتے رہیں یا حسینؑ کہنے والے

(9)

انسان ہوتا ہے غم اٹھانے سے بلند　　تمکینِ سلف کا بھید پانے سے بلند
جن کو ہے ولائے راکبِ دوشِ نبیؐ　　ہوجاتے ہیں وقت اور زمانے سے بلند

(10)

ذرّہ ایک ایک آفتابی ہوجائے　　جس پھول کو حکم دوں گلابی ہوجائے
مداح کو آنکھ اٹھاکے دیکھے تو کوئی　　لڑجائے نظر تو بوترابی ہوجائے

(11)

پوچھو نہ مری دل کی لگی کا عالم　　ایسا دیکھا ہے کم کسی کا عالم
میں عالم منقبت سے نکلا نہ کبھی　　کلکتہ کا ہو کہ بمبئی کا عالم

(12)

جذباتِ محبت کی تجارت سے گزر　　اے دوست نہ آئینِ مودّت سے گزر
توفیقِ ولا ہی کوثر و جنت ہے　　کوثر کا خیال چھوڑ جنت سے گزر

(13)

سمجھے ہی نہیں ہمیں زمانے والے　　جیتے رہیں عقل کے خزانے والے
ہم بات میں بات کیوں کریں گے پیدا　　ہم لوگ ہیں دل سے دل بنانے والے

(14)

قرآن و حدیث کا تقاضا کیا ہے　　یہ اجرِ رسالت کا اشارہ کیا ہے
دعویٰ ہو تولا کا مبارک تم کو　　پہلے یہ سمجھ لو کہ "تولا" کیا ہے

(15)

رہبر کوئی جز فکرِ خدا ساز نہ لے　　ہاں قرض کسی کے طرز و انداز نہ لے
آتا ہے ترا علیؑ سا مافوق بشر　　جبریل بھی دے تو پرِ پرواز نہ لے

(16)

زاہد تجھے معلوم ہے کیا کام آئے　　اس راہ میں کون رہنما کام آئے
ممکن ہے ترا داغِ جبیں ہو بیکار　　شاید مرا نقشِ کفِ پا کام آئے

(17)

دل کو غمِ شبیرؑ میں کستا ہوا جا　　ایثار کے گل کدوں میں بستا ہوا جا
اے دوست! یہ موت کیا بگاڑے گی ترا　　تو ابرِ حیات بن برستا ہوا جا

(18)

یوں دور کیا غم کا جھمیلا ہم نے　　ساحل پہ لگا دیا تھا میلا ہم نے
اللہ رے افراط مئے حُبِّ علیؑ　　پینے سے بچی تو رنگ کھیلا ہم نے

(19)

سرمایہ نازش دلا دے ساقی　　اک عمر کی مدت کا صلا دے ساقی
سب شاعروں کی آنکھ بچاکر کہہ دوں　　اپنی جھوٹی مجھے پلا دے ساقی

(20)

مستانہ وار آوارہ نگاہوں کی نہ پوچھ　　دوزخ میں نکلتی ہوئی راہوں کی نہ پوچھ
تو اپنے ثوابوں کو گنے جا زاہد　　ہم رند ہیں رندوں کے گناہوں کو نہ پوچھ

(21)

مے پی ہوش و حواس کھودے زاہد　　لے جام میں نیکیاں ڈبو دے زاہد
یہ کیف ثواب میں نہ آئے گا کبھی　　ایک روز گناہ کرکے رو دے زاہد

(22)

پیمانہ آفتاب دے کر سوجا　　جامِ شردۂ صد عذاب دے کر سو جا
سونا تو ہے تا صبحِ قیامت ظالم　　تھوڑی سی مجھے شراب دے کر سوجا

(23)

اچھا یہ گناہ کا قرینہ ٹھہرا اس گھاٹ پہ اب مے کا سفینہ ٹھہرا
جائز ہے حرام شئے بھی جینے کے لیے پینے کی رہی کہ پی کے جینا ٹھہرا

(24)

زاہد مجھے معلوم ہے نیت تیری نیت ہے گنہ گار شریعت تیری
دوزخ جنت کا فیصلہ ہونے تک دوزخ میری اور جنت تیری

(25)

بھر دے ساقی ضرور بھر دے ساقی تاریک فضا ہے نور بھر دے ساقی
شیشہ رکھ دے نقاب چہرہ سے اٹھا ساغر میں مئے طہور بھر دے ساقی

(26)

دامن پھر بے خودی کا چھوٹا ساقی پھر ہوش کی رہزنی نے لوٹا ساقی
بے کیفی سے ہے دست طلب میں رعشہ بھر دے بھر دے کہ جام ٹوٹا ساقی

منقبتی قطعات

(1)

درِ دولت وہ پیمبرؐ کا ہو یا خانۂ حق
غیر کا دخل ہو یہ اس کو گوارا نہ ہوا
اور بیٹی بھی کوئی سرورِؐ عالم کی نہ تھی
اسی باعث کوئی پھر کعبہ میں پیدا نہ ہوا

(2)

اذن کے طالب ہیں اس کے در پہ آکر عرش سے
کس قدر ہمت طلب جبریلؑ کا ہر گام ہے
دوپہر کی دھوپ میں ہے میرے جذبہ کا یہ رنگ
مدح کرتا ہوں تو کہتا ہوں سہانی شام ہے

(3)

ولادت کی مسرت سے فضا مخمور ہے ساقی
تری محفل کا ہر ذرّہ چراغِ طور ہے ساقی
میں اک ذرّہ سے بھی کم ہوں مگر تیری عنایت سے
مرے چہرہ پہ بھی کچھ میکشی کا نور ہے ساقی

(4)

علیؑ کو حق ملا کونین کی فرمانروائی کا
حکومت کی مگر پہلو بچا کر کبریائی کا
وہ بندہ ہے دکھا دو علم و دولت کے غلاموں کو
خدا کہلا کے بھی دعویٰ نہیں کرتا خدائی کا

(5)

تولا کی ہوا کیسی سرور انگیز ہے ساقی
جواہر خیز و گوہر ریز و گوہر بیز ہے ساقی
مجھے ڈر ہے کہ تا آتی نہ اس مصرع پہ کہہ اُٹھے
بہت پی لی ہے اس نے آج نشہ تیز ہے ساقی

(6)

مدحِ علیؑ میں درد کی صورت گری ملی
دنیا کو جو نصیب نہیں وہ خوشی ملی
مولاؑ کا نام جب کبھی آیا زبان پر
ہر بار مجھ کو ایک نئی زندگی ملی

(7)

خلوصِ مدح سے یہ حاصل فکر و نظر لوں گا
یہاں راحت سے گذرے گی وہاں جنت میں گھر لوں گا
میں ہوں اس فاتحِ اعظم کا بندہ کیا سمجھتے ہو
علیؑ کا نام لے کر دونوں عالم فتح کرلوں گا

(8)

لگائے پھرتے ہیں قرآن کو جو سینوں سے
وہ کاش حرفِ مودّت کے نکتہ داں ہوتے
خدا سے ربط نہ ہوتا بغیر حُبِّ علیؑ
اگر ہزار بھی قرآن درمیان ہوتے

(9)

خدا ہوتے تو پھر انسانیت کو فخر ہی کیا تھا
بڑی تسکین دل ہوتی ہے شاہِ لافتا کہہ کر
خدا کا شکر ہے انسانِ کامل ہی علیؑ ٹھہرے
نصیری نے مزا ہی کھو دیا تھا سب خدا کہہ کر

(10)

خدا کے ہاتھ سے تخریب بھی تعمیر ہوتی ہے
چمن سے نکہتِ گل چاک کر کے پیرہن نکلی
یہ سنتے ہیں شگاف اک پڑ گیا دیوارِ کعبہ میں
اسی رخنہ سے مستقبل کے سورج کی کرن نکلی

(11)

ہر وقت یا علیؑ کا نغمہ زبان پر ہے
توفیق کیا ہے میری دنیا کو کیا خبر ہے
اک اک نفس میں قرآں میں ختم کر رہا ہوں
مولاؑ کا نامِ نامی قرآنِ مختصر ہے

(12)

ذاتِ والائے علیؑ ہے حُسن جس کا نام ہے
عشق اُس کی ذات سے ایمان ہے اسلام ہے
نیک و بد سب جانتے ہیں وہ ہیں آقا ہم غلام
بیچ میں اب کاتبِ اعمال کا کیا کام ہے

(13)

بنائے کعبہ پڑی اہتمام کی خاطر
ولادتِ شہؑ عالی مقام کی خاطر
یہ احترام یہ خاطر خدا کو تھی منظور
پیمبروں نے بنایا امام کی خاطر

(14)

گرے اصنام پیشانی کے بل حیدرؑ کی آمد سے
ہوا رخصت خدائی دور، وہ دور عبوری تھا
بہت سجدے لیے تھے آدمی سے جاہلیت میں
بتوں سے بھی تو اک سجدہ کرا لینا ضروری تھا

(15)

ترے میلاد کی محفل میں نوشا نوش ہے ساقی　　قیامت کا تلاطم ہے غضب کا جوش ہے ساقی
خدا وہ کہہ رہا ہے تجھ کو میں خاموش سنتا ہوں　　نصیری ہوش کھو بیٹھا مجھے کچھ ہوش ہے ساقی

(16)

خدارا آج جی بھر کر پلا نو روز ہے ساقی　　بلا نوشوں کی ہو حق پر نہ جا نو روز ہے ساقی
کوئی دشمن نہیں بہکا ہوا اِک دوست ہے اپنا　　نصیری کی بھی خاطر کر ذرا نو روز ہے ساقی

(17)

جب غیروں کا تھا قبضہ وہ وقت گیا ساقی　　میخانے میں اب ہر سو اک شور ہے یا ساقی
ہے صبح ازل یہ دن رندوں کی شریعت میں　　ہر روز پرانا ہے نو روز نیا ساقی

(18)

بہت ہلکی سی ہی اس وقت مے نوشوں کو دے ساقی　　مسلماں کو بہرصورت **عقیدت اس** سے ہے ساقی
پھڑک جاتا ہوں میں داد و دہش کی کارسازی پر　　جب **اس** منزل میں کافر بولتے ہیں تیری جے ساقی

(19)

یہ کیا علاجِ دلِ بیقرار کرتے ہیں　　وہ کون ہیں جو فضائل شمار کرتے ہیں
علیؑ کے ذکر پہ ہو یا خدا کی قدرت پر　　ہم ایک سجدۂ بے اختیار کرتے ہیں

(20)

اگرچہ ذرہ ذرہ ہے علیؑ کا جاننے والا　　ہر اک اہلِ بصیرت ہے جلالت ماننے والا
ازل سے تا ابد اتنی بڑی دنیا کی محفل میں　　پیمبرؐ کے سوا کوئی نہیں پہچاننے والا

(21)

کونین جھومتے ہیں مسرت کے جوش میں　　کس درجہ اہتمام سے شادی کسی کی ہے
میں کہہ رہا تھا یہ کہ صدا آئی غیب سے　　بیٹا خدا کے گھر کا ہے بیٹی نبیؐ کی ہے

(22)

آخری نفس تک بھی اس کا ہی سہارا ہے　　جس نے دردِ دل دے کر نفس کو سنوارا ہے
موت سے گذرنا کیا زندگی گذار آئے　　زندگی تلاطم تھی موت اِک اشارہ ہے

(23)

تیرا اک اک لفظ ہے عینِ شریعت یا علیؑ　　ہے ترا اک اک نفس روحِ طریقت یا علیؑ
باعمل عالم ہوں یا ہو صوفیِ درد آزما　　تجھ سے دونوں خانوادوں کو ہے بیعت یا علیؑ

(24)

مربوط نبوت سے امامت ہے بلافصل　　پیکر سے یوں نہیں روح کو قربت ہے بلافصل
اس طرح بلافصل خلافت ہے علیؑ کی　　جس شان سے کُن اور مشیت ہے بلافصل

(25)

خدا صفات و پیمبر نظیر ہو نہ گیا　　کوئی علیؑ کے سوا دستگیر ہو نہ گیا
نبیؐ کے بعد بہت سے امیر بن بیٹھے　　کوئی امیر جناب امیرؑ ہو نہ گیا

(26)

عشق نے سر رکھ دیا قدموں پہ منزل دیکھ کر　　حُسن نے دل دیدیا انسانِ کامل دیکھ کر
یا علیؑ تھے یا محمدؐ چودھویں معصوم تک　　ہرِ خالق تھم گیا تحصیل حاصل دیکھ کر

(27)

دونوں عالم محوِ حیرت تھے یہ منزل دیکھ کر　　ایک ہی انداز کا ہر صدر محفل دیکھ کر
یا علیؑ تھے یا نبیؐ تھے، چودھویں معصوم تک　　ہرِ خالق تھم گیا تحصل حاصل دیکھ کر

(28)

سرِّ خفی کا چلّہ نصِ جلی کا چلّہ　　اُترا ہے عرشِ حق سے حق کے ولی کا چلّہ
مولائی جمع ہیں سب حج ہو رہا ہے شاید　　کعبہ بنا ہوا ہے مولا علیؑ کا چلّہ

(29)

ایسی کے نصیب ہے نسبت کسی کے ساتھ　　جچتا نہیں کسی بھی نبی و ولی کے ساتھ
مولاؑ کو نامِ پاک سے ہے ربط اس قدر　　جیسے یہ لفظ خلق ہوا ہے علیؑ کے ساتھ

(30)

نمودِ دائرہ ماسوا کسی نے کہا　　بنائے خلقتِ ارض و سما کسی نے کہا
نصیریوں پہ ہے الزام کیا خدا کے لیے　　کسی نے نفسِ خدا اور خدا کسی نے کہا

(31)

ربط مستحکم ہے اللہ و نبیؐ کے نام سے　　واسطہ ایسا نہیں ہوتا کسی کے نام سے
کچھ بھی ہو لیکن مجھے اک بات کہنی ہے ضرور　　حل ہوئی ہے میری ہر مشکل علیؑ کے نام سے

(32)

بیٹے کی جگہ ملا علیؑ سا بھائی　　بیٹی کی ضرورت تھی پیمبر کے لیے
خالق کی مشیت میں یہ گذرا ہوگا　　سر چاہیے تطہیر کی چادر کے لیے

(33)

امینِ وحی طلب گارِ اذن ہوتے ہیں　　یہ عزّو شان ہے زہراؑ کے آستانے کی
ہوا حسینؑ سے بیعت طلب یزیدِ لعین　　کبھی بدلتی ہے یوں بھی ہوا زمانے کی
وجودِ حضرت حجتؑ سے اس کو ہے انکار　　جسے غرض ہو مودّت سے ہاتھ اٹھانے کی

(34)

اس سے بنیادِ مجالس کا ہوا استحکام　　غمِ شبیرؑ کی تبلیغ میں کی عمر تمام
صنفِ نسواں میں نہ ہوتے ہیں پیمبرؐ نہ امام　　ورنہ کچھ دور نہ تھا اس سے امامت کا مقام

(35)

زینبؑ و کلثومؑ اور حسنینؑ سے لختِ جگر　　خانۂ پُرنور میں اسلام ہی اسلام ہے
کم نہیں از روئے فطرت باپ کا غم بھی مگر　　اس سے بڑھ کر دل میں دردِ ملّتِ اسلام ہے
نجمؔ جس کے مدح گستر ہوں خدا اور مصطفیٰؐ　　اُس کی مدحت میں زباں کھلنا بھی مشکل کام ہے

(36)

پیکر معصومیت اسلام کا دل فاطمہؑ　　کائنات آدم و عالم کا حاصل فاطمہؑ
خود رسول اللہ بھی تشریف فرما تھے مگر　　منزلِ تطہیر میں تھی صدرِ محفل فاطمہؑ

(37)

کیا جلالت کا شرف فاطمۂ زہراؑ کو ملا　　غنچۂ کون و مکاں اس کے تصدق میں کھلا
مدح میں خوف سے تھراتی ہے فکرِ شاعر　　نام لینے سے لرزتا ہے دلِ اہلِ ولا

(38)

فاطمہؑ اسلام کی پیغمبری کا نام ہے
صنفِ نسواں میں وہی پیغمبرِ اسلام ہے
ایسی بیٹی ہے کہ خود تعظیم کرتے ہیں رسولؐ
کوئی کہہ سکتا ہے دنیا میں یہ مسلک عام ہے

(39)

فاطمہؑ کا دردِ دل ہے زندگی اسلام کی
جو نہ سمجھے اُس کا معیارِ عقیدت خام ہے
پوچھنا ہے کوئی گوشہ مدحِ اہل بیت کا
مجھ کو جبریلِ امیں سے اک ذرا سا کام ہے
دیدنی قولِ نبیؐ میں ہے مقام اس لفظ کا
ہم مودّت کہتے ہیں لفظ محبت عام ہے

(40)

ہے اُس کے در پہ کہاں عام خادموں کی جگہ
جہاں بلال ہے سلمان ہے ابوذر ہے
مباہلہ کی فضا بھی ہے دیدنی اے دوست
اس ایک لفظ میں اس کی ثنا کا دفتر ہے
شریک وہ بھی ہے ملت کی رہ نمائی میں
محلِ فخریہ اسلام کا مقدّر ہے
خدا کے اذن سے حاضر ہوئے ہیں روح امیں
قیام پھر بھی پئے اذن اس کے در پر ہے

(41)

کوئی کہدے یہاں اس کے فضائل کا نتیجہ ہے
غلط ثابت کروں گا میں اُسے یہ میرا ذمہ ہے
کتاب اللہ سے اُس کا تقابل کیا کرے کوئی
وہ ہے اُم الکتاب اور فاطمہؑ اُم الائمہ ہے

(42)

فاطمہ کے لاڈلوں کا یہ لڑکپن دیکھنا
پیٹھ پر آ بیٹھے سجدہ میں جو پیغمبرؐ گئے
اللہ اللہ کس قدر دنیا پڑا سجدے کو طول
کھیل بھی اِن کے عبادت میں اضافہ کر گئے

(43)

کتابوں میں ہو مدحت یا زمانہ کی زباں پر ہو
خدا شاہد فضائل کا یہ اُس کے ایک شمّہ ہے
کتابِ اللہ سے اس کا تقابل کیا کرے کوئی
وہ ہے اُم الکتاب اور فاطمہؑ ام الائمہ ہے

(44)

یہ عروسی اور یہ شادی تھا خدا کا انتخاب
فاطمہؑ بنتِ نبیؐ مولودِ کعبہ بوتراب
ذرّہ ذرّہ، پتہ پتہ، غنچہ غنچہ، پھول پھول
کہہ رہے تھے آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

(45)

نبیؐ کے بعد عجب دورِ انقلاب ہوا — ہر ایک امر حقیقت خیال و خواب ہوا
سب انتخابِ خلافت میں اُن کو بھول گئے — مباہلہ کے لیے جن کا انتخاب ہوا

(46)

تولا شعورِ دوامِ حسنؑ ہے — یہ ہر اہلِ دل کا نظامِ حسنؑ ہے
مری جنگ یا صلح جو کچھ ہے جس سے — بنامِ حسینؑ اور بنامِ حسنؑ ہے

(47)

حسینؑ عالمِ انسانیت کے مایۂ ناز — شعورِ فکر میں ہے قوم کی حیات کا راز
کبھی تو سمجھیں گے مفہومِ مجلس و ماتم — شہیدِ کرب و بلا تیرے غم کی عمر دراز

(48)

ولولۂ حیات میں روحِ رواں حسینؑ ہیں — دَرد کی کائنات میں جانِ جہاں حسینؑ ہیں
فکرونظر کی شب میں ہے ان کے ہی دم سے چاندنی — عزم و عمل کی صبح پر نورِ نشاں حسینؑ ہیں

(49)

نیزہ جانستاں پہ بھی درسِ کلام حق دیا — مصحفِ کردگار کا حُسنِ بیاں حسینؑ ہے
عرش سے بھی بلند تھی اس کی صلواۃ زیرِ تیغ — شورِ صلواۃ ہے حسینؑ زورِ اذاں حسینؑ ہے
اب بھی علم بدوش ہے قوتِ بازوئے حسینؑ — راہِ خدا کا آج بھی نام و نشاں حسینؑ ہے
نورِ نظر علیؑ کا ہے لختِ جگر بتولؑ کا — جانِ و دل رسولؐ کا راحتِ جاں حسینؑ ہے

(50)

حسینؑ ابن علیؑ اے نورِ وحدت روحِ یکتائی — ترے اطوار میں روحِ ازل کی کارفرمائی
ترے دم سے غریبوں کی زباں پر حرفِ حق آیا — تیرے تیور سے مظلوموں کے دعوے میں توانائی

(51)

وہ سبطِ نبیؐ حق کا ولی ہے اسلام — وہ مرکزِ آیاتِ جلی ہے اسلام
اسلام کو پوچھے جو زمانہ اے دوست — کہہ دے کہ حسینؑ ابن علیؑ ہے اسلام

(52)

درِ نجف پہ سناتا ہوں نغمۂ ارنی   مجھے بھی حسرتِ آوازِ لن ترانی ہے
یہ کربلائے وفا جس میں سو رہے ہیں حسینؑ   یہی زمین محبت کی راج دھانی ہے

(53)

اہلِ دل گنوا رہے تھے اپنی اپنی قوم کے   وہ شہیدانِ وفا جن سے ہے قومی زیب و زین
یک بیک محفل میں سناٹا سا طاری ہوگیا   اک لبِ خاموش سے آواز آئی "یا حسینؑ"

(54)

فہم انسانی سے بالا تر ہے معیارِ حسینؑ   خالقِ عزت سے پوچھو عزتِ کارِ حسینؑ
کردگارِ حسن کی ناز آفرینی دیکھنا   دو امام اور اک نبیؐ ہے ناز بردارِ حسینؑ

(55)

سر بسر شانِ خدا ہے ذاتِ والائے حسینؑ   سیکڑوں ہیں طاقتیں زیرِ کفِ پائے حسینؑ
ساری دنیا ہوگئی شخصی حکومت کے خلاف   پھر کہاں اُس کا ٹھکانہ جس کو ٹھکرائے حسینؑ

(56)

اک طرف بابِ نجف، اک سمت دربارِ حسینؑ   یہ ہے سرکارِ علیؑ اور وہ ہے سرکارِ حسینؑ
دامِ آزادی میں دنیا مجھ کو لا سکتی نہیں   میں گرفتارِ علیؑ ہوں میں گرفتارِ حسینؑ

(57)

تیری منزل کیا سمجھ سکتی ہے دنیا اے حسینؑ   ہے تو ہی ابناء نا میں جلوہ فرما اے حسینؑ
پاؤں پھیلائے علیؑ و فاطمہؑ کی گود میں   تو رسولؐ اللہ کی زلفوں سے کھیلا اے حسینؑ

(58)

تیغ کے پانی سے کھیتی ظلم کی پھک جائے گی   نبضِ بدعت چلتے چلتے خوف سے رُک جائے گی
کفر کو تو سرنگوں ہونا ہی ہے پیشِ حسینؑ   گردنِ اسلام بھی احسان سے جُھک جائے گی

(59)

بڑھ چلوں گا کچھ خس و خاشاک ہو جانے کے بعد   گرمیٔ سوزِ ولا سے چاک ہو جانے کے بعد
اب نجف کے کارواں کی گرد بنتا ہے مجھے   اک نئی خدمت ملے گی خاک ہو جانے کے بعد

(60)

ساکنِ دیر اک بشر پوچھ رہا تھا کل یہ بات
کون ہے جس کی ذات سے کعبہ کی زیب وزین ہے
کرتے رہے کچھ اہلِ علم دل کے ورق الٹ پلٹ
میری زباں پہ نام تھا میں نے کہا حسینؑ ہے

(61)

انسانیت کو مطلعِ انوار کردیا
ہر قوم کو حسینؑ نے بیدار کردیا
اشکوں کی نذر لاتے ہیں اپنے بھی غیر بھی
کس کس کو اے حسینؑ عزا دار کردیا

(62)

رہبری کرتے ہوئے برچھیوں پر سر دیکھے
پھر زمانہ میں نہ اس شان کے رہبر دیکھے
قاتل آتے ہوئے ڈرتے تھے قریب شبیرؑ
کس نے ایسے کسی مظلوم کے تیور دیکھے

(63)

تیرا نفسِ مطمئن قرآن کا دل ہے حسینؑ
مقصدِ خلقت ترے سجدہ کا حاصل ہے حسینؑ
کیا عجب ہے آخری اک ترا سجدہ دیکھ کر
کوئی کہہ اٹھتا کہ تو سجدہ کے قابل ہے حسینؑ

(64)

خدا کے ڈھونڈھنے والے تجھے خدا نہ ملا
مجھے حسینؑ سا انسان دوسرا نہ ملا
کچھ ان کے عشق میں مل جائے تو عجب کیا ہے
صلہ عبادت موہوم کا ملا نہ ملا

(65)

دل ہے پہلو میں تو سمجھو عزت کارِ حسینؑ
ہر فضا میں روشنی دیتے ہیں انوارِ حسینؑ
اس کے بندوں میں مسلمانان عالم ہی نہیں
غیر مسلم بھی ہزاروں ہیں پرستارِ حسینؑ

(66)

غمِ حسینؑ نے بخشا دلوں کو سوز و گداز
درِ حسینؑ سے کیا کیا نہیں ملے اعزاز
تمام اہلِ تصوف ہیں اس کے حلقہ بگوش
کوئی غریب نواز ان میں ہو کہ بندہ نواز

(67)

یہ اہتمام تھا کس مردِ حق نما کے لیے
خدا کے بندے ذرا غور کر خدا کے لیے
حسینؑ کو جو ملے حق سے باپ ماں بھائی
نہ مرتضیٰ کے لیے تھے نہ مصطفیٰ کے لیے

(68)

اُسوۂ شبیرؑ نے باطل کو حیراں کردیا — چہرۂ اسلام کو مہرِ درخشاں کردیا
حق کہو آلِ پیمبرؐ کا کہ دینِ حق کہو — جس کو دنیا نے چھپایا تھا نمایاں کردیا

(69)

ذکرِ حسینؑ سے یہ قرار و قیام ہے — اسلام کے پیام کی تبلیغ عام ہے
بیجا نہیں ہے دینِ حسینیؑ کہیں اگر — کلمہ حسینؑ کا ہے محمدؐ کا نام ہے

(70)

وہ اہلِ دل نہ کیوں کرنازشِ علم و عمل ٹھہرے — فدا انسانیت کے جان و دل اس حق پرستی پر
میسر اب کہاں دنیا کو ایسا مصلحِ اعظم — تہ خنجر گلا ہو انگلیاں ہوں نبضِ ہستی پر

(71)

شہیدِ ظلم کلیجے ہلا دیئے تو نے — حسینؑ درد کے دریا بہا دیئے تو نے
ہر اک ذرّہ بے حس میں اک تڑپ بھر دی — دماغ وضع کیے دل بنا دیئے تو نے

(72)

اللہ اللہ یہ سعادت یہ شرف یہ امتیاز — چار اماموں کی ولادت سے رجب ہے سرفراز
شکر کے سجدے میں خم ہے لوحِ گردوں پر ہلال — آؤ اس کے ساتھ ہی پڑھ لیں مودّت کی نماز

(73)

یارب وہ آستانِ جلالت نصیب ہو — لوحِ جبیں کو پھر وہی قربت نصیب ہو
اچھا ہے ایک زاہدِ شب زندہ دار سے — وہ جس کو خواب میں بھی زیارت نصیب ہو

(74)

اگر حسینؑ نہ تخلیقِ کربلا کرتے — یہ حوصلے یہ عزائم یہ دل کہاں ہوتے
خدا سے ربط نہ ہوتا بغیر ذکرِ حسینؑ — اگر ہزار بھی قرآن درمیاں ہوتے

(75)

کوئی کچھ بھی کہہ کے اپنے دل کو سمجھائے حسینؑ — اے علیؑ و فاطمہؑ کی گود کے پالے حسینؑ
جس کا ماتم نام رکھ چھوڑا ہے یہ ماتم نہیں — تیرا ڈنکا بج رہا ہے کربلا والے حسینؑ

(76)

تحقیق اہلِ علم میں ہے عرش بارگاہ　　تخئیل اہلِ فکر میں انسانیت پناہ
تیرے مقام تک کوئی پہنچا نہ اے حسینؑ　　واللہ یہ مفکر و عالم ہیں گردِ راہ

(77)

سر اہلِ دل کا جھکتا ہے اسی جانب جدھر حق ہے　　امامِ موسیٰ کاظمؑ کا ہر انسان پر حق ہے
خدا کا شکر ہے شامل ہیں ہم جس کے غلاموں میں　　وہی الکاظمین الغیظ کی تفسیر برحق ہے

(78)

انبیاؑ خلق ہوئے تیری تولا کے لیے　　لمحۂ فکر ہے وارفتۂ دنیا کے لیے
تیرے بابا نے ترا نام جو موسیٰ رکھا　　فخر ہے تا بہ ابد حضرتِ موسیٰؑ کے لیے

(79)

ولادت سے امامِ عصر کی ہیں دو جہاں روشن　　مسرت کا اثر یکساں ہے دشت و در پہ شہروں پر
غریبوں کے عریضے بھی امیدِ دست بوسی میں　　چلے جاتے ہیں ہنستے بولتے دریا کی لہروں پر

(80)

تیری ہی آمد پہ قومی منزلت کا حصر ہے　　تو رئیس اہلِ دل ہے تو امامِ عصر ہے
نامکمل ہے نظامِ زندگی تیرے بغیر　　ہر عبادت تیری فرقت میں نمازِ قصر ہے

(81)

گردش میں عدو ہوں گے اور دور میں پیمانہ　　آباد تو ہونے دو ساقی سے یہ میخانہ
جب ہوگا جلوس اس کا اورنگِ خلافت پر　　اس روز بڑھادیں گے پیاسوں کا عزا خانہ

(82)

امامِ عصر دنیا ایک طوفانی سمندر ہے　　مگر طوفاں میں کشتی کھینے والے اب بھی جیتے ہیں
قیامت آنے والی ہے یہ پروا ہو نہ ہو لیکن　　تری قدموں کی آہٹ لینے والے اب بھی جیتے ہیں

(83)

تمہیں قائم تمہیں وجہِ قیامِ روح و پیکر ہو　　تم اک رازِ خدا ہو راز کا اظہار کیونکر ہو
تمہیں ہو عالمِ باطن تمہیں ہو جلوے ظاہر　　تمہیں پردے کے اندر ہو تمہیں پردے کے باہر ہو

(84)

ولادت اس کی برحق ہے ظہور اس کا مقرر ہے
کہ اس کی ذات سے دنیا کا مستقبل مقدر ہے
یہ شانِ ورثہ داری کس کو عالم میں میسر ہے
نظر کرار کی زہرا کا دل ذہنِ پیمبر ہے

(85)

تیرا مقامِ فقر ہے اجلالِ حیدری
تیرا متاعِ ناز حسینی غضنفری
آئین ساز سروریٔ دو جہاں ہے تو
اللہ تیرے دل میں ہے احساسِ کمتری

(86)

عباس مزاج شرف و معنی عظمت
اجلالِ مشیت ہے تیری شانِ جلالت
تو ہے وہ بشر جس نے حدیں توڑ کے رکھ دیں
سنتے تھے کہ محدود ہے انسان کی طاقت

(87)

صبر سے وضع کیا اس نے اسیری کا مزاج
شکر سے کر کے بلند اپنے مصائب کا نظام
اس کے ایثار پہ حیران ہے عقلِ بشری
کم نہیں شانِ شہادت سے اسیری کا مقام

(88)

اے شریعت کے پرستار شجاعت کے دھنی
نازشِ ملت اسلام اویس قرنی
ماں کی خدمت کا یہ جنت سے بھی بڑھ کر ہے بدل
کہ رسالت کو پسند آیا ترا حسنِ عمل

(89)

عباس کی مثال علیؑ کے سوا کہاں
چہرہ بھی نور بار علم بھی ہے ضوفشاں
اس منصبِ جلیل کے قابل تھا اور کون
شبیرؑ کے ہاتھ میں تھیں حیدرؑ کی انگلیاں
صورت وہ تھی کہ حسن تھا یوسف کا دم بخود
قوت یہ تھی کہ شیر کی جیسے کلائیاں

(90)

دنیا اسے کیا سمجھے یہ روز اہم کیا ہے
عشرہ کے مقابل میں تاریخِ اُمم کیا ہے
عباس کی مٹھی میں ہے قوم کا مستقبل
اسلام کی عزت ہے کاندھے پہ علم کیا ہے

(91)

بہت مشکل ولا کا راستہ ہے — کہ اس دعوے کی شاہد کربلا ہے
خبر بھی ہے تجھے ہمنامِ عباسؑ — کہ ساتھ اس نام کے شرطِ وفا ہے

(92)

زورِ وفا سے خلق کو حیران کر گئے — کانپے فلک یہ تیغ سنبھالے جدھر گئے
آب رواں سے ناخن پا بھی نہ تر کیا — عباسؑ بحرِ خوں میں گلے تک اتر گئے

(93)

حیدری نشاں جس نے دوش پر سنبھالا ہے — کیا بلند منزل ہے کیا بلند و بالا ہے
چھاگئی ہے یوں ہیبت بازوے حسینؑ کی — جیسے آج دریا کا رخ بدلنے والا ہے

(94)

منکر سے معجزہ کے یہ میرا سوال ہے — اب معجزہ کے حق میں ترا کیا خیال ہے
عباسؑ نے محال کو ممکن بنا دیا — دریا سے تشنہ کام پلٹنا محال ہے

(95)

دل ترا بغاوت پر مائل نظر آتا ہے — اس طرح ترا بچنا مشکل نظر آتا ہے
سجدے کر اسی رخ پر اے کشتیٔ بے ساحل — عباسؑ کے قبضہ میں ساحل نظر آتا ہے

(96)

زندگی کا تاجِ سر انسانیت کا دل بنے — آخری قربانی و ایثار کی منزل بنے
خالقِ کل نے جو کی بزمِ جہاں آراستہ — کربلا والے مجاہد زینتِ محفل بنے

(97)

کیا ذکر جنگ صلح حسنؑ کی ہوئی یہ قدر — مسلم کچھ ایسے ہیں جنہیں یہ بھی نہیں پسند
ان کے لیے سوال نہیں صلح و جنگ کا — دراصل اہلبیتؑ کی ہستی نہیں پسند

(98)

پہنچا کہاں کہاں تک یہ دردِ دل ہمارا — کس کس نے کربلا کے غم کا لیا سہارا
اصغرؑ کی مدح کر کے انگریز ایک شاعر — عنوانِ نظم رکھے ''معصوموں کا ستارا''

(99)

سپر متاعِ شریعت کی بن گئی زینبؑ　　بچا کے دینِ محمدؐ کی زندگی زینبؑ
اب اس سے بڑھ کے امامت کا فرض کیا ہوگا　　کبھی حسینؑ محافظ رہے کبھی زینبؑ

(100)

خدا کا حکم تھا ہوجاؤ صادقین کے ساتھ　　یہی سبیل ہے اوہام سے رہائی کی
بشر تھے عالمِ فکر و نظر میں کھوئے ہوئے　　مباہلہ نے صداقت کی رہنمائی کی

(101)

مظاہرہ تھا یہ واجب ضرور واجب تھا　　نمود جلوۂ خیرالامور واجب تھا
زمینِ کرب و بلا پر جہادِ قاسمؑ سے　　شجاعتِ حسنؑ کا ظہور واجب تھا

(102)

سبطِ نبیؐ کے گھر کی تنویر ہے سکینہؑ　　سادات ہاشمی کی توقیر ہے سکینہؑ
اس شان پر نہ کیوں ہوں اہلِ حرم تصدق　　زہراؑ کے بچپنے کی تصویر ہے سکینہؑ

(103)

کھلیں انسان کی آنکھیں ذہنیت میں انقلاب آیا　　افق پر عالمِ انسانیت کا آفتاب آیا
دُلھن کی طرح قاسمؑ نے سنوارا حق کے مقصد کو　　اسی کے دم سے معیارِ شہادت پر شباب آیا

ولائی قطعات

(1)

محبت پر بنا رکھی ہے جس نے بزمِ ہستی کی　　کوئی اس کا بھی ہو محبوب فطرت کا تقاضا ہے
سمجھتا ہے ہر اہلِ دل مسلماں اس حقیقت کو　　محبت اس کی عزت ہے تولا در تولا ہے
مودّت ہے اگر جاری رہے نغمہ مودّت کا　　کوئی سنتا نہیں سنتا اب اس کا سوچنا کیا ہے
یہ مدحت اور مودّت ہے اگر امید جنت میں　　یہ دردِ دل نہیں ہے تجم دردِ دل کا سودا ہے

(2)

ہائے وہ جام تولا کہ لنڈھانے والے　　یاد رکھیں گے یہ ہمت بھی زمانے والے
پاؤں کٹتے تھے جب اس سمت کا رخ کرنے پر　　سر کے بل جاتے رہے میکدے جانے والے

(3)

صوم و صلوٰۃ والے مری جستجو کریں　　سب میکدہ میں میری طرح ہاؤ ہو کریں
ڈوبا ہوا ہوں بادہ خمِ غدیر میں　　دامن نچوڑ دوں تو فرشتے وضو کریں

(4)

جان ہے کیا عشق مولا میں بچانے کے لیے　　میری ہستی درس ہوگی اک زمانے کے لیے
اے تولا کے سمندر اے غدیرِ درد دل　　میں سہارا چاہتا ہوں ڈوب جانے کے لیے

(5)

علی کے نام کا رندوں میں بھی اثر دیکھا　　زبانِ اہل تصوّف پہ جلوہ گر دیکھا
میں ہاؤ ہوئے نصیری میں ہوگیا شامل　　بہت گناہ تھے یہ بھی گناہ کر دیکھا

(6)

پوچھے کوئی خلوص کے جذبے کدھر گئے　　مولا کا نام آتے ہی دل جیسے مر گئے
رجعت کا دن بھی اہلِ ولا کی نظر میں ہے　　ابھرا جو آفتاب تو چہرے اتر گئے

(7)

ڈرتا نہیں وہ سر کہ جبیں سے وقت کی — ساقی کے در پہ چودہ جو صدیاں گزار دے

اترے جو سر بھی تن سے تو آئے گی یہ صدا — یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

(8)

وہ کافر ہے جسے پینے سے کچھ انکار ہو ساقی — جسے توفیق ہے وہ میرا حصہ دار ہو ساقی

ابھی میں چاردہ صد سالہ تقریب مسرت میں — گلا رکھتا ہوں موجِ مے اگر تلوار ہو ساقی

(9)

عشقِ حسینؑ سے نہ اگر ابتدا کرے — نا اہل ہے جو نیتِ عشقِ خدا کرے

مسلم رہے گا کتنی نمازیں قضا سہی — کافر ہے جو نمازِ مودت قضا کرے

(10)

ایسا تو سر بلند نہیں ہے کسی کا نام — اس نام سے بلند ہے پیغمبری کا نام

اس وقت دوسروں سے توسل سہی مگر — مشکل کا وقت آئے تو لینا علیؑ کا نام

(11)

گردن مینا میں ہیں کچھ ہاتھ ڈالے اک طرف — کچھ ہیں تسبیح و مصلا کو سنبھالے اک طرف

مشق سجدوں کی کہیں ہے دورِ ساغر ہے کہیں — خانقاہی اک طرف میخانے والے اک طرف

(12)

وقف کر کے جان و دل قربان جانے کے لیے — سب سے باز آیا اسے اپنا بنانے کے لیے

یہ غدیرِ خم کے میکش کو ہے ساقی سے امید — روٹھ جاؤں گا تو آئے گا منانے کے لیے

O

غدیری قطعات

(1)

بدنام میگسار ہوں برنا و پیر میں
اتنی پلا نہ جلسۂ عید امیر میں
ساقی کسی کو نشہ میں دل مانتا نہیں
دونوں جہاں کہیں نہ ڈبودوں غدیر میں

(2)

بلغ کو رہبرِ ہمہ گیری بنا دیا
بنیادِ کائناتِ امیری بنا دیا
اس لحن اُس زبان اُس آیت کے میں نثار
قرآں کی لے کو جس نے غدیری بنا دیا

(3)

معلوم تو ہوگا تجھے ہم رندوں کا عالم
غم اپنے لیے سال میں سوروز ہے ساقی
ہو تیری اجازت تو عزا دار حسینؑ
ہنس بول لیں کچھ آج کہ نو روز ہے ساقی

(4)

سر تقویم پر ہے تاج یا نو روز ہے ساقی
غدیری میکشوں کا مدعا نو روز ہے ساقی
یہی تو دن ہے تیری ظاہری مسند نشینی کا
جبھی تو سال کا فرمانروا نو روز ہے ساقی

(5)

سکون دل کے لیے کچھ پیام آجائے
کبھی زباں پہ ہمارا بھی نام آجائے
غلام جمع ہیں در پر سلام کی خاطر
خدا کرے کہ جواب سلام آجائے

(6)

شگفتہ مثل گل چہرے ہیں آثار حسینؑ میں
خوشی کیونکر نہ ہوگی آج سرکار حسینؑ میں
کہاں جاتا ہے راہ راست میں تجھ کو بتاتا ہوں
غدیری جشن ہے اے دوست دربار حسینؑ میں

(7)

تقسیم جو ہونے لگی صہبائے غدیر
سینوں میں حسد کے آبلے بیٹھ گئے
قرآن بھی نہ پھر حلق سے نیچے اترا
جو پی نہ سکے ان کے گلے بیٹھ گئے

O

منتخب اشعار

صحابہ میں یہ تیری منزلت از روئے حکمت تھی　　بقولِ بوعلی محسوس میں معقول تھا گویا

خورشید پلٹ آیا دروازۂ مغرب سے　　قانون بدلتا ہے ان کے لیے فطرت کا

نہ تھی تیری حکومت میں ہوا سرمایہ داری کی　　چراغ عافیت روشن تھا ہر مزدور کے گھر میں

یہ مطلعِ نفیس ہے کہ زمزمہ ہے روح کا　　یہ طرزِ نو کی مدح بھی جہاں میں یادگار ہے

دلوں میں بت لیے کرتے ہیں کعبہ کی نگہبانی　　تمسخر کر رہے ہیں آذری پندارِ قدرت سے

علی کعبہ میں ہیں دربار ہے مشکل کشائی کا　　مسلمانوں چلو موقع ہے قسمت آزمائی کا

علی کی منقبت سے فکر بیگانہ رہی جس کی　　خدا جانے وہ حمد و نعت کا مفہوم کیا سمجھا

تعجب ہے جو اس کے مرتبہ کو دوست کم سمجھے　　شبِ ہجرت جسے دشمن محمدؐ مصطفٰی سمجھا

علی کہنا زباں سے کس قدر آسان ہے لیکن　　دلِ انساں تصور کر نہیں سکتا جلالت کا

جمع تھے قاآنی و عرفی ظہیر وانوری　　حافظ و سعدی نظامی فرخی کل رات کو

لگائے پھرتے ہیں قرآن کو جو سینوں سے　　وہ کاش صرف مودّت کے نکتہ داں ہوتے

ادب نواز نہ ہوتا جو بابِ علم نبیؐ　　یہ زور و شور زبان و بیاں کہاں ہوتے

خدا سے ربط نہ ہوتا بغیر عترت کے　　اگر ہزار بھی قرآن درمیاں ہوتے

———————

صف شکن مشکل کشا اہلِ قلم معمارِ قوم　　اللہ اللہ بازوئے زور آزمائے بوترابؑ

———————

عام منبر سے جدا ہے میثمی منبر کی شان　　دار پر ہوتی ہے تفسیر ولائے بوترابؑ

———————

اب نزع کی ہے ساعت اور لب پہ یاعلیؑ ہے　　جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ حرفِ آخری ہے

———————

مولاؑ کو جانتے ہیں پہچانتے نہیں ہیں　　آنکھوں کا دوش کیا ہے ذہنوں کی مفلسی ہے

———————

اب خاک مل گئی ہے خاکِ درِ نجف میں　　وہ بندگی تھی اور یہ مفہوم زندگی ہے

———————

توحید کی ہے محفل بدنام فرقہ بندی　　قرآں کی سورتوں میں اخلاص کی کمی ہے

———————

میخانہ نجف سے جنت میں پہنچتے ہیں　　کیا جرم ہے محبت جس کی سزا ملی ہے

———————

بشر کو معرفت حاصل نہ ہوگی ذاتِ حیدرؑ کی　　سمجھ لے آدمی کس طرح منزل آدمی گر کی

———————

علیؑ کو چھوڑ کر قرآں سے ربط بے معنی　　اٹھا لے وہ ضرورت ہو جسے بے روح پیکر کی

———————

نمازیں وقت پر واجب ولا ہر وقت واجب ہے　　عبادت ہے حقیقت میں ولا آلِ پیمبرؐ کی

———————

اسی باعث تو پھر کوئی ہوا پیدا نہ کعبہ میں　　کہ بیٹی ہی نہیں تھی دوسری کوئی پیمبرؐ کی

تری مرضی پہ ہوا رحمتِ باری کا نزول　　اذن لے کر ترے کا شانہ میں قرآں اترا

ہے ترے دودھ کی تاثیر یہ قومی تعمیر　　اللہ اللہ ترے خونیں کفن و سبز قبا

آئے جبرئیل امیں عرش سے نسبت لے کر　　یہ وہ رشتہ ہے جہاں بیچ میں تھی وحیِ خدا

دست و پا چوم کے عصمت نے لگائی مہندی　　چادر آیۂ تطہیر نے آنچل ڈالا

ہاشمی تیغوں کے سائے میں دلہن گھر سے چلی　　لافتا کا جو علیؑ باندھ کے آئے سہرا

باپ کے گھر سے ملا بخشِشِ امت کا جہیز　　دونوں عالم نے کیا حدِ ادب پر مجرا

جادۂ صلح کے رہبر حسنِ سبز قبا　　تو نے تخلیق کیا ولولۂ کرب وبلا

ہر افق پر ہے تری حُسنِ عمل کی روشنی　　تو ہی دنیا کے اندھیرے کا اُجالا اے حسینؑ

جرأت مظلوم ہو یا ہمت مزدور ہو　　تو نے کھینچا تھا یہ مستقبل کا خاکا اے حسینؑ

ہمدم جہاں میں نور میں شامل نسب میں ایک　　کس طرح کوئی تجھ کو نبیؐ سے جدا کہے

تعمیر قوم بت شکنی بخشش و عطا　　کونین کیوں نہ پھر تجھے دستِ خدا کہے

ہر سانس میں ہو بوئے ولائے ابوترابؑ　　ابھرے جو نبض ڈوب کے یا مرتضیٰؑ کہے

تجھ سے ہے نامِ حریت تجھ سے نظامِ حریت   تو ہے امامِ حریت حُر ترا ایک لشکری

معصوم کی آغوش میں معصوم کو لاکر دیا   دولت خدا کے گھر کی تھی دامن نبیؐ کا بھر دیا

نورِ رسالت سے ہوا نورِ امامت متحد   اس اتحادِ حُسن نے قوموں کو یکجا کردیا

زاہد، سپاہی، فلسفی، حاکم، ولی، شاعر، ادیب   کن مختلف اوصاف کا حق نے تجھے پیکر دیا

اب تک ہیں تیرے نام کے آفاق میں نعرے بلند   قدرت نے جوشِ اسلام کا سب یا علیؑ میں بھر دیا

یداللہ و لسان اللہ و عین اللہ کو دیکھو   حروفِ اولیں سے صاف ہوتا ہے علیؑ پیدا

کہتی ہے جسے فکر و نظر نہج البلاغہ   رندوں کی زباں میں ہے وہ میخانہ علیؑ کا

کعبہ میں ولادت ہوئی مسجد میں شہادت   اللہ کا گھر بن گیا کاشانہ علیؑ کا

دیکھ کے انماءنا سست ہے نبضِ سخن   مصحفِ معبود پر کوئی نہیں طعنہ زن

عافیتِ ہل اتیٰ تیری غذائے لطیف   آیۂ تطہیر کی شان ترا پیرہن

خالی ہیں جام نشہ نہ گھٹ جائے میکشو   طاقِ ولا سے لاؤ صراحی اتار کے

بڑھ جائے گی کچھ اور بھی کعبہ کی آب و تاب   آئیں گے جب قبائے امامت سنوار کے

اک دن یہ ہوں گے دوشِ پیمبرؐ پہ جلوہ گر　　کیوں لائے کوئی عرش سے کرسی اتار کے

رستی ہے لہو بن کر تہذیب کی مے ساقی　　دنیا کا تمدن ہے ٹوٹا ہوا پیمانہ

شبیرؑ کے ماتم میں صاحب کی محبت میں　　روتا ہوا عاقل ہوں ہنستا ہوا دیوانہ

مدح میں ہے جن کی توحید و رسالت ہم زباں　　شاعری موقوف ان کی مدح پر ہو جائے گی

میں ہوں خلاقِ معانی تری مدحت کے طفیل　　دُرِ مضموں سے بھری رہتی ہے دل کی جھولی

میں جسے چاہوں بناؤں اُسے سلطانِ سخن　　میری تحویل میں ہے ملکِ سخن کی شاہی

پینے کو یہاں ملتی ہے اُس ہاتھ سے واعظ　　کونین کی طاعت سے گراں جس کی ہے ضربت

کبھی تو مدحِ اہلبیتؑ میں بھی صرف کر واعظ　　جو طعن و طنز سے مل جائے تجھ کو وقت فرصت کا

تشدّد لاکھ ہو ہم پر تدارک کچھ نہیں ہوتا　　نمونہ دیکھ لیجے آج اسلامی حکومت کا

جب ضرورت اک علیؑ کی پھر ہوئی میدان میں　　چھ مہینے کا علیؑ مردانہ وار آ ہی گیا

مدحت نہ کی علیؑ کی گر آخری نفس تک　　یہ مرگِ شاعری ہے اور خبطِ شاعرانہ

ہر شجرۂ تصوّف اس تک پہنچ رہا ہے　　لیکن کہی کسی نے یہ بات منصفانہ

مجرم ہوں میں غُلو کا قصر اُن کو ہو مبارک
ہے دینِ شیخ صاحب اب درسِ ناصحانہ

جب حق کا مسئلہ ہو ڈرنا نہیں کسی سے
ورنہ میری روش ہے اکثر مصالحانہ

مدح کو سرمایہ داروں کا نہ شاہوں کا غلام
نجم بے زر ہی سہی شاعر ہے تیرا اے حسینؑ

ہے ایک کیفیت میں رواں اپنا کارواں
کیوں نجم منقبت کو نہ بانگِ درا کہے

ننگ ہے اس کا در غیر پہ سجدہ کرنا
نجم اک آپ کی سرکار کا شاعر ہے حضور

نغمہ منقبت میں نجم ہیچ ہے میرے سامنے
حسنِ بیان فرخیؔ زورِ کلامِ انوریؔ

بکیف مدح ہوں غالبؔ کا ہمنوا اے نجم
کہ با علیؑ ولی مست و با خدا ہشیار

جوشِ ولا میں نجم میں چھوڑ گیا خود اپنا ساتھ
حد مجھے روکتی رہی قوتِ اختیار کی

رہا محروم دو دن بھی جو شغلِ مدح گوئی سے
اُسے اے نجم میں اپنے گناہوں کی سزا سمجھا

نمازِ مدحت پڑھتا ہوں مودّت کے مصلّے پر
دکھا دو نجم دنیا کو یہ رتبہ ہے سخن ور کا

جگہ فرزدقؔ و دعبلؔ کی نجم کو ملتی
قریب طائر سدرہ کچھ آشیاں ہوتے

وہ زباں دانِ محبت ہے خدا کے فضل سے
نجم کا ورثہ ہے اندازِ ثنائے بوترابؑ

حق یہ ہے کہ سرکارِ نبوت کے سوا انجم
معیار فضیلت کوئی سمجھا نہ علیؑ کا

فضلِ خالق سے مرے افکار میں اشعار میں
فلسفہ ہے انجم غالبؔ کا زبانِ میرؔ ہے

مصائب سینکڑوں ہیں غم ہزاروں مشکلیں لاکھوں
تمہارا انجم ہے تنہا امامِ جعفرؑ صادق

کچھ دن سے تیری یاد کی محفل اُداس ہے
اب چل بسے گا انجم غزل خواں ترے بغیر

ہو جو بیگانہ روی سے یہ زمانہ
ہے خلاف سب ترے علم میں ہے انجم کی آشفتہ سری

میں انجم اپنا فریضہ جانتا ہوں یہ ثنا گوئی
مرا مقصد نہیں اظہار اپنی قابلیت کا

پندرہ ماہ رجب کی انجم دعوت جب ملی
اور کچھ دن زندگی کا اعتبار آ ہی گیا

ہم انجم چار روز کے مہمان ہیں مگر
رہ جائیں گے یہ شعر و ادب کے تبرکات

رہے اے انجم کیوں خالی صدارت بزم مدحت کی
ہمارے بعد کوئی اور قسمت کا دھنی آئے

پڑھتا ہوں میں نمازِ ولا جس پہ رات دن
منزل ہے آسماں سے بلند اُس حصیر کی

ماہ ہے چاندنی کا پھول ترے گلشن میں
مہر روشن ہے تری بزم کا ادنیٰ سا کنول

تری الفت میں جو ہوجائے بشر دیوانہ
اُس پہ سو جان سے قربان ہو عقلِ اوّل

راہ بھولے تر ا زائر جو اندھیرے کے سبب   ساتھ ہو مہرِ فلک شب کو جلا کر مشعل

سُن کے یہ مدحتِ مولیٰ کی ہوا چلنے لگی   مطلع صاف ہیں مضمون کے اڈے بادل

ہر ایک اپنے کو استادِ فن سمجھتا ہے   یہاں جگہ ہے نہ عرفیؔ نہ انوریؔ کے لیے

جہاں ہو پیشِ نظر اپنے مرتبہ کا سوال   وہاں خلوص کہاں مدح گستری کے لیے

خلوصِ دل بھی ضروری ہے فکرِ مدح کے ساتھ   جلاؤ شمع اندھیرے میں روشنی کے لیے

نماز و روزہ بھی واجب ہیں ان کے ساتھ مگر   چنا گیا ہے ہمیں مدحتِ علیؑ کے لیے

مجھے علیؑ کی محبت نے سرشناس کیا   چراغ عرش سے لایا ہوں روشنی کے لیے

○

فہرست قصاید اور منقبتیں

شمارہ	عنوان	مطلع	تعداد شعر	مدح
1	امیر المومنین	نقاب رخ ہٹی ایمان کے عہد منور کی	(31)	حضرت علیؑ
2	سیّدہ کونین	اے کہ ہستی ہے تری نازِ رسولِؐ بطحا	(33)	حضرت فاطمہؑ
3	شہزادۂ صلح	عالمِ خلق پہ چھائی ہوئی وہ کن کی صدا	(40)	حضرت امام حسنؑ
4	سید الشھدا	ذوق طاعت چاہتا ہے ایک سجدا اے حسینؑ	(30)	حضرت امام حسینؑ
5	شعاعِ لرزاں	چو بر شاخِ نازک گلِ تر بلرزد	(14)	حضرت علیؑ
6	نجم و شمس	ایں جادۂ تسلیم کہ بمود علی بود	(12)	حضرت علیؑ
7	بانگِ درا	فطرت خدا کے راز اگر برملا کہے	(37)	حضرت علیؑ
8	پارۂ نور	اے وہ ہستی کہ ترا عکسِ نظر تھا سرِ طور	(17)	حضرت علیؑ
9	حسینؑ علیہ سلام	اے کہ تیرے خیال میں نشہ جامِ کوثری	(17)	حضرت امام حسنؑ
10	عریضہ	ایک ترا جمال ہے رونقِ بزمِ عنصری	(15)	حضرت امام مہدیؑ
11	جانِ بہار	نمودِ عالم ہوتھی فضائے تیرہ و تار	(98)	حضرت علیؑ
12	روحِ سخن	حُسنِ ازل تھا فقط غیرتِ صد انجمن	(116)	حضرت علیؑ
13	صبحِ لطیف	مسجودِ عقل و ہوش ہی فطرت کو وہ جوہر دیا	(112)	حضرت علیؑ
14	جلوۂ معصوم	قوتِ تخیل سے کچھ کام لے کر دیکھئے	(123)	حضرت علیؑ
15	ترتیبِ مناظر	کچھ ایسا مضطرب ہے ذرہ ذرہ دشتِ فاراں کا	(92)	حضرت علیؑ
16	شمعِ حقیقت	پچھلے سے تلاطم ہے دریا میں قیامت کا	(38)	حضرت علیؑ
17	نغمۂ کوہسار	اور بڑھیں گی زینتیں گلشنِ روزگار کی	(118)	حضرت علیؑ

شمارہ	عنوان	مطلع	تعداد شعر	مدح
18	نازِ آفرینش	زہے لوح و قلم ایسے بھی نقطے تھے مقدر میں	(77)	حضرت علیؑ
19	زمزمۂ روح	شبِ دراز میں نہاں جہانِ پُر بہار ہے	(77)	حضرت امام حسینؑ
20	شاہزادۂ نور	نہ ہوں مغرور نظریں وہم عرفانِ حقیقت سے	(62)	حضرت امام مہدیؑ
21	طرحِ نو	تولاّ آج کیوں ہنگامہ زا ہنگامہ پرور ہے	(57)	حضرت امام مہدیؑ
22	ہمہمہ	زمانہ جنگ کا ہے مسئلہ زور آزمائی کا	(60)	حضرت علیؑ
23	خُمِ غدیر	وہ ماہِ رجب مظہرِ اسرارِ الٰہی	(53)	حضرت علیؑ
24	مولائی	سنی مدحِ علیؑ ہم نے ستاروں کی زبانوں سے	(8)	حضرت علیؑ
25	منقبت	جلوہ گر عشقِ علیؑ مرتضٰی آنکھوں میں ہے	(9)	حضرت علیؑ
26	قصیدہ	دماغ و فکر و قرطاس و قلم سے واسطا سمجھا	(20)	حضرت علیؑ
27	منقبت	خدا کا گھر درِ دولت ہے دارائے امامت کا	(35)	حضرت علیؑ
28	منقبت	اندھیرا تھا اجالا ہوگیا مرضیٔ داور کا	(11)	حضرت علیؑ
29	عرفانِ ابوطالبؑ	کوئی مانے نہ مانے آج ایمان ابوطالبؑ	(11)	حضرت ابوطالبؑ
30	تیرھویں رجب کی رات	دیدنی تھی وقت کی صورت گری کل رات کو	(22)	حضرت علیؑ
31	نغمۂ مستانہ	آج گھٹا کیا جھوم کے اٹھی	(26)	حضرت علیؑ
32	منقبت	اگر وہ خود نہ دلوں کے نگاہباں ہوتے	(15)	آلِ محمدؐ
33	منقبت	تیری خاطر نذر لایا ہوں ولائے بوترابؑ	(11)	حضرت علیؑ
34	منقبت	جب سے درِ علیؑ پہ فخرِ گداگری ہے	(15)	حضرت علیؑ
35	منقبت	اس ذات کی مدحت میں رواں میرا قلم ہے	(14)	حضرت علیؑ
36	منقبت	مسکراتے ہیں نبیؐ کعبہ کا حاصل دیکھ کر	(14)	حضرت علیؑ
37	منقبت	اے صلِّ علیٰ جلوۂ جانانہ علیؑ کا	(7)	حضرت علیؑ
38	منقبت	فراریوں سے ہے غفلت نہ زخمیوں سے غرض	(8)	حضرت علیؑ
39	قصیدہ	حُسن کی ہے جلوہ گاہ عشق میں ہوں نعرہ زن	(27)	حضرت حسنؑ

شمارہ	عنوان	مطلع	تعداد شعر	مدح
40	منقبت	پائی تھی نہ قرآں نے ابھی صورتِ فرماں	(41)	حضرت فاطمہؑ
41	منقبت	میرا مطلع ہے طلوعِ آفتابِ معرفت	(22)	حضرت امام حسنؑ
42	منقبت	اسلام کی تاریخ کا وہ عہد یگانہ	(24)	حضرت امام حسنؑ
43	منقبت	مرا دل فدائے امامِ حسنؑ ہے	(6)	حضرت امام حسنؑ
44	منقبت	صورت ہے ایک حُسن کہو یا حسنؑ کہو	(7)	حضرت امام حسنؑ
45	خالقِ نجات	پردہ تھا اک ازل کا زمیں تھی نہ آسماں	(70)	حضرت امام حسینؑ
46	قصیدہ	ساقی کی اک نظر سے اسرار حق ہیں روشن	(36)	حضرت امام حسینؑ
47	منقبت	صبر کی شمشیر والے درد و غم کے تاجدار	(12)	امام زین العابدینؑ
48	منقبت	صادقِ آلِ محمدؐ وارثِ خیر الانام	(11)	امام جعفرؑ صادق
49	فروغِ ملت بیضا	شریعتوں کا خلاصہ ہیں جعفرِؑ صادق	(12)	امام جعفرؑ صادق
50	منقبت	لسانِ قدرتِ یکتا امامِ جعفرِ صادق	(7)	امام جعفرؑ صادق
51	منقبت	اے کہ تجھ کو مہد میں آیا امامت کا پیام	(6)	امام محمد تقیؑ
52	مصدرِ کمال	خرامِ ناز میں نہاں سکونِ روزگار ہے	(25)	امام حجتِ عصرؑ
53	عہدِ اضطراب	نقابِ رُخ الٹ دو حشر اٹھا رکھا ہے دنیا نے	(21)	امام حجت عصرؑ
54	معرکہ	غضب کا معرکہ تھا اور قیامت کی صف آئی	(57)	امام حسینؑ
55	درشن کا سویرا	شعبان وہ اسلام کا ممدوح مہینہ	(38)	امام مہدیؑ
56	منقبت	اللہ رے تیری وسعت اے جلوۂ جانانہ	(11)	امام مہدیؑ
57	امام منتظر	جب توجہ آنے والے کی ادھر ہو جائے گی	(23)	امام مہدیؑ
58	روح کی فریاد	بدلا ہوا ہے دہر کا عنواں ترے بغیر	(21)	امام مہدیؑ
59	منقبت	رسوا ہو عین چوک میں اسلام کا نشاں	(34)	حضرت عباسؑ
60	منقبت	اسلام اے شرفِ جوہرِ شمشیر زنی	(20)	حضرت عباسؑ
61	قصیدہ	یہ بارگہِ عرش نشاں منزلِ عظمت	(46)	حضرت عباسؑ

شمارہ	عنوان	مطلع	تعدادِ شعر	مدح
62	منقبت	ثنائے ثانیِ زہراؑ میں کیا کروں تحریر	(14)	حضرت زینبؑ
63	منقبت	شرف کچھ کم نہیں عون و محمدؑ کی ولادت کا	(12)	حضرت عونؑ و محمدؑ
64	قوم کی ماں	اے علیؑ کی لاڈلی آغوشِ زہراؑ کی پلی	(11)	حضرت زینبؑ
65	منقبت	آ گیا ہوں مدحِ اصغرؑ تک بہ عنوانِ حسینؑ	(17)	حضرت علی اصغرؑ
66	منقبت	دینِ فطرت جو کرے گا استوار آ ہی گیا	(5)	حضرت علی اصغرؑ
67	منقبت	مظہرِ معصومیت اے فاطمہؑ کی ورثہ دار	(6)	حضرت زینبؑ
68	منقبت	عباسؑ ہیں نظر میں ولا کا شباب ہے	(19)	حضرت عباسؑ
69	منقبت	آیا مری زباں پہ جب مدح کا ترانہ	(34)	حضرت علیؑ
70	منقبت	حُسنِ حسنؑ کی مدح میں گزرے اگر حیات	(34)	امام حسنؑ
71	منقبت	حمد کی تحریک ہے جس میں وہ منظر دیکھئے	(16)	حضرت علی اکبرؑ
72	منقبت	داستاں اصغرؑ کی ہے تفسیرِ قرآنِ کریم	(12)	حضرت علی اصغرؑ
73	منقبت	کیا پوچھتے ہو شان علیؑ کے فقیر کی	(10)	حضرت علیؑ
74	قصیدہ	زبانِ کلک سے آواز بسم اللہ کی آئے	(39)	حضرت امام حسنؑ
75	منقبت	چار دن بھی نہ ملا آلِ نبیؐ کو آرام	(4)	حضرت ام کلثومؑ
76	عروس الکلام	تم تو ہوتے ہی نہ تھے آنکھ سے میری اوجھل	(54)	حضرت علیؑ
77	چودھویں کا چاند	ہوئی مصروفِ راحت لیلیٰ شب لے کے انگڑائی	(27)	امام مہدیؑ
78	زمزمہ	پھر بہار آئی ہے ساقی لا چھلکتے جام دے	(19)	غدیرِ خم
79	منقبت	منصور ہوا تختِ خلافت پہ جو قابض	(18)	آلِ محمدؐ
80	منقبت	محوِ طاعت تھے حضرتِ صادقؑ	(18)	امام جعفرؑ صادق
81	شاعر	عجب یہ دور ہے شاعر کی زندگی کے لیے	(18)	حضرت علیؑ

امیر المومنین

نقابِ رُخ ہٹی ایمان کے عہدِ منوّر کی
جدارِ کعبہ شق ہوکر اِدھر سَر کی اُدھر سَر کی

دو عالم جگمگا اٹھے ہیں تکرارِ تجلّی سے
علیؑ کا روئے روشن اور نظریں ہیں پیمبرؐ کی

اُنہیں نظروں نے سب سے پہلے وجہُ اللہ کو دیکھا
نظر آئی اس آئینہ میں صورت آئینہ گر کی

نصیری کی یہ نافہمی ہے شاید اُس کو بھا جائے
خبر کیا ہم سے بندوں کو مزاجِ بندہ پرور کی

وہ بچہ کیوں نہ موزوں ہو نبوت کی گواہی کو
جسے چونکا دیا خوشبو نے دامانِ پیمبرؐ کی

کسی کو حق نہیں ہے بحث کا دونوں کے رُتبے میں
خدا رکھے یہ دو فردیں ہیں لیکن ایک ہی گھر کی

قدم آگے کہاں بڑھتے درو دیوارِ کعبہ سے
بلائیں لیں فطرت نے لی دیوار کی در کی

بھلا ایسی فضا میں آبِ زمزم کی حقیقت کیا
جہاں قدموں کو بوسے دے رہی ہو موج کوثر کی

کیے انکے لیے سامان کیا کیا دستِ قدرت نے
نبیؐ کی گود گہوارہ ہوا جبریلؑ کے پر کی

بشر کو معرفت حاصل نہ ہوگی ذاتِ حیدرؑ کی
سمجھ لے آدمی کس طرح منزل آدمی گر کی

کھلے ہیں اُس پہ کچھ اسرار حفظِ آدمیت کے
گدائی کی ہے برسوں جس نے شہرِ علم کے در کی

علیؑ کو چھوڑ کر قرآن سے ہے ربط بے معنی
اٹھا لے وہ ضرورت ہو جسے بے روح پیکر کی

نمازیں وقت پر واجب ولا ہر وقت واجب ہے
عبادت ہے حقیقت میں ولا آلِ پیمبرؐ کی

علیؑ کا نام بھاری ہے متاعِ کن کے دفتر سے
جلالت دیکھنا اس لفظ آسان و سبک تر کی

جمال ایسا کہ اہلِ دل کی آنکھیں وجد کرتی ہیں
جلال ایسا کہ جھک جاتی ہیں نظریں ہر ستمگر کی

تعجب کیا مخالف سوتے سوتے چونک اٹھتے ہوں
عرب کے ذہن میں صدیوں رہی ہے جنگ خیبر کی

روش وہ تھی کہ جس پر دوستوں نے اپنی جانیں دیں
وہ جوہر تھی کہ دشمن کی زباں نے قدرِ جوہر کی

تعال اللہ اُس کے صبر و ضبط و شکر کی منزل
وہ منزل ہے جہاں خندق کی ہستی ہے نہ خیبر کی

امامِ حریت ایسا کہ جس کے جانشینوں نے
اشاعت کی درِ زنداں سے تعلیمِ پیمبرؐ کی

جب اسکی آل نے عمریں گزاریں قید خانوں میں
ہوئی تب قدر انسانوں کو آزادی کے جوہر کی

وہ اپنے عہد میں اپنے لیے چھوٹے بڑے ہونگے
ہمارے دیدہ و دل میں وہی عظمت ہے گھر بھر کی

علیؑ کے سامنے کیا زور چلتا مالِ دنیا کا
ابوذر سے مقابل ہو کے طاقت گھٹ گئی زر کی

نہ ہوسکتے جہاں میں نسل ورنگ قوم کے جھگڑے
اگر نفسِ پیمبرؐ کو جگہ ملتی پیمبرؐ کی

مصلّے کی فضا سے جنگ کے میداں میں لے آیا
بڑھادی اس نے ہیبت نعرۂ اللہ اکبر کی

علیؑ کی روشنی میں پیروی کرتی اگر ملت
ظہورِ حجتِ حق تک ضرورت تھی نہ رہبر کی

ہزاروں بن گئے سرمایۂ نہج البلاغہ سے
نظر نیچی رہے گی علم کے ہر اک تونگر کی

خدا ذہنِ بشر کی پرورش کرنے نہیں آتا
ضرورت تھی اُسے اک کارفرما بندہ پرور کی

نہوتی منعم و مزدور کی دنیا میں آویزش
جو ارضِ خم پہ دنیابات سن لیتی پیمبرؐ کی

کسی دل کو مزے کیا دینگے بوسہ سنگِ اسود کے
تڑپ جب تک نہ ہو مولودِ بیت اللہ کے در کی

علیؑ کی مدح میں اسرار کھلتے ہیں دو عالم کے
نہیں یہ ذوق تو محدود ہے دنیا سخنور کی

اسی باعث تو پھر کوئی ہوا پیدا نہ کعبہ میں
کہ بیٹی ہی نہیں تھی دوسری کوئی پیمبرؐ کی

○

سیدۂ کونین

اے کہ ہستی ہے تری نازِ رسولؐ بطحا
سیّدہ فاطمۂ زہراؑ و بتولؑ عذراؑ

تو ہی آفاق میں ہے مادرِ ملّت بخدا
تیری آغوش میں اسلام نے کی نشو و نما

اے کہ تو پیچ و خمِ چادرِ تطہیر میں ہے
نام لینے سے لرزتا ہے دلِ اہلِ ولا

صنفِ نسواں میں نہ ہو تکملۂ عزو شرف
تو اگر عالمِ امکاں میں نہو جلوہ نما

تیرے پاسنگ نہیں دخترِ حوا کوئی
تیرا اسوہؑ ہے فضائے دو جہاں میں تنہا

کس کو دنیا میں تاسّی تری ہوتی حاصل
کہ ترے نقشِ قدم تک بھی نہ پہنچی دنیا

ہاشمی رعب و جلالت ترے چہرے کی نقاب
منزلِ سجدۂ عفت تیرا نقشِ کفِ پا

برکتیں وحیِ الٰہی کی ترے گھر کا حصار
دامنِ عصمتِ مریمؑ ترے در کا پردا

در وہ در جس پہ ملک آئے گدائی کے لیے
گھر وہ گھر جس سے بندھی خانۂ کعبہ کی ہوا

تیری مرضی پہ ہوا رحمتِ باری کا نزول
اذن لے کر ترے کاشانہ میں قرآں اُترا

ہے ترے دودھ کی تاثیر یہ قومی تعمیر
اللہ اللہ ترے خونیں کفن و سبز قبا

سر اٹھانے کی نہیں ملتِ بیضا کو مجال
کہ خمِ گردنِ اسلام ہے احسان ترا

بوالبشر اور ہے کچھ خیرِ بشر ہے کچھ اور
یہ شرف تیرے ہی در سے بشریت کو ملا

ترے پردے کو سمجھ سکتی ہے کیا عقلِ بشر
اہلِ محشر سے بھی محشر میں رہے گا پردا

تو ہے اے صلِّ علی کارِ نبوت کی شریک
تیرے ہی گھر میں امامت کی ہوئی نشو و نما

پہلے تو بعدِ محمدؐ ہوئی شایانِ درود
کہ ترا آلِ محمدؐ میں ہے نمبر پہلا

خالقِ حُسن علیؑ کو جو نہ پیدا کرتا
کوئی واللہ دو عالم میں ترا کفو نہ تھا

آ کے خاموش جو بیٹھے رہے شاہِ مرداں
مرکزِ وحی نے مفہومِ خموشی سمجھا

نعمتِ آیۂ قرآن ترے روزہ کی سند
غیرت میوۂ جنّت تری فاقوں کا مزا

تری پیوندوں کی چادر غربا کی تسکین
سر سے ہٹ جائے تو خورشید نہو جلوہ نما

تری تہلیل سے جسمِ دو جہاں میں لرزش
تری تسبیح کہ جو عرش کا توڑے تارا

دہر میں اشجعِ عالم تری قسمت کا شریک
خلق کا مصلحِ اعظم تری گودی کا پلا

تری سطوت کی نشانی ترے گیارہ فرزند
ترے مہدیؑ سے ہے قائم روشِ ارض و سما

فاتحِ بدر کی تلوار سہیلی تیری
اُس کی قسمت کہ اٹھایا تری باتوں کا مزا

تیرے ایثار کی تفصیل حسینیؑ تنظیم
تیری محنت کا ثمر جلوہ گہہِ کرب و بلا

بھول کر تو نے نہ کی دولتِ دنیا پہ نظر
جوشنِ صبر و رضا تھے زر و زیور تیرا

تذکرہ مصحفِ باری میں ہے عظمت کا تری
ذکر تاریخ میں ہے آسیا گردانی کا

آئے جبریلؑ امیں عرش سے نسبت لے کر
یہ وہ رشتہ ہے جہاں بیچ میں تھی وحیِ خدا

دست و پا چوم کے عصمت نے لگائی مہندی چادرِ آیۂ تطہیر نے آنچل ڈالا
ہاشمی تیغوں کے سائے میں دلہن گھر سے چلی لافتا کا جو علی باندھ کے آئے سہرا
باپ کے گھر سے ملا بخششِ امت کا جہیز دونو عالم نے کیا حدِ ادب پر مجرا
کیا توازن ہے میں قرباں نگہِ قدرت کے خانہ زاد اپنا ہے اور بنتِ پیمبرؐ زہراؑ

شادیٔ رابطۂ آدمؑ و حوّا کی قسم
پھر دلہن ایسی ہوئی اور نہ دولہا ایسا

○

شہزادۂ صلح

عالمِ خلق پہ چھائی ہوئی وہ کُن کی صدا رُخِ ہستی سے وہ غیبت کا سرکتا پردا
نشر گاہِ عدم آباد سے اعلانِ وجود کروٹیں لیتی ہوئی صبحِ ازل کی دنیا
صورت و معنی و روح و بدن و مرگ و حیات خوبی و زشتی و سنگینی و تری و خلا
مسلک و مقصد و مفہوم و مراد و میثاق نکہت و نزہت و نسرین و نواسنج و نوا
زر و زردار و زمین و زمن و زیر و زبر قسمت و قدرت و قانون و قاضی و قضا
علم و عقل و عمل و عزم و عیار و عنوان صبر و صلح و صفت و صاعقہ و صور و صدا
جوہر و جلوہ و جوش و جرس و جہد و جہاد دیدۂ و دانش و دارین و دل و درد و دوا
سوز و ساز و سخن و سامعہ و سیر و سکوں راحت و رحمت و رنگ و روش و راہ و رضا
حیرت و حوصلہ و حرف و حکایات و حدیث بارش و باغ و بہار و بدل و بذل بہا
طائر و طرہ و طور و طرف و طرز و طریق شعلہ و شاہد و شہکار و شہید و شیدا
اک ارادہ میں یہ تخلیق کا طوفانِ عظیم اک اشارہ میں یہ تشریحِ رموزِ اسماء
سانس لیتے ہوئے پانی پہ زمیں کا بستر وزنِ کہسار دبائے ہوئے گیتی کا گلا
وہ ابھرتا ہوا سورج وہ تجلی کا پہاڑ روشنی کا وہ مرتب وہ منظم دھارا

شام تک صبح سے کرنوں کا برستا ہوا مینہ
رات بھر تیز سیاہی کا اُبلتا دریا

کفِ گردوں پہ ستارے طبقِ ارض میں گل
شب کی چھاتی پہ دھرا چاند کا روشن مکھڑا

بارِ ہنگامۂ تہلیل اٹھائے ہوئے عرش
رنگِ تقدیس میں ڈوبی ہوئی معصوم فضا

عرش و کرسی کی بنا لوح و قلم کی تشکیل
خود نمائی ہوئی جن آئینوں میں جلوہ نما

ہمت و حوصلہ انسان کا جبریل کی حد
عزمِ انساں سے لرزتی ہوئی طوبیٰ کی ہوا

آب و گل کی عظمت اور ملکوتی ماحول
زعمِ قدسی کا جمالِ بشری کو سجدہ

ایک ہلکی سی وہ لغزش وہ تقاضائے جلال
انقلاب ایسا کہ پھر آنکھ نے دیکھا نہ سنا

ذہنِ آدم میں وہ خاموش فضائے جنت
خیر و شر کی یہ گرجتی یہ برستی دنیا

دامنِ ارض پہ گرتے ہوئے پہلے آنسو
آہ جاں سوز و جگر سوز کا پہلا شعلہ

منزلِ عشق و محبت میں وہ پہلی افتاد
عرش سے فرش تک اک معرکہ درد و دعا

ہو چکا جمع یہ ساماں جو تصدق کے لیے
گلشنِ دہر میں آئے حسنِ سبز قبا

یہ وہ رحمت کا خزانہ تھا سماتے نہ کہیں
کون لیتا انہیں گودی میں پیمبرؐ کے سوا

دست بوسی کو بڑھے جذبۂ ذکر و تسبیح
فکرِ شاعر نے بھی اک مطلعِ نو نذر کیا

جادۂ صلح کے رہبر حسنِ سبز قبا
تو نے تخلیق کیا ولولۂ کرب و بلا

حق و باطل میں وہی فیصلہ کن بھی ٹھہری
جس لڑائی کا ترے صبر سے آغاز ہوا

سرکشی حق سے نہ باطل کی بڑھی تھی جب تک
حجتِ حق تھا جہاں میں ترا اُسوہ تنہا

کربلا میں تری تحریک ہوئی بار آور
صبر بڑھ کر تیرا شمشیر یداللہ بنا

نکلی ہے نیام سے اس وقت حسینی تلوار
جبکہ خُلقِ حسنی بھول گئی خَلقِ خدا

فاطمی صبر کا مظہر ہے تو پہلا بخدا
پھر یہ ورثہ ترا سجادؑ کو زینبؑ کو ملا

سبطِ اکبر ہے تو اللہ رے ترا عز و شرف
ایسی منزل میں جہاں کوئی نہ چھوٹا نہ بڑا

تو نے اس تختِ حکومت کو لگادی ٹھوکر
خونِ انسان ہی صدا جس کی بلندی سے گرا

آج بھی تیری امانت پہ فدا ہیں لاکھوں
سلطنت کا کوئی آفاق میں حامی نہ رہا

جانے کیا بیَر ہے دنیا کو گھرانے سے ترے
معترض صلح پہ بھی جنگ پہ بھی ہے دنیا

جاہلوں کے لیے اب تک ہے یہی طرزِ جواب کتنا محکم تھا وہ انداز خموشی تیرا
نقش اک اک دلِ عارف پہ ترے نام کا ہے تخت پر کوئی جو بد نام حکومت ہو تو کیا
قوم کے درد کا ہے تیری تاسّی میں علاج جب یہ توفیق نہیں کوئی دوا ہے نہ دعا

تیرے پیرایۂ تبلیغ کے قابل ہی نہ تھی
یہ اُجالے کی مخالف یہ اندھیری دنیا

O

سید الشہداء

ذوقِ طاعت چاہتا ہے ایک سجدا اے حسینؑ میں کہاں ڈھونڈوں ترا نقشِ کفِ پا اے حسینؑ
تجھ کو ہے فرزندیِ اسلام زیبا اے حسینؑ تو کہ ہے ابناء نا میں جلوہ فرما اے حسینؑ
کچھ تجھے صدیاں گزر جانے پہ سمجھا اے حسینؑ اب خراجِ معرفت دیتی ہے دنیا اے حسینؑ
پاؤں پھیلائے علیؑ و فاطمہؑ کی گود میں تو رسولؐ اللہ کی زلفوں سے کھیلا اے حسینؑ
صحنِ مسجد تیری جولانگاہِ طفلی مرحبا دامنِ فخرِ رسالت تیرا جھولا اے حسینؑ
تیری سیرت کا منادی ہے امامت کا نقیب تجھ سے پہلے فرض تھا قرآں کا آنا اے حسینؑ
تیری ہستی ہے جہاں میں مرکزِ انسانیت فاطمہؑ نے تجھ کو کس محنت سے پالا اے حسینؑ
بارہا تخیل میں دیکھا نبیؐ کے دوش پر عرش سے بھی ہے تصور تیرا اونچا اے حسینؑ
حُسنِ یوسف ماند ہے عشقِ زلیخا مضمحل اے مکمل حُسن اے عشقِ سراپا اے حسینؑ
ناز برداروں میں تیرے اک پیمبرؐ دو امام تو عجب ماحول میں تھا ناز فرما اے حسینؑ
ہر افق پر ہے تری حُسنِ عمل کی روشنی تو ہی دنیا کے اندھیرے کا اُجالا اے حسینؑ
تو زبانِ عصمتِ برحق پہ نفسِ مطمئن تو نگاہِ عصمتِ مطلق میں یکتا اے حسینؑ
تیرے گیسو کی مہک جنت بہ جنت رہنما تیری جلوہ کی جھلک دنیا بہ دنیا اے حسینؑ
گردشِ گردونِ گرداں ٹھوکروں میں ہے تری دستِ قدرت میں ترے امروز و فردا اے حسینؑ

بیکسی کہہ دوں اسے یا شانِ یکتائی کہوں ۔۔۔ تو نظر آیا ہے ہر منزل میں تنہا اے حسینؑ
اے زہے شانِ عمل تا حجت آخر کبھی ۔۔۔ پھر نہ آیا کوئی بیعت کا تقاضا اے حسینؑ
ہیئاً بالیں پہ شاہانِ جہاں قدموں میں ہیں ۔۔۔ تیری نظریں دیکھتی ہیں دین و دنیا اے حسینؑ
تیری قربانی سے پہلے وہ اذاں ہو یا نماز ۔۔۔ اب یہ تیرے نام کا بجتا ہے ڈنکا اے حسینؑ
آج سجدے ہو رہے ہیں تیری خاکِ پاک پر ۔۔۔ یاد جو دنیا کو تیرا ایک سجدا اے حسینؑ
کوئی حد ہے تیرے استقلال و صبر و ضبط کی ۔۔۔ تجھ سے تھا حق کی مشیت کا نہ پردا اے حسینؑ
وعدۂ طفلی کے دن سے لے کے سنہ اکسٹھ تلک ۔۔۔ کربلا سے روز تیرا سامنا تھا اے حسینؑ
ہوگیا دم بھر میں حُر قیدِ غلامی توڑ کر ۔۔۔ دل کی گہرائی سے جس نے بھی پکارا اے حسینؑ
آج ہیں جس راہِ آزادی پہ قومیں گامزن ۔۔۔ تیرے قدموں نے بنایا ہے وہ رستا اے حسینؑ
زندگی ناحق پرستوں کو مصیبت ہوگئی ۔۔۔ چار جانب سے ہے اب حق کا تقاضا اے حسینؑ
جرأت مظلوم ہو یا ہمتِ مزدور ہو ۔۔۔ تو نے کھینچا تھا یہ مستقبل کا خاکا اے حسینؑ
اس زمانے کے سپاہی نے ترے اخلاف سے ۔۔۔ بے تشدد جنگ کا انداز سیکھا اے حسینؑ
ہم کہاں ہیں اور تری ایثار کی منزل کہاں ۔۔۔ کربلا تک ہی ابھی دیکھا ہے رستا اے حسینؑ
کاش ہم تصویر بن جاتے ترے مفہوم کی ۔۔۔ کتنی جانیں دے کے تو نے ہم کو پایا اے حسینؑ
جی رہی ہے اک نگاہِ لطف کی امید پر ۔۔۔ تیسری شعبان کی بزمِ تولا اے حسینؑ
مدح گو سرمایہ داروں کا نہ شاہوں کا غلام ۔۔۔ نجم بے زر ہی سہی شاعر ہے تیرا اے حسینؑ

○

شعاعِ لرزاں

(تضمین بر اشعار ہاشمی مرحوم و مغفور)

چو بر شاخِ نازک گلِ تر بلرزد ۔۔۔ بہر نگی موجِ کوثر بلرزد
بہ اندازِ صد قلبِ مضطر بلرزد ۔۔۔ چو شمشیر در دستِ حیدرؑ بلرزد
دل اندر درونِ غضنفر بلرزد

چو ایں را بہ لشکر فرازد بہ بالا   چو آں را بہ خیبر فرازد بہ بالا
نشانِ نبیؐ گر فرازد بہ بالا   سناں را چو بر سر فرازد بہ بالا
چو از بادِ صر صر صنوبر بلرزد

فلک خم ز اجلالِ محراب تیغش   قمر چشمۂ مرتعش ز آبِ تیغش
تن کفر لرزاں بہ گردابِ تیغش   دلاور شجاعے کہ از تابِ تیغش
درونِ شجاعانِ کشور بلرزد

بہ آں نقش پا جامِ جمشید باطل   ز عدلش سرافگندہ کسرائے عادل
بیک نعل اسپش فدا ماہِ کامل   ز دارائے تیغ او خصمِ را دل
چو وار از تیغِ سکندر بلرزد

بہ منبر نظر کن شکوہِ ولی را   بہارِ علومِ خفی و جلی را
بہ میداں بہ بیں کار زارِ علیؑ را   چو در جنبش آرد رکابِ یلی را
زمیں ہم چو صحرائے محشر بلرزد

منم آں کہ در بزمِ عشاق فردم   ز سر تا بہ پا از غمِ ہجر دردم
ولے جرأتِ عشق مولاؑ نہ کردم   من آں کمترینہ غلامم کہ ہردم
دلم در بر از شوق قنبر بہ لرزد

تو در علم جبریلؑ را رہنمائی   تو در حلم آئینۂ مصطفائیؐ
سوئے مجرم بیکس نظر کن کجائی   زجودِ تو دستِ جوانمرد طائی
بہنگام بخشیدن زر بہ لرزد

O

نجم و شمسؒ

(تضمین بر اشعار شمس تبریزؒ)

ایں جادۂ تسلیم کہ بنمود علیؑ بود   ایں ذوق بہر دل کہ بیفزود علیؑ بود
ہر آئینۂ آئینۂ مقصود علیؑ بود   شاہے کہ وصی بود ولی بود علیؑ بود
سلطان سخا و کرم و جود علیؑ بود

آں شاہ کہ از بدر و احد گشت مظفر   دو کرد بیک ضرب تنِ حارث خود سر
آں شیر کہ بشکست سرِ مرحب و عنتر   آں قلعہ کشائے کہ درِ قلعۂ خیبر
برکند بیک حملۂ و بکشود علیؑ بود

بد منفعتِ دین ضرر قلعۂ خیبر   تا اوجِ فلک شد خبر قلعۂ خیبر
دیدند ملک خم کمر قلعۂ خیبر   آں قلعہ کشائے کہ درِ قلعۂ خیبر
بر کند بیک حملۂ و بکشود علیؑ بود

در منزلِ خم آمدہ فرماں پئے سرورؐ   دادند نبیؐ تاج خلافت بہ برادر
ایں راز عیاں گشت ز ارشادِ پیمبرؐ   جبریل کہ آمد زبرِ خالقِ اکبر
در پیش محمدؐ بُد و مقصود علیؑ بود

از ماہی و تا ماہ سفر کردم و دیدم   در بحر و بر و کوہ گذر کردم و دیدم
یک عمر بایں شوق بسر کردم و دیدم   صد بار در آفاق نظر کردم و دیدم
از روئے یقیں درہمہ موجود علیؑ بود

از نورِ نبیؐ یافت ظہور آدم و عالم   چوں نورِ نبیؐ نورِ علیؑ یک بُد و توام
استاد قوی دارم و بے دغدغہ گویم   صدبار در آفاق نظر کردم و دیدم
از روئے یقیں درہمہ موجود علیؑ بود

○

بانگِ درا

فطرت خدا کے راز اگر برملا کہے
غنچہ کھلے چمن میں تو یامرتضیٰ کہے

دل میں خیال آئے تو صلِ علا کہے
جلوہ نظر فروز کہیں ہو تو کیا کہے

آنکھیں کھلیں تو گود میں ختمِ رسلؐ کے تھے
دل اس کو ابتدا کہے یا انتہا کہے

صورت وہ آنکھ نازشِ فطرت کہے جسے
سیرت وہ قلب نازشِ ربّ علا کہے

سمجھیں فرشتہ کیا تجھے اے برتر از ملک
بالا تر از بشر تجھے انسان کیا کہے

گیسوئے منتشر ہیں کہ قرآں کی آیتیں
روح خلیلؑ دیکھ کے صلِ علا کہے

تیری نگاہِ لطف ہے اک موجِ سلسبیل
اب مضطرب ہے دل کہ تبسم کو کیا کہے

معصوم نقش اُس پہ طبیعت کی سادگی
چہرہ پہ وہ جلال نصیری خدا کہے

ہمدم جہاں میں نور میں شامل نسب میں ایک
کس طرح کوئی تجھ کو نبیؐ سے جُدا کہے

بچپن میں کھیل تھا تو نبیؐ کی محافظت
جب ہوں جواں تو کیوں نہ ملک لافتا کہے

وہ نقشِ پا ہیں مہر نبوتؐ سے بھی بلند
کیوں مہرومہ کو کوئی ترے نقش پا کہے

اللہ رے تیرے قولِ سلونی کی منزلت
ہو حوصلہ اگر تو کوئی دوسرا کہے

حُسنِ عمل پہ تیرے کرے ناز کبریا
قرآن تیرا قصۂ عہدِ وفا کہے

تعمیر قوم بُت شکنی بخشش و عطا
کونین کیوں نہ پھر تجھے دستِ خدا کہے

تھا جوشِ انتقام عرب کے خمیر میں
سیکھا ہے کس سے مسلک عفو و عطا کہے

ہے آج تک جو رایتِ اسلام سر بلند
کاندھے پہ کس کے پائی ہے نشوونما کہے

سکہ ہے کس کی تیغ کا تاریخ دے جواب
نعروں سے کس کے گونج رہی تھی فضا کہے

ہیں تیرے نقش پا پہ یہ قومی عمارتیں
آثار کہتے ہیں نہ کہے کوئی یا کہے

قانون بن گئے ترے الفاظ دہر میں
دشمن بھی سُن کے کیوں نہ درست اور بجا کہے

تیرا کلام دیکھ کے حیرت میں ہے جہاں
صدقت یا علیؑ نہ کہے دل تو کیا کہے

اک معجزہ ہے یہ ترے نفسِ عظیم کا
امت جو بے خبر ہو وہ مشکل کُشا کہے

تلوار نام لے کے اُٹھاتے ہیں حق پرست　　ایسے بشر کو ناصرِ دینِ خدا کہے
شاہی اور اُس پہ فقر پسندی کے نصیب　　یہ شان ہو تو کوئی شۂ دوسرا کہے
آسائشیں تھیں تیری عبادت کے اہتمام　　وہ مشغلے کہ مصحفِ حق ہل اتا کہے
بھولے نہ یہ کہ راکبِ دوشِ نبیؐ ہے تو　　قصہ جو کوئی رفعتِ اسلام کا کہے
ہیں کھیل اُس کے واسطے خیبر کشائیاں　　بازوئے مصطفٰےؐ جسے خلقِ خدا کہے
دشمن سے بھی سلوک تھا قاتل پہ بھی کرم　　دنیا تری بلند نگاہی کو کیا کہے
ہے اُس سے بڑھ کے کون خلافت کا مستحق　　نفسِ رسولؐ پاک جسے کبریا کہے
جاری ہو جن سے نغمۂ توحید خلق میں　　ایسے لبوں کو مصدرِ حمدِ خدا کہے
تاریخ ابتدا سے ہو غیروں کے ہاتھ میں　　پھر بھی ترے صفات حُسن برملا کہے
دُنیا ہو چُپ تو ارض و سما بولنے لگیں　　اک اک زبان گنگ ترا ماجرا کہے
تقلید تیری چاہیے تنظیم ہے یہی　　مغرب پرست قوم سے پر کوئی کیا کہے
ہر سانس میں ہو بوئے ولائے ابوترابؓ　　اُبھرے جو نبض ڈوب کے یا مرتضٰیؓ کہے
اس جلوہ گاہِ[ل] ناز کے اللہ رے نصیب　　جس کو زبانِ خلق نجف دوسرا کہے
کیا کیا نہ تیرے پاؤں نے طے کی ہیں منزلیں　　سمجھے اگر کوئی تو ہر اک نقشِ پا کہے
آنکھیں ہزاروں فرش ہیں جلوہ نما ہو پھر　　ایک ایک پائمال ترا مرحبا کہے

ہے ایک کیفیت میں رواں اپنا کارواں
کیوں نجم منقبت کو نہ بانگِ درا کہے

○

پارۂ نور

اے وہ ہستی کہ ترا عکس نظر تھا سرِ طور　　آج تک دہر میں ہے چشمِ تمنا مخمور
اے کہ حُسنِ پسِ پردہ کا تو آئینہ ہے　　کچھ کچھ آتا ہے سمجھ میں ترا منشائے ظہور
تیرا مقدور محالات کو ممکن کرنا　　تیرا مفہوم خیالات کو تفویضِ شعور

وہ بشر تو کہ عیاں جس سے صفاتِ باری — نورِ کونین میں اُس کا ہے تو ہے تیرا ظہور
تیرا گہوارہ شہنشاہِ رسلؐ کا دامن — لوریاں جلوہ گہِ غیب کے رازِ مستور
جگمگادے گی زمانے کو ضیائے توحید — آج پھر ملتے ہیں بچھڑے ہوئے دو پارۂ نور
تو وہ ممکن ہے کہ ہے نازشِ ذاتِ واجب — تو وہ بے نفس کہ ہے ملتِ بیضا کا غرور
درد سرتا بہ قدم اور غریبوں کا سکون — ہمہ تن رنج و الم اور یتیموں کا سرور
بے نیازی کو ترے عجز کے تیور محبوب — خاکساری سے تری عرش کو پستی منظور
لذتِ روح تری نکہت گیسوئے رسولؐ — قوتِ نفس تری یادِ الٰہی کا سرور
متصل تیری خلافت پہ نوائے قرآن — متحد تیری ولایت پہ صدائے جمہور
حیرتِ عالم قدسی تری شب بیداری — اور ترا خوابِ جوانی شبِ ہجرت کا ظہور
تیرے دس نور نظر تیری مثالِ ظاہر — ترا اک جلوۂ غائب ترا شہزادۂ نور
ڈھل کے لہجے میں ترے وحیِ خدا کے الفاظ — کر گئے خلق میں قرآں کی فصاحت مشہور
تیری تلوار کے صدقے میں مسلمانوں نے — لے لیا تختِ کیانی و سریرِ فغفور
کھا کے سجادہ پہ تلوار بتایا تو نے — جان دینے کا ہے راہِ خدا میں دستور

ننگ ہے اُس کا درِ غیر پہ سجدہ کرنا
تجمل اک آپ کی سرکار کا شاعر ہے حضور

○

حسین علیہ السلام

اے کہ تیرے خیال میں نشہ جامِ کوثری — آج ہے تیرے نام پر گردشِ نورِ ساغری
اے کہ تری نگاہ ہے معنیٔ بندہ پروری — چاہے تو ہر غلام کو بخش دے تاجِ قنبری
نازشِ دودماں ہے تو ہاشمیوں کی جاں ہے تو — یوسفِ کارواں ہے تو جان و دلِ پیمبریؐ
وارثِ صبرِ فاطمہؑ خلقِ حسنؑ کا آئینہ — حاملِ شانِ احمدیؐ صاحبِ وضعِ حیدریؑ

تیرا ظہور دلربا دعوتِ صد نگاہ و دل — تیرا ورود کربلا ہے تری فتح دلبری
شام تری امید کی گیسوئے قاسمؑ حسیں — صبح نشاط عید کی نور جمالِ اکبریؑ
دامنِ ناز کی کشش شانِ ارادتِ حبیب — تیرے نیاز کی روش تیری نمازِ آخری
جوش ترے مقال کا خطبۂ عابدِؑ حزیں — قید میں تھا پہ ڈال دی جسمِ عدو میں تھرتھری
عالمِ بیخودی ترا عشقِ خدا کی منزلیں — ہوش ترے خیال کا جذبۂ خلق پروری
طفلی میں عیشِ خواب کا سینہ سیدالبشرؐ — تکیہ ترے شباب کا قبضۂ تیغِ حیدریؑ
تجھ سے ہے نامِ حریت تجھ سے نظامِ حریت — تو ہے امامِ حریت حُر ترا ایک لشکری
پھلے ہوں مدتوں جو پاؤں ختمِ رُسلؐ کی گود میں — اُن میں نہ ہو تو ہو کہاں زورِ کمالِ رہبری
زر سے کیا ہے یوں حذر بانٹے ہیں تو نے گنج زر — تیرا وہ فقر ہی نہیں نام ہے جس کا بے زری
ارضِ بقیعِ پاک میں تجھ کو خبر ہے کیا ہوا — دستِ دراز کفر کی آہ وہ کینہ پروری
چونک کے خوابِ ناز سے دیکھ ہمارا حالِ زار — جن کو کیا تھا متحد آج ہے اُن میں ابتری
ظلمتِ کفر چھا چکی نام و نشاں مٹا چکی — چاند کو اپنے اب تو دے رخصتِ جلوہ گستری

نغمۂ منقبت میں ہیچ ہے میرے سامنے
حسنِ بیانِ فرخیؔ زورِ کلام انوریؔ

○

عریضہ

(بہ حضور سرکار حجت العصر عجل اللہ ظہورک)

ایک ترا جمال ہے رونقِ بزمِ عنصری — تیری ضیا سے ضو فگن قصرِ دوازدہ دری
صانعِ خلق کی مثال خلق کی آنکھ سے نہاں — بوئے گلاب کی طرح قیدِ نگاہ سے بَری
عہدِ قدیم سرنگوں دورِ جدید منتظر — عالمِ حال مضطرب یہ تری شانِ دلبری
گیارہ امام کا خلف جس کا رسولؐ سا سلف — جانِ نقیؑ ذی شرف نورِ نگاہِ عسکریؑ

مثلِ تقی حق نما رہرو منزلِ رضاؑ　　حاملِ علمِ موسویؑ وارثِ صدقِ جعفریؑ
حلم میں ثانی حسنؑ مثلِ حسینؑ صف شکن　　زینِ عبا کا جان و تن سرو ریاض باقریؑ
تیرے کرم کی لہر میں جذبۂ خلقِ احمدیؐ　　تیری نگاہ قہر میں جلوۂ تیغِ حیدریؑ
سلسلہ ہے خلیلؑ سے گیسوئے مشکبار کا　　زلفِ معنبریں میں ہے بوئے خوشِ پیمبری
رفعتِ بوذری نثار تیرے مصاحبین پر　　تیرے غلام مرحبا ختم ہے جن پہ قنبری
خم ہیں ہزار گردنیں یہ ترے نام کا اثر　　ہیچ ہے تیرے سامنے دبدبۂ سکندری
حکمِ خدا کا منتظر فضلِ خدا سے منتظر　　شیرِ خدا کا شیرِ نر قاطعِ نسلِ کافری
دین کی دولتِ نہاں فضلِ خدا نگاہباں　　حجت و صاحب الزماں پیکرِ نورِ داوری
پردۂ غیب سے نکل بندِ نقاب توڑ دے　　آ کہ ہمیں مٹا چکی چرخ کی فتنہ پروری

اپنے ملازمین کا حالِ تباہ دیکھ لے
ارضِ بقیع پاک کو ایک نگاہ دیکھ لے

○

جانِ بہار

نمودِ عالم ہُو تھی فضائے تیرہ و تار　　نہاں تھے کتمِ عدم میں چراغ و شمع و شرار
میں جب بھی بھیج رہا تھا تسلّیاں پیہم　　مری شعاعوں کا جب بھی زمیں پہ تھا انبار
تحیّرات تھے پنہاں تجلّیات خموش　　نہ آئینہ تھا کوئی اور نہ آئینہ رخسار
میں جب بھی حیرتیِ فطرتِ پریشاں تھا　　مری نگاہ تھی سو آئینوں کی آئینہ دار
فقط تھی جلوہ نما ایک قدرتِ عریاں　　نہ پردہ ور تھا کوئی اور نہ کوئی پردہ دار
مری نگاہ میں روشن تھے سینکڑوں جلوے　　میں سات پردوں میں نظارگی تھا لاکھوں بار
یہ کائنات تھی مصروف خوابِ محکم میں　　میں جب بھی عالمِ افلاک میں تھا شب بیدار
جب ایک لفظ تھی مبہم یہ ہستیِ فانی　　میں جب بھی معنی و انجم تھا بابِ انوار

مجھے تھا عالمِ امکاں سے واسطہ جب بھی ۔۔۔ جب آب و گِل میں نہ تھے ربط و ضبط کے آثار

ابھی تھے جذب و کشش سے کہیں عناصر دور ۔۔۔ مری بقا کا ہے جذب و کشش پہ جب سے مدار

ابھی ہوئی تھی نہ ذرّات عقد کی ترتیب ۔۔۔ کہ تھا میں رکنِ طلسم ثوابت و سیار

نئے نئے تھے یہاں اہتمام فطرت کے ۔۔۔ میں انتظامِ فلک کا تھا جب بھی حصہ دار

سمٹ رہے تھے پریشان خاک کے ذرّے ۔۔۔ مجسمہ تھا مرا جب بھی مجمع الانوار

سدھر رہی تھی یہاں جب کہ عنصری دنیا ۔۔۔ میں اپنے نور کی دنیا سے دیکھتا تھا بہار

چھٹے تھے رنگ نہ فطرت کی سادگی سے ابھی ۔۔۔ مری نگاہ تھی میزانِ سادہ و پرکار

نکھر رہی تھی یہاں خاک گل فروشی کو ۔۔۔ میں گلستانِ فلک میں تھا جب گلِ بے خار

خدا علیم ہے میں کب سے ہوں سراپا حمد ۔۔۔ چھڑی ہے آج یہاں جنگ سبحہ و زنّار

ابھی نصیب نہ آدمؑ کو تھا غمِ ہابیل ۔۔۔ کہ میرے علم میں من یفسد کے تھے اسرار

مری نظر میں ہیں طوفانِ نوح کی لہریں ۔۔۔ مری شعاعوں نے کھائیں تھیں ٹکریں سو بار

محیط عالمِ فانی تھا نغمۂ داؤد ۔۔۔ میں تھا الست کے نغموں سے بیخود و سرشار

ابھی ہُوا نہ تھا موسیٰ کا سامنا غش سے ۔۔۔ کہ میری چشمِ تماشا تھی دیر سے ہشیار

ابھی فلک پہ نہ پہنچا تھا قُم کا آوازہ ۔۔۔ میں خیر مقدمِ عیسیٰ کو جب سے تھا تیار

میں اس کی شانِ کریمی پہ محوِ حیرت تھا ۔۔۔ سمٹ کے آگئی جنت سے جب زمیں پہ بہار

مجھے ہے یاد وہ آنکھوں کی خیرگی اب تک ۔۔۔ ہوئیں جو نور سے فاراں کی چوٹیاں گلنار

اک اور رحمتِ غیر انتہا نے لی کروٹ ۔۔۔ ابھی سنبھلنے نہ پائے تھے کشتۂ دیدار

اک اور جلوۂ صبر آزمانے دل مانگا ۔۔۔ ابھی تو لٹ ہی چکا تھا کسی کا صبر و قرار

اک اور حشر اُٹھا جلوہ زارِ فطرت میں ۔۔۔ اک اور نغمۂ دلکش ہوا محیطِ بہار

ہر ایک ذرّے سے تھی لرزشِ حیاتِ نمود ۔۔۔ ہر ایک ریزے میں پیدا تھے زیست کے آثار

جمود میں بھی نہ تھا اب سکون کا عالم ۔۔۔ سکون کو بھی نہ تھا اضطرابِ دل سے قرار

مرے خیال میں کل کی سی بات ہے گویا ۔۔۔ مجھے ہے آج بھی اُس بادۂ کہن کا خمار

مری نگاہ میں پھرتی ہے آج بھی تصویر ۔۔۔ مرے خیال میں اب بھی ہے وہ سماں وہ بہار

مَلک بھی حاضر خدمت نبیؐ بھی ہیں موجود
علیؑ کے نور سے کعبہ ہے مجمع الانوار

سنا یہ نجمِ فلک سے جو نجمِ ارضی نے
کہا وہ مطلع نو جس پہ مہر چرخ نثار

رُخ نبیؐ و علیؑ دیکھ لیں صغار و کبار
تجلیات کی دیکھی نہ ہو اگر تکرار

علیؑ کنارِ نبیؐ میں نبیؐ ہیں کعبہ میں
چمن میں گل ہے تو دامانِ گل میں جانِ بہار

یہیں سے اوج کا آغاز انتہا بھی یہیں
کبھی ہیں گود میں کاندھے پہ ہیں کبھی اسوار

ابھی سے زرد یلانِ عرب کے ہیں چہرے
نبیؐ کے ہاتھ میں گویا خدا کی ہے تلوار

بہت سی نسبتیں تھیں نام جب اسد پایا
خدا کا شیر نواسہ اسد کا شیر شکار

ازل کے سلسلۂ منتخب کی پہلی قسط
عرب کی کفر نشاں زندگی پہ پہلا وار

عجیب مطلع روشن کیا سپرو قلم
میں اپنی طبع خدا داد پر نہ کیوں ہوں نثار

ہوئی رسولؐ کی بعثت یہ جب ہوئے ہشیار
کہ مقتدا کو تھا ایسا ہی مقتدی درکار

جمالِ صورت زیبا سے نازشِ فطرت
کمالِ جلوۂ معنی سے مطلعِ الانوار

وقوف علمِ الٰہی سے بابِ شہر علوم
جلال وہیبت شاہی سے حیدرِ کرار

بناء مقصدِ اعلیٰ جہان کا مقصود
شریک قسمتِ زہراؑ رسولؐ کا دلدار

ظہور جلوۂ باقی طلسمِ فانی میں
ازل کے دن سے حیاتِ ابد ہے جس پہ نثار

ابو تراب، اسد، ایلیاء ابو سبطین
امین و صادق و ساقی و سید و سردار

علیؑ و ہادی و مہدئی و کاسرالاصنام
شہید و شاہد و ساجد قسیم جنت ونار

مثیل عیسیٰ و خیر البشر امیر النحل
مقیم و قاعد و راکع امام عرش وقار

وحید و طاہر و صدیق و ناصر و فاروق
صفی و حجت و قاضی و سید الابرار

وصی ولی و حبیب دو زیر و ذوالقرنین
امیر و عابد و شیخ المہاجر و انصار

ذکی، خاتم وِنفس رسولؐ زوج بتولؑ
یداللہ و اسداللہ وقاتلِ کفار

اُسی کو تخت ہے زیبا اُسی پہ تاج نثار
رسولؐ کی جو سپر ہو خدا کی ہو تلوار

جہادِ نفس بھی تھا یہاں جہادِ سیف کے ساتھ
خطاب سیفِ خدا کے یونہیں نہیں حقدار

سبق دیا وہ عرب کو کہ یاد ہے اب تک
خدا کا نام خدا کے ہزبر کی تلوار

پڑھا دیے جسے دو حرف عقلِ کُل ٹھہرا
بڑھا دیا جسے سد رہ کا کردیا مختار

مٹا دیا جسے اُبھرا نہ وہ قیامت تک
بتوں نے خانۂ کعبہ میں پھر نہ پایا بار

ابھی ہے مدحت حاضر میں تر زباں ہونا
خدا کرے کہ وہ کرلیں پسند یہ اشعار

یہ دل کہ بسمل بیدست وپا ہے حاضر ہے
فقیر عشق ہوں میں کیا ہے تاہلِ سرکار

صباح وشام میں ہے تیرے زلف ورُخ کی بہار
کہ تیرا نور ہی تھا نقش بند لیل و نہار

ترے قدوم سے آراستہ ہوئی دنیا
ترے ورود سے باغ جہاں میں آئی بہار

ترا ظہور تھا تکمیلِ نوعِ انسانی
ترا وجود تھا دنیا میں جنت الابرار

خدا نے بھیج کے تجھ کو بچا لیا صد شکر
وگرنہ نسل کا آدم کی جاچکا تھا وقار

جہاں میں تجھ سے حقیقی مسرتیں پھیلیں
زمانہ ہے ابدی راحتوں کا شکر گذار

سکونِ قلب ملا تیرے آستانے سے
ترے بغیر تھی تکمیلِ عافیت دشوار

فلک کی بزم میں پایا تجھی کو صدر نشیں
زمیں کے فرش پہ دیکھا تجھی کو عرش وقار

جہاں جہاں نظر آیا نئے لباس میں تھا
جہاں جہاں تجھے دیکھا الگ تھا سب سے شعار

شہانِ دہر سے ممتاز تختِ شاہی پر
بساطِ فقر پہ سرتاج اولیاء کبار

خمِ ہلال نما منزلِ عبادت میں
جہادِ راہ خدا میں کھنچی ہوئی تلوار

رسولؐ پاک کی تصویر اوجِ منبر پر
عرب کی بزمِ فصاحت میں منتخب فقار

مقامِ درس میں استاد عقل اول کا
علومِ عقلی و نقلی میں واقفِ اسرار

خدا کے فضل سے یکتا معلم تہذیب
نبیؐ کے فیض سے اخلاق کا علم بردار

شریعتِ نبویؐ کا محافظ و حافظ
حکومتِ ازلی کا معاون و سردار

الٰہیات میں کامل سیاسیات میں فرد
وہ فلسفی کہ ارسطو کا فلسفہ بے کار

تو علمِ نحو کا موجد عروض کا مصلح
کہ آج تک ہے عرب کی زبان شکرگذار

زمانہ تیرا مقلد ہے تو مجدّد ہے
کہ آج نظم میں اخلاقیات کی ہے بہار

جہاں میں کی سنہ ہجری کی ابتدا تو نے
کہ جس پہ اپنی تواریخ کا ہے دار مدار

ترے مقولوں کے یورپ میں ترجمے پہنچے
یہ لوگ لے گئے چُن چُن کے کیا دُرِ شہوار

گبن بھی ہے ترا مداح کارلائل بھی
ہے اہلِ غرب میں طرزِ عمل کی تیرے پکار

ترے کلام میں سائنس کے نکات بھی ہیں
ہے تیری نہج بلاغت خزینۂ اسرار

کہیں پہ جاذبہ عامہ کی ہے تشریح
کسی جگہ فنِ کیمسٹری کے ذکر اذکار

زمانہ آج وہ نیوٹن کا مسئلہ کہہ دے
تری زباں سے جو اسلام کرچکا اظہار

بتادیا ہمیں جو کچھ ہمارے قابل تھا
سکھا دیا ہمیں جو کچھ کہ تھا ہمیں درکار

عجیب طرز سے کی زندگی بسر تو نے
امیر تھا پہ غریبوں کی سی رہی رفتار

طعامِ گرم کی خواہش نہ آبِ سرد کا شوق
سدا رہا تجھے لذاتِ دہر سے انکار

فقیر سے تجھے رغبت یتیم سے اُلفت
خودی سے تھی تجھے نفرت خدا سے تھا سروکار

ترے ضمیر میں عالم کا درد تھا پنہاں
ترے خمیر میں شامل تھا جذبۂ ایثار

زمانہ جرأتِ اخلاق پر ہے حیرت میں
بشر کی فہم سے باہر ہے تیرا حسنِ شعار

عقیل کو کبھی تنبیہہ کی حسن کو کبھی
کہ امرِ حق میں مروّت سے کچھ نہ تھا سروکار

رفاہِ خلق کی خاطر بنائے چاہ کہیں
کہیں غریبوں کی خاطر لگادیے اشجار

دیا ہے تو ہی نے قاتل کو شیر کا کاسہ
دکھا تو دے کوئی ایسا ضمیر جوہردار

زمانہ دیکھے کہ حسنِ عمل ہے نام اس کا
بہت جہان میں تہذیب کی ہے آج پکار

ہے تیری ذات کمالات کا اک آئینہ
نگاہ غور سے دیکھا تو کھُل گئے اسرار

تو اک ثبوت قوی ہے وجودِ باری کا
کمالِ حُسن سے حُسنِ ازل کا ہے اظہار

عجب ہی کیا ہے نصیری خدا جو کہہ اُٹھے
تو اہلِ ہند میں ہوتا تو مانتے اوتار

بکیف مدح ہوں غالبؔ کا ہمنوا اے نجمؔ
کہ باعلیؑ ولی مست و با خدا ہشیار

تمام مدح ہوئی پر ہوئی نہ مدح تمام
اب ایک رازِ دلی کا بھی میں کروں اظہار

مرے بزرگوں کا اصلی وطن ہے فیض آباد
مجھے بھی شوق تھا دیکھوں میں یہ درودیوار

روحِ سخن

حُسنِ ازل تھا فقط غیرتِ صد انجمن — آپ تماشائی تھا آپ ہی جلوہ فگن
آپ ہی نظارہ تھا آپ ہی نظارگی — آپ ہی پروانہ تھا آپ ہی شمع لگن
جلوہ گہہ ناز میں کوئی نہ تھا دلفروش — خود ہی خریدار خود یوسفِ گل پیرہن
آپ ہی اک راز تھا آپ ہی تھا راز دار — آپ ہُوا پردہ در واقفِ سرو علن
علم سے گذرا یہ امر اُس کی مشیت میں جب — کھینچ دیا کن سے ایک دائرۂ انجمن
عالمِ اسرار سے عالم ذر بن گیا — تھا انہیں ذرّات میں رازِ زمین و زمن
ربط عناصر نے دی قوتِ صانع کی داد — خاک کا پتلا بنا صاحبِ کام و دہن
اک نگہِ لطف نے کیا سے یہ کیا کردیا — ماحصلِ آب و گل اور جناں کا چمن
خلقتِ پست وبلند ہوگئی محفل طراز — مل کے نشیب و فراز بن گئی یہ انجمن
آب ہوا زیر خاک فرش بچھا فرش پر — سبزہ کو نیند آگئی پایا جو آرام تن
آب و ہوا کو اُدھر حکمِ تصادم ملا — تازہ بخارات اُٹھے بن گیا چرخِ کہن
عالم ہُو تھا مگر اب یہ طلسمِ جہاں — منظرِ تاریک تھی شمع بغیر انجمن
جلوہ گہہِ خاص سے بھیج دیا اک چراغ — رونقِ فرشِ زمیں زینتِ چرخِ کہن
دیدۂ عبرت سے قبل بھیج دیں نیرنگیاں — شام چلی سوگوار صبح چلی خندہ زن
زیبِ قبا کر دیے کچھ گہر شب چراغ — سر سے جو پا تک سیاہ رات کا تھا پیرہن
اُف رے فریبِ نظر کھا گئے دھوکا خلیل — صانع و مصنوع میں ہونے لگا ریب وظن
کیں یدِ قدرت نے صَرف سیکڑوں صناعیاں — اک تن بے روح تھا پھر بھی جہانِ کہن
کرتا تھا جنگل کی شکل سارا جہاں سائیں سائیں — بولتی تصویریں تھیں قصرِ جناں میں مگن
عالم اسباب میں شستہ مذاق نہ تھی — فطرتِ پُر ہول تھی دہر میں جلوہ فگن
موت کی سی خامشی ارض پہ تھی حکمراں — چرخ پہ تسبیح میں اہلِ فلک نعرہ زن
صبح کے چہرہ پہ یہ نور کا عالم نہ تھا — شب تھی کہ تیرہ لحد کھولے ہوئے تھی دہن

آگ نکلتی تھی گو جب بھی دلِ سنگ سے   پر دلِ پروانہ تک ہو نہ سکی شعلہ زن

تھے خس و خاشاک و خار لالۂ و گل کی جگہ   فصلِ بہاری سے تھا دور ابھی یہ چمن

اُس کو تھیں منظور پر دہر کی آرائشیں   آدم و حوا چلے چھوڑ کے اپنا وطن

نالۂ پُر درد سے ہل گیا سارا جہاں   گریۂ آدم سے نام پڑ گیا بیت الحزن

بوئے محبت اُڑی بس گئی دنیا تمام   تحفۂ جنت لیے آئے جو یہ مرد و زن

عالمِ طفلی میں تھی سایۂ بابا میں خلق   راہ ترقی میں تھے اہلِ جہاں گامزن

رشک نے قابیل کے ظلم کی ڈالی بِنا   دیکھتے ہی دیکھتے خلق کا بگڑا چلن

آفتیں آئیں ہزار رحلتِ آدمؑ کے بعد   ساکنِ جنت کی نسل ہوگئی وقفِ محن

گھر کو ڈبونے اُٹھا نوحؑ کا طوفاں کبھی   چادرِ آبی ہوئی اہلِ جہاں کا، کفن

باغِ جہاں میں چلی گاہ ہوا شعلہ ریز   آتشِ گل بڑھ گئی پھونک دیا سب چمن

نعرہ ہمرنگ صورگاہ ہُوا بارِ گوش   مرگ قیامت نما پھیل گئی دفعتن

تخت کا کیا ذکر ہے تختے اُلٹتے رہے   حرفِ غلط کی طرح مٹ گئے توبہ شکن

قہر خدا کو یونہیں ہوتی رہیں جنبشیں   یعنی سزا کفر کی پاتے رہے مردوزن

اُس کی عطا کا نہ تھا جب بھی حساب و شمار   روزِ ازل ہی سے تھا بحرِ کرم جوش زن

مستحقِ لطف تھی پر ابھی دنیا بہت   نااہلِ اصلاح تھا اب بھی جہانِ کہن

بذل و عنایات کا اُس کی یہ تھا مقتضا   مومن و کافر کو امن ہو تہِ چرخِ کہن

فطرتِ مامور نے ویسے ہی ساماں کیے   اور ہی کچھ ہوگیا رنگِ زمین و زمن

ہوگئی پیدا تڑپ ذرۂ بے حس میں بھی   جلوہ گہِ قدس سے آئی جو سیدھی کرن

سارے حجاب اُٹھ گئے خیرہ ہوئی چشمِ شوق   اہلِ جہان چونک اٹھے راز کھلا دفعتن

رحمتِ اللعالمیں عالمِ اجسام میں   دیکھ کے حیرت یہ رنگ ہوگئی مہر دہن

ساز چھڑا نعت کا مست ہوئے وحش و طیر   نغمۂ لولاک سے گونج گیا ہر چمن

بزمِ فروز آخری شمعِ رسالت ہوئی   اپنی ہی حد میں مگر نور تھا جلوہ فگن

اپنی تجلی سے تھا آپ ابھی بہرہ ور   اپنی حقیقت پہ تھا آپ اُسے حُسنِ ظن

دل کا نگینہ کوئی نقش کے قابل نہ تھا　　مُہرِ نبوت لیے تھا کوئی جلوہ فگن
رمز حقیقت کا تھا، تھا نہ حقیقت شناس　　قحطِ سخن فہم سے تھا وہ سخن در دہن
راہ نما تھا مگر تھا نہ کوئی راہ رو　　راہ شریعت کی تھی تھا نہ کوئی گام زن
خلق کا غمخوار تھا، تھا نہ مگر غم شریک　　ایک نہ تھا کلمہ گو لاکھ تھے اہلِ سخن
بانیِ اسلام تھا، تھا نہ معاون کوئی　　نعرۂ تکبیر تھا، تھا نہ کوئی نعرہ زن
جب رہی دس سال کی منزلِ بعثت کی راہ　　تیس برس قبل کا پھر تھا جہانِ کہن
فطرتِ محکوم کے پھر وہی انداز تھے　　رحمتِ معبود کا پھر وہی اگلا چلن
ہر در و دیوار پر وجد کی تھی کیفیت　　نور کی ایک سیل سی خلق میں تھی موجزن
ہوگیا ہر دشت و در اُس کی جلالت سے پُر　　ذرّے زبان بن گئے حمد کے نکلے سخن
عالمِ تکوین میں دوڑ گئی لہر سی　　جسم خدا دوست میں خون ہُوا جوش زن
آئی زمیں پر بہار جلوہ گہِ قدس کی　　رشکِ جناں بن گیا ملکِ عرب کا چمن
شام سے پیدا ہوئے خلق میں آثارِ صبح　　صبح میں پیدا ہوا نور خدائے زمن
در ہوا پیدا نیا کعبہ کی دیوار میں　　کعبہ میں پیدا ہوئے حیدر خیبر شکن
قلب میں پیدا ہوا ولولۂ منقبت　　مطلع تو بن گیا جوشِ بہارِ سخن
گود میں لے دوڑ کر کیوں نہ رسولؐ زمن　　مسلم اول ہُوا خلق میں جلوہ فگن
مسلم اول کہوں یا کہوں اسلامِ کُل　　غزوہ خندق کے دن تھا جو نبیؐ کا سخن
گود میں محبوب کے جو بھی ہو محبوب ہے　　مصحفِ معبود ہو یا ہو امامِ زمن
آ گئیں قرآں سے قبل نور کی دو صورتیں　　ایک وصیِ رسولؐ ایک رسولؐ زمن
شان خدا دیکھ اے چشمِ حقیقت نگر　　مسکن اصنام میں خلق ہُوا بُت شکن
کفر پہ اسلام کا وار یہ پہلا ہُوا　　شہرۂ آفاق ہے قصۂ سیلی زدن
ایک طمانچہ سے منہ پھر گیا بوجہل کا　　خوب مقابل ہوئے بت شکن و برہمن
جوشِ ولا میں عجب نعمتِ عظمیٰ ملی　　مطلع تازہ ہُوا شاملِ سلکِ سخن
چاردہ معصوم میں نفسِ رسولؐ زمن　　اول اثنا عشریا دومِ پنجتن

سرورق کائنات مفتخر شش جہات   عبد الٰہی صفات خاص خدائے زمن
نور نبیؐ کا شریک یکہ و تنہا شریک   معتمد لا شریک منتخب انجمن
صاحب لطفِ عمیم ابن کریم و کریم   دینِ خدا کا حکیم نبض شناسِ سخن
مظہرِ آیات حق موجبِ اثبات حق   آئینۂ ذاتِ حق مثلِ رسولؐ زمن
سالکِ راہِ رضا شاغلِ بذل و عطا   شکر الٰہی غذا نور خدا پیرہن
سر ہے کہ سجدہ میں خم دل میں خیالِ کرم   پاؤں سے ثابت قدم ہاتھ سے خیبر شکن
آپ کو سمجھا ہُوا غیر کو بھولا ہوا   درد میں ڈوبا ہوا عشق خدا میں مگن
سب سے بڑا فلسفی سب سے بڑا منطقی   سب سے بڑا آدمی بعد رسولؐ زمن
قدسی و قدسی اساس نوری و نوری لباس   جوہر و جوہر شناس جلوہ و جلوہ فگن
نازش ربِ ودود از عدم و تا شہود   تجھ پہ سلام و درود جانِ رسولؐ زمن
تجھم وہ اُٹھا حجاب کوئی ہُوا بے نقاب   دیکھ بہشتی شباب قدرتِ ربّ زمن
مدحت حاضر میں پڑھ مطلع روشن کوئی   اہل نظر چونک اُٹھیں وجد کرے انجمن
کیوں ترے ہر لفظ پر ہو نہ فدا علم و فن   سامعۂ باطنی جب ہو بنائے سخن
تزکیہ نفس ہی تھا ترا اک معجزہ   صاحبِ اعجاز تھا گرچہ تو بے ریب وظن
تابع فرماں تری قوتِ تحکیم نفس   تصفیۂ قلب سے واقف سرو علن
عالمِ اجسام پر غلبۂ روحانیت   مادیت پر دراز پنجۂ خیبر شکن
نقص کا امکاں نہ تھا اُف رے عروجِ کمال   ظاہر و باطن وہی قرب خدائے زمن
مصلح عالم تھا تو مصلح اعظم کے بعد   تھا جو نبیؐ کا شعار تھا وہی تیرا چلن
تجھ سے ہُوا تکملہ مقصدِ اخلاق کا   باغ جہاں میں کِھلا حُسن عمل کا چمن
پاک کیا تو نے ہی نفس و خیالات کو   دور کیا کفر کا سب نے لباسِ کہن
تھا عوض وانتقام اہلِ عرب کا شعار   تو نے سکھایا اُنہیں عفو و عطا کا چلن
کعبہ کے بت کچھ نہ تھے تو نے مٹایا اُنہیں   سب سے بڑے بُت جو تھے رسم و رواجِ کہن
مان لیا سب سے قبل کلمۂ توحید کو   تجھ سانہ دنیا میں تھا نبض شناسِ سخن

تو تنِ اسلام میں روحِ رواں بن گیا
تجھ سے قوی ہو گئے، تھے جو ضعیف البدن

پیش کیا تو نے یوں خلق میں اسلام کو
حُسنِ عمل تھا ترا شاہدِ حسنِ سخن

حق پہ ہوئے مجتمع چار ہی فقروں میں سب
ہے ترے خطبہ کی داد طاعتِ اہلِ یمن

بزم ہو یا رزم ہو خواہ سفر یا حضر
محو تھے تعلیم میں تیرے زبان و دہن

تول دیا عقل پر شرع کے قانون کو
خوبیٔ اسلام پر دال ہوا ہر سخن

منظرِ فطرت پہ تھا گاہ تیرا تبصرہ
رفعتِ احساس پر تھا کبھی گرمِ سخن

قوتِ سائنس پر تو نے جو کھولی زباں
فلسفہ سقراط کا بھول گئے اہلِ فن

پاک تمدن ہوا تجھ سے عرب کو نصیب
بحرِ کرم سے ترے دُھل گئے عیبِ کہن

تو نے بتائی تھی جب وقت کی قیمت ہمیں
وقت پرستی ہے اب مغربیوں کا چلن

حرمتِ نسواں میں بھی تو نے ہی تقدیم کی
دعویٔ تہذیب میں اب ہے جہاں نعرہ زن

تحتِ کلامِ خدا فوقِ کلامِ بشر
تیرے سخن پر ہے یہ تبصرۂ اہلِ فن

اہلِ ریاست ہیں آج تیری سیاست پہ دنگ
بن گیا قانون وہ منہ سے جو نکلا سخن

تیری حکومت میں تھے جوہرِ جمہوریت
تیری طبیعت میں تھا جذبۂ حبِ وطن

خامہ و تاریخ تھے قبضہ اغیار میں
محو نہ پر کرسکے تیرے صفاتِ حسن

مد نظر تھی تجھے منفعتِ عامّہ
گرچہ ہوئے بہرہ ور خاص خدائے زمن

تیری طبیعت پہ تھا اُس کی طبیعت کا عکس
وحیٔ خدا بن گیا جس کی زباں پر سخن

تو فقرا کا انیس تو غربا کا جلیس
عاجز و درماندہ تھے تیرے کرم سے مگن

دشمن و قاتل کے بھی درد کا احساس تھا
اپنی مصیبت پہ تھا شکر خدائے زمن

خوفِ الٰہی میں تو رات کو گریاں ملا
صبح نے لب پر تیرے حمد کے دیکھے سخن

اُن کی رعایت نہ کی تھے جو تیرے جان و دل
جادۂ انصاف پر تو جو ہُوا گام زن

روزوں میں دن کٹ گئے فاقوں میں گذریں شبیں
پھر بھی بجز شکر کچھ منہ سے نہ نکلا سخن

اپنی شہادت کو جو فتح سے تشبیہ دے
ایسا سپاہی کوئی ہے تہِ چرخِ کہن

لائیں تو اہلِ نظر سامنے ایسی مثال
ڈھونڈ لیں دنیا نئی یا کہ زمانِ کہن

ہے ترا نفسِ عظیم فکر جہاں سے بلند
معترف عجز ہوں کیوں نہ زبان و دہن

جوشِ مسرت ادب ہیں تن و جاں پر محیط — کیفیت مدح خود ہوگئی مُہرِ دہن
دل ترے فیضان سے محشرِ انوار ہے — حشرِ تجلّی میں گم شاعرِ شیریں سخن

○

صبحِ لطیف

مسجودِ عقل و ہوش ہی فطرت کو وہ جوہر دیا — خلّاقِ کیف و رنگ نے قطرہ میں طوفاں بھر دیا
اک پیکرِ موہوم کو دیں اس قدر رنگینیاں — دنیائے عیب و حسن کا اک جزو لازم کردیا
چاروں عناصر مل گئے تاثم ہوا عنواں نیا — جذب و کشش کے دور نے جب حکمِ صورت گر دیا
ایسی کرم کی وسعتیں بچھوا دیا فرشِ زمیں — یہ جوشِ فیضِ عام کا جس نے سمندر بھر دیا
ڈالی جہانِ پست میں اونچے پہاڑوں کی بنا — حدِ نظر ہوتے مگر گردوں سے نیچا کردیا
جنگل کی مستانہ ہوا چشموں کے بہنے کی صدا — فطرت کی خاموشی میں بھی قدرت نے نغمہ بھر دیا
چاند آسماں پر رہ گیا بھیجی کہاں تک چاندنی — فرشِ زمیں میلا سا تھا اک دوسرا بستر دیا
افلاک نے تسبیح کی تارے نچھاور ہوگئے — دریا نے لب کھولے ہی تھے منہ موتیوں سے بھر دیا
حد سے بڑھا بحرِ کرم اور صبحِ صادق بن گیا — یعنی کہ دم بھر کے لیے دنیا کو جنت کردیا
راتیں بنادیں عیش کی پھر صبح ہونے کے لیے — تسبیح نکلی دل سے خود آرام یوں شب بھر دیا
ظالم کو خوابِ بد ہوا مظلوم کو آرام جاں — شب کی ہوائے سرد نے جھونکا جو خواب آور دیا
بھیجا نسیمِ صبح کو یہ چارہ سازی دیکھنا — بیمار کو بھی دو گھڑی آرام تکیہ پر دیا
جو لالۂ گلزار میں قدرت کی یہ فیاضیاں — ایک ایک مشتِ خاک کو ایک ایک مٹھی زر دیا
مٹی نکھر کر گل بنی دنیا معطر ہوگئی — تھا عنصری پیکر مگر جانِ لطافت کردیا
شایانِ فصلِ گل نہ تھی عریانیِ صحنِ چمن — بیگانہ تھا سبزہ مگر فرشِ مکلّف کردیا
یہ قوتِ نشوونما اک عنصرِ بے آب میں — ذرّے بگولے بن گئے جب خاک کو چکّر دیا
رگ رگ میں آب و گِل ہی پر یہ ندرتِ جوشِ نمو — پھوٹی وہیں کونپل نئی جس شاخ میں نشتر دیا

ساری بہارِ زندگی گویا ہنسی میں لٹ گئی
غنچوں میں جتنا حُسن تھا صَرفِ تبسم کردیا

اُس منزلِ مافوق کی کیا جانے کیا ہوگی بہار
عالم جو اس قابل نہ تھا وہ نعمتوں سے بھر دیا

شاید ہو زیبِ تاجِ سرابِ انتہا کی کیا خبر
یہ ابتدائے لطف ہے قطرہ کو گوہر کردیا

ہر شکل سے پیدا کیا اک زندگی کا زمزمہ
جاں پیکرِ آدم کو دی نائے میں نغمہ بھر دیا

وہ وقت بھی کیا وقت تھا جب عشق کی تخلیق کی
کچھ گُل میں خوشبو بن گیا کچھ جزوِ آدم کردیا

آنکھیں تو زیبِ جسم تھیں ادراک کا جوہر نہ تھا
کی شمع روشن عقل کی گھر میں اُجالا کردیا

یہ لینے والے کی سمجھ کردے اگر مائل بہ شر
یہ دینے والے کا کرم پہلو میں دل بے شر دیا

چھوڑا بشر کی فہم پر دیر و حرم کا فیصلہ
مفہوم سجدہ خود بنا سجدہ کی خاطر سر دیا

مستور قوت ان میں ہے دل کھینچنے والی کوئی
یہ تو میں کہہ سکتا نہیں آنکھوں میں جادو بھر دیا

ہے ابتدائے زندگی اک عالمِ معصومیت
انساں بنایا بعد ازاں پہلے فرشتہ کردیا

جنت کی رعنائی لیے آیا شبابِ مضطرب
تخییل کی دنیا ملی جذبات کا محشر دیا

اس بزمِ رنگا رنگ میں حیراں نہ رہ جائے بشر
یوں رفتہ رفتہ دی سمجھ یوں علم خشک و تر دیا

خود فطرتی رہبر ہوئی دنیائے اسباب و علل
ہر ذہن کو آمادۂ فکرِ مسبب کردیا

دنیا بسانے کے لیے راہِ تمدن کھول دی
انساں بنانے کے لیے اخلاق کا جوہر دیا

لطفِ بہارِ عیش کو اسبابِ غم پیدا کیے
وجہِ نشاطِ دائمی دو اک غموں کو کردیا

رکھی زبان و نطق میں ترکیبِ اعجازِ سخن
اک حرفِ مطلب کے لیے قبضہ میں اک دفتر دیا

اپنے غرورِ علم میں بھولے معلم کو بشر
دیں فلسفہ پر قوتیں منطق پر حاوی کردیا

محبوب شکلیں مٹ گئیں الفت کے رشتے کٹ گئے
آنکھیں بشر کی کھل گئیں جب صبر کا جوہر دیا

ذرّے زمیں کے بن گئے ہر چند پتلے خاک کے
جولانیِ تخییل میں تاروں سے اونچا کردیا

حیرت فرشتوں کو ہوئی انساں نوازی دیکھنا
پہلا ہی انسان تھا جسے اعزازِ پیغمبر دیا

اک نقشِ آب و رنگ ہے انسان کی ہستی ہی کیا
کارِ نبوت لے لیا اتنا توانا کردیا

کس کی نظر تھی نوح پر جو آدمِ ثانی ہوئے
دنیا بسادی دوسری کشتی کو کیا لنگر دیا

پردے کے اکثر تھے گلے پردہ بھی اک دن اُٹھ گیا
آ کر غشی نے بیچ میں اک اور پردہ کردیا

کس رنگ میں داوٗدؑ سے خدمات لیں توحید کی
ایک ایک گوشِ ہوش میں سچا ترنم بھر دیا

بخشش کی حد ہے بخش دیں اپنی صفاتِ خاص بھی
عیسیٰؑ کی باتیں دیکھیے مُردوں کو زندہ کر دیا

دنیا میں روح اللہ بھی آئے کلیم اللہ بھی
جو قوم جس کی اہل تھی ویسا اُسے رہبر دیا

کچھ نعمتیں مخصوص تھیں مخصوص لوگوں کو ملیں
اسلام سا مذہب ہمیں روشن سے روشن تر دیا

بندوں میں سب محسوب تھے سب پر کرم کی تھی نظر
مسلم مگر محبوب تھے محبوب پیغمبرؐ دیا

نکلی جبال و دشت سے اللہ اکبر کی صدا
اک اک زبانِ گنگ کو قدرت نے گویا کر دیا

ہیجان سا پیدا ہوا دنیائے آب ورنگ میں
اک نور کی صورت نے جب پیغامِ صورت گر دیا

ذرّے بھی اُبھرے خاک کے پیغام کی تعظیم کو
سوئی ہوئی فطرت اُٹھی حس بے حسوں میں بھر دیا

اس عالمِ کہنہ سے اک عالم نیا پیدا ہوا
اخلاص نے کی رہبری ایماں نے دل میں گھر دیا

توحید کی آئی سحر تقدیس کی اُمڈیں شبیں
دنیا کے عرض وطول میں اک زمزمہ سا بھر دیا

معصوم کے سن کی طرح بڑھتی رہی نورانیت
مکہ کی قسمت کھُل گئی تنویر سے گھر بھر دیا

چمکی بیاضِ دہر پر آخر کو وہ صبحِ لطیف
ہر ذرۂ ناچیز کو حسنِ مہ انور دیا

آفاق میں روشن ہوئی قندیلِ خورشیدِ فلک
رخصت ہوئی شب شدتِ انوار نے دن کر دیا

روشن چراغِ گل ہوا ہر کشورِ گلزار میں
بادِ صبا نے چھیڑ کر غنچہ کو شعلہ کر دیا

آباد وہ گھر بھی ہوا صدیوں سے جو تھا بے چراغ
قسمت صدف کی جاگ اُٹھی وہ بے بہا گوہر دیا

ہاشم کا گھر روشن ہوا ملت خلیل اللہ کی
مولا علیؑ کے نور نے کعبہ کو روشن کر دیا

مداح کے دل میں ہوا روشن چراغِ معرفت
اک مطلعِ نوفکر نے روشن سے روشن تر دیا

معصوم کی آغوش میں معصوم کو لا کر دیا
دولت خدا کے گھر کی تھی دامن نبیؐ کا بھر دیا

نور رسالتؐ سے ہوا نور امامتؑ متحد
اس اتحادِ حسن نے قوموں کو یک جا کر دیا

اک شان رب العالمین اک رحمت اللعالمین
تنزیہ کا اُن کو انہیں تقدیس کا پیکر دیا

تحریک کا ان کو انہیں تائید کا منصب ملا
ان کو نبوت کا وصایت کا انہیں کشور دیا

یہ صورتیں ہیں دیدنی جن پر ہو قرآں کا نزول
سمجھی تھی دنیا حسن کو یوسف کا حصہ کر دیا

آدمؑ کی پیشانی میں تھا مفہومِ سجدہ ان کا نور
رتبہ قدم آدم انہیں آدمؑ سے بالا تر دیا

وہ روح ہے الفاظ میں خود بول اُٹھتا حرف حرف
ان کی فصاحت نے مگر قرآں کو صامت کر دیا

وہ مطلع روشن پڑھوں اے حسن معنی المدد
دل بول اُٹھیں حضار کے محفل کو روشن کر دیا

کھلتے ہی آنکھ آرام کو زانوئے پیغمبرؐ دیا
یا نقشبند حسن نے قرآں پہ قرآں دھر دیا

خالق کے گھر پیدا ہوئے اپنے نبیؐ کے گھر پلے
دنیا میں گھر اللہ نے دنیا سے بالا تر دیا

مطلوب کا مطلوب تھا حسنِ طلب کیا خوب تھا
محبوب کے محبوب کو جو کچھ دیا چن کر دیا

ہاتھوں کو دیدی مقدرت آنکھوں میں بھر دی معرفت
سجدہ نے پائی منزلت افسر کو ایسا سر دیا

لب مصدر حمد و ثنا دل مصرفِ صبر و رضا
بازو دیے خیبر کشا سینہ میں قرآں بھر دیا

سرِ خفی نصِ جلی پہلا ولی پہلا علیؑ
کیا نام رکھا یا نبیؐ اعلیٰ سے مشتق کر دیا

یکتا امامِ اولیں مسند نشین و دل نشیں
وہ جانِ ایمان و یقیں ایماں دلوں میں بھر دیا

تعبیر حرفِ انّما تفسیر رازِ ہَل اتیٰ
وہ قبلہ و قبلہ نما سر نذرِ سجدہ کر دیا

مفہوم کن مقصود کل سرمایۂ ختم رُسلؐ
وہ جنت الاعلیٰ کا گُل خوشبو سے عالم بھر دیا

غمخوار و دمسازِ نبیؐ تنہا ہم آوازِ نبیؐ
رازِ خدا رازِ نبیؐ قدرت نے کیا رہبر دیا

ہے عقل کُل بھی مبتدی وہ انتہا کا منتہی
وہ فخرِ آدمؑ آدمی دنیا کو جنت کر دیا

فخرِ سلف نامِ خدا نورِ نگاہ مصطفےٰؐ
بنت اسد کا لاڈلا جس نے لقب حیدرؑ دیا

یوں امر حق جاری کیا اپنا لہو پانی کیا
سب صرفِ حق کوشی کیا حق نے جو زور و زر دیا

کارِ براہیمی کیا کعبہ کو کعبہ ہی کیا
اصنام سے خالی کیا روحانیت سے بھر دیا

کہنے کی سو باتیں ہیں پر مسند کے قابل تھا وہی
ہجرت کی شب سرکار نے اپنا جسے بستر دیا

منظور اہل بزم ہے کچھ مدحتِ حاضر بھی ہو
پردہ وہ اُٹھا حجم وہ ساماں خدا نے کر دیا

یہ اتحاد جسم و جاں تیری ولا نے کر دیا
اقرارِ اُلفت لے لیا جب روح کو پیکر دیا

تیری ہی ذاتِ پاک تھی تصدیق کی روشن دلیل
دنیا کو جب اسلام نے تمیز خیر و شر دیا

ہر رنگ میں ہر وضع میں ہر شان میں تبلیغ کی
ہر فعل کو وابستۂ تعمیر قومی کر دیا

تختِ حکومت پر دیے حکام غافل کو سبق
آیا جو بزم فقر میں جوشِ قناعت بھر دیا

تلوار کی جنبش میں بھی دکھلا گیا شانِ کرم
دشمن کو موقع صلح کا پیش از وغا اکثر دیا

تعلیم سے تیری ہوئیں عقبیٰ کی امیدیں قوی دنیا کو چشمِ ہوش میں خوابِ پریشاں کر دیا
تیری نگاہِ لطف ہے دنیائے دل کی عافیت تو نے نویدِ امن دی جس نے دلِ مضطر دیا
باہر ہوئے کعبہ سے بت نکلا دماغوں سے فتور مسکن جہاں تھا کفر کا ایمان کا گھر کر دیا
تیری بدولت آج تک ہیں مالکِ سیف و قلم قبضہ ترے احسان نے مسلم کو دونوں پر دیا
اصلاح کی عادات کی تصحیح کی جذبات کی آگاہ نیک و بد کیا احساسِ خیر و شر دیا
دختر کشی تھی جن کی خُو ان کو بنایا نفس کش جو مردمی کی جان تھا مردوں کو وہ جوہر دیا
سولہ برس کی عمر میں یہ فیصلے کی قوتیں توحید کے اقرار نے دنیا کو حیراں کر دیا
ہے صفحۂ تاریخ پر ہر لفظ نقشِ کالحجر دنیا مٹا سکتی نہیں جو نقش تو نے بھر دیا
اقوال فطرت بن گئے احکامِ حکمت بن گئے تو نے شریعت کا سبق یوں عین فطرت پر دیا
ہو قوم بے پروا عرب پروانۂ شمعِ یقیں اے جانِ ختم المرسلینؐ کیا دل میں جذبہ بھر دیا
زاہد سپاہی فلسفی حاکم ولی شاعر ادیب کن مختلف اوصاف کا حق نے تجھے پیکر دیا
اب تک ہیں تیرے نام کے آفاق میں نعرے بلند قدرت نے جوشِ اسلام کا سب یا علیؑ میں بھر دیا
نفس اور علوِ نفس میں ہے کس قدر فرق عظیم بعد نبیؐ چپ نے تری دنیا پہ ثابت کر دیا
زور آ گیا ایمان میں زر دے کے تیرے نام پر سائل بھی خوش مسئول بھی دونوں کا دامن بھر دیا
دنیا میں کس عنوان سے تو نے گزاری زندگی کیا فقر و فاقہ کو شرف اورنگِ شاہی پر دیا
آغوش تیری وا رہی ہر دم یتیموں کے لیے تیرے یتیموں کو عوض دنیا نے پر کیونکر دیا
ناظر ہیں دن تسبیح کے شاہد شبیں تہلیل کی ذوقِ عبادت نے ترے دن رات یکساں کر دیا
صبر و رضا کی منزلیں یوں مُسکراتے کاٹ دیں جو زخمِ دل حاصل ہوا شکرِ خدا سے بھر دیا
یا تجھ کو ساری عمر میں خوفِ خدا رُلوا سکا یا مرسلِؐ حق کو کفن تو نے بچشمِ تر دیا
اخلاق سکھلایا ہمیں قاتل کو دے کر جامِ شیر یوں کسی نے جاں دے کر سبق اے مالکِ کوثر دیا
نکلا نہ تیری شان کا اولادِ آدمؑ میں جواں جب تو لڑکپن میں وصی اپنا نبیؐ نے کر دیا
خیرؐ البشر سمجھا تجھے یا مالکِ جن و بشر فہمِ بشر سے مرتبہ خالق نے بالاتر دیا
اب مدح میں جوش آ گیا آنکھیں کھلیں ہوش آ گیا جب تک رہا مدہوش میں پھولوں نے دامن بھر دیا

اب کیا مجالِ دم زدن ساکن قلم شاعر خموش　　ترکیب عجز و شوق نے اک دوسرا پیکر دیا

حسن اور کمالِ حسن میں مخفی رہی طلعت تری
اتنا بھی تجھ سے آشنا تیری ولا نے کر دیا

○

جلوۂ معصوم

قوتِ تخئیل سے کچھ کام لے کر دیکھیے　　خوابِ خوش خوابِ پریشاں کوئی منظر دیکھیے
حیاتِ ذہن کی بیداریاں خطرہ میں ہیں　　کس قدر بے حس ہیں سوتوں کو جگا کر دیکھیے
اک مرقع ایک صورت ایک ہیولیٰ تو بنے　　پھر ہو کب ربطِ دماغ و دل میسر دیکھیے
دور کس حد تک ہیں دنیائے تخئیل کی حدیں　　وسعتِ ہمت سے کم ہیں یا برابر دیکھیے
اپنی یہ دنیا سماسکتی ہے اس میں یا نہیں　　یہ فسانہ مختصر ہوتا ہے کیونکر دیکھیے
پردۂ موہوم پر کس طرح کھنچتے ہیں خطوط　　کام کیا کرتا ہے وہی آئینہ گر دیکھیے
سطحِ بے بنیاد پر کیونکر اُبھرتے ہیں نقوش　　نازکی کیوں کر اُٹھاتی ہے یہ لنگر دیکھیے
کس طرح مفہوم کرلیتا ہے پیکر اختیار　　کس طرح مستور بن جاتا ہے مظہر دیکھیے
معنویت کی جگہ لیتی ہے صورت کس طرح　　جسم سے کیونکر بدل جاتا ہے جوہر دیکھیے
کون پھیلاتا ہے احساسات میں اک روشنی　　تیرگی کس طرح ہوتی ہے منور دیکھیے
کیسا حِس مستقل اور کس قدر بے اعتبار　　ہے یہ فطرت کا عطیہ اس کے جوہر دیکھیے
ابتدا تخئیل میں مضمر ہے ہر تکمیل کی　　نقشِ مانی دیکھیے یا صنعِ آذر دیکھیے
فکر کی نشوونما کا اس کو مرکز پایئے　　ارتقا کی منزلوں میں اس کو رہبر دیکھیے
کیجئے گر اپنے علمی کارناموں پر نظر　　فلسفہ کا مبتدا منطق کا مصدر دیکھیے
منتظم بزمِ تمدن میں سیاست میں شریک　　نظم کی دنیا میں جانِ ہر سخنور دیکھیے
صنعتیں اس کی اُڑائے پھرتی ہیں انسان کو　　آج دریا میں تو، کل موج ہوا پر دیکھیے
قوتیں سوتی ہیں سب شانِ تخئیل ہے وہی　　خواب کے عالم میں اک دنیائے دیگر دیکھیے

خوابِ خوش میں اک تبسم وہ لبِ معصوم پر
دل یہ کہتا ہے یہ نظارہ مکرر دیکھیے

ہے تخیل کی بدولت ہی تصور کی نمود
دیکھیے اس آئینہ میں اس کے جوہر دیکھیے

ایک کونے میں سما جاتے ہیں کوہِ پُرشکوہ
لہریں اک گوشہ میں لیتا ہے سمندر دیکھیے

منزلِ مقصود یا محبوب کا عشرت کدہ
دور والوں کو قریں سے بھی قریں تر دیکھیے

پاسباں ہیں اور نہ درباں مانعِ دیدارِ دوست
زندگی بھر کی ہو فرصت زندگی بھر دیکھیے

کیجئے سیرِ تصور خوشگوار و ناگوار
ہے یہ فطرت کا تقاضا دیکھیے پر دیکھیے

شکلیں اعمالِ زبوں کی نیکیوں کی صورتیں
دیدنی نا دیدنی مسرور و مضطر دیکھیے

بچئے خود اپنے خیالی پیکروں سے کس طرح
آنکھ اُٹھا کر دیکھیے گردن جھکا کر دیکھیے

ربط کیجے نا امیدی کی ڈرانی شکل سے
اک رُخی تصویریں اُمیدوں کی اکثر دیکھیے

واہمہ خلاق ہے پھر وہ نہ کیوں خلاق ہو
اس حقیقت میں نہاں یہ سرِّ اکبر دیکھیے

آنکھ سے پنہاں قلمکارِ تصور کی طرح
صنعتوں کو اُس کی ظاہر اس کو مضمر دیکھیے

روح ہے جو اور نہ پیکر اُس کی عظمت سوچیے
مادّہ ہے جو نہ جوہر اُس کے جوہر دیکھیے

خالقِ تخیل بھی خالقِ محسوسات بھی
خود ہے باہر ان حدوں قیدوں سے کیونکر دیکھیے

اُس کی ہر مخلوق ہے تکمیل میں اپنی مثال
چشم پوشی کس سے کیجئے کس کے جوہر دیکھیے

روز پھیلاتے ہیں مہر و ماہ اپنی روشنی
نور کم ہوتا نہیں یہ شانِ داور دیکھیے

سیر کب سے ہو رہے ہیں تشنہ کامانِ جہاں
آج تک بھر پور دامانِ سمندر دیکھیے

لُٹ رہا ہے اور خزانہ میں کمی ہوتی نہیں
خاک کے ذرّات سے پیدائشِ زر دیکھیے

اب گئے ہیں روند کر ملکِ عدم کے قافلے
جی اُٹھا پھر سبزۂ پامال مڑ کر دیکھیے

شمع سے ہے عشقِ پروانہ کا قائم آج تک
ہر پتنگے میں وہی اک آگ مضمر دیکھیے

گُل کھِلانے میں وہی فطرت نسیمِ صبح کی
آبِ نیساں سے وہی تخلیق گوہر دیکھیے

بوئے گل ہو یا کہ گُل ہو جب پریشاں ہو گئے
مادّہ میں مادّہ جوہر میں جوہر دیکھیے

اُٹھتے جاتے ہیں بشر قائم ہے ترتیبِ اُمور
ہے وہی صورت نظامِ زندگی گر دیکھیے

کیسی باترتیب محفل گنبدِ رقصاں میں ہے
حشر تک دنیا یونہی قائم زمیں پر دیکھیے

ایسے کامل اُس کے بندے جن سے قائم ہے زمیں   وہ کمال اور وہ جمالِ روح پرور دیکھیے
حُسنِ یوسفؑ زہدِ عیسیٰؑ شانِ موسیٰؑ علمِ نوحؑ   منضبط اوصاف سے دفتر کے دفتر دیکھیے
جلوے جن آنکھوں نے دیکھے تھے وہ آنکھیں اور تھیں   یہ مناظر چودھویں صدی میں کیونکر دیکھیے
بیٹھیے غرقِ تصور ہو کے دنیا سے الگ   کس لیے اک اک کا منہ حیران و ششدر دیکھیے
سیرِ جنت کیجیے گر ایمانِ بالایقان ہے   ہے تخیّل پاک اگر پاکیزہ منظر دیکھیے
ہے اگر نعمت میسر رفعتِ احساس کی   کس جگہ ہے جنتِ ارضی زمیں پر دیکھیے
کون سے گوشہ میں ان کی جلوہ گاہِ ناز ہے   کس طرح ہوتی ہے رحمت کی نچھاور دیکھیے
وہ حرم والی زمیں وحدت سے متوالی زمیں   ہے جہاں پر احمدؐ و محمود کا گھر دیکھیے
سب سے پہلے یہ زمیں ہوگی رسالت کی گواہ   سنگریزے منہ سے بولیں گے یہیں پر دیکھیے
اس کی ندرت زا روش اس کی ولا پرور فضا   آج بھی کچھ کہہ رہی ہے بندہ پرور دیکھیے
گوشہ گوشہ سے اُبلتا ہے یہ اک سیلابِ نور   یا یہ اوڑھے آبِ کوثر کی ہے چادر دیکھیے
پھر خلیلی گلکدہ میں کوئی گُل کھلنے کو ہے   گلکدہ ہو یا دو عالم ہوں معطر دیکھیے
ان بنی ہاشم کے چہرہ ہیں دلوں کے آئینہ   دیکھیے صدق و صفا کے ان میں جوہر دیکھیے
ہیں ابو طالبؑ کے گھر میں کچھ مسرّت کے نشاں   کچھ متانت زا تبسم ہے لبوں پر دیکھیے
ہے کسی کے عقدۂ دل میں کشایش کی نمود   برہمی مفقود ہے زلفِ معنبر دیکھیے
ہیں حرا کے غار میں سجدوں پہ سجدے شکر کے   خانۂ کعبہ میں ہے میلادِ حیدرؑ دیکھیے
ہے قلوبِ مستند میں جوشِ الفت کس قدر   نجمِ مطلع تو کوئی پُرکیف پڑھ کر دیکھیے
روئے حیدرؑ دیکھیے سوئے پیمبرؐ دیکھیے   دیکھ کر ماہِ رجب قرآں مقرّر دیکھیے
دس برس پہلے جہاں میں آگیا اسلام کیا   کس کو لپٹائے ہیں سینہ سے پیمبرؐ دیکھیے
کیوں نہ ہوں جوہر شناس آخر نبی ہونے کو ہیں   پتھروں میں سے یہ چُن لاتے ہیں گوہر دیکھیے
معرفت کا اور اک نور آرہا ہے نور پر   کہہ رہا ہے کچھ برادر سے برادر دیکھیے
دیکھنے قابل تو جب ہوگی پیمبرؐ کی خوشی   کب یہ بچہ ہو برابر کا برادر دیکھیے
ہے کسی امرِ اہم میں استعانت کی اُمید   صاف تیور کہہ رہے ہیں روئے انور دیکھیے

ان کا بڑھنا کیا فقط حکمِ خدا کی دیر ہے — گود میں آج اور کل دوشِ نبیؐ پر دیکھیے
ختم تھا ختمِ رسلؐ پر منصبِ پیغمبری — کر دیا حق نے انہیں نفسِ پیمبرؐ دیکھیے
جمع ہیں اب شرح و مصحف بیچ میں کون آ سکے — یاں مجال اتنی نہیں ہے آنکھ اُٹھا کر دیکھیے
بس انہیں دو صورتوں میں ختم ہے قرآں تمام — ہیں انہیں کے لعلِ لب قرآں کے مصدر دیکھیے
آتے ہی آغوش میں تھے بانیٔ اسلام کی — نرغۂ اصنام سے نکلے ہیں کیونکر دیکھیے
بُت ہیں بے بس بُت شکن جاتا ہے کعبہ ہے خموش — اب یہاں کس شان سے آئے پلٹ کر دیکھیے
مطلعِ نو ہے کہ قولِ راکبِ دوشِ نبیؐ — پہلے مجھ سے سُنیے اور پھر آپ پڑھ کر دیکھیے
آیئے کعبہ میں اور معراجِ حیدرؑ دیکھیے — عرش پر ہیں پاؤں یا دوشِ نبیؐ پر دیکھیے
ابتدا کی انتہا ہے انتہا کی ابتدا — جز نبیؐ اتنا کوئی حق سے قریں تر دیکھیے
مقتدا بعدِ نبیؐ پہلا نبیؐ کا مقتدی — ہر طرح یعنی وہی قربِ پیمبرؐ دیکھیے
امرِ حق کی خواہشیں حق کے کرم پر نازشیں — راہِ دیں میں کاہشیں جذباتِ انور دیکھیے
ہاتھ میں قرآں رہا یا ذوالفقارِ برق زا — راسخون ولا فتٰی میں شانِ حیدرؑ دیکھیے
آمرِ امرِ احد بعدِ نبیؐ بے جدّ و کد — سـابـقـون ہے سندِ فرمانِ داور دیکھیے
خامشی امرِ حسن گویائی محبوبِ زمن — معنیٔ قرآں سخن اوجِ سخنور دیکھیے
میہمانِ کعبۂ حق میزبانِ مصطفےٰؐ — یہ نشانِ منزلت یہ شانِ حیدرؑ دیکھیے
سید المسلم امامِ الاولیا صاحب لواء — اہمیت ان منصبوں کی ان کا لنگر دیکھیے
زوجِ زہراؑ خویشِ احمدؐ بوالحسینؑ و بوالحسنؑ — کیسے بے ہمتا یگانے ہیں میسّر دیکھیے
الامین والصفی الساجد و المرتضےٰ — ہیں خطابِ پاک یا ہموزن گوہر دیکھیے
راجع الحق مرجع الحق ناصر الحق سیفِ حق — کیوں نہ سیفِ حق میں نامحدود جوہر دیکھیے
شرع و شارع شرح و شارح امر و آمر بالخصوص — سر بسر گنجینۂ اسرارِ داور دیکھیے
نور میں شامل نسب میں ایک قرآں میں شریک — کیوں نہ زیبا خلعتِ نفسِ پیمبرؐ دیکھیے
بزم میں ہمدم دغا میں ساتھ ہجرت میں معین — ان حدوں میں معنیٔ نفسِ پیمبرؐ دیکھیے
متحد صبر و رضا میں فقر و فاقہ میں شریک — ہر کڑی منزل میں ہمراہِ پیمبرؐ دیکھیے

اُمتِ محبوب حق ہو یا سفینہ نوحؑ کا — فی سبیل اللہ ہر کشتی کا لنگر دیکھیے
مطلعِ نو سُن کے سُنیے مدحتِ طرزِ جدید — آیئے اس آئینہ میں اور جوہر دیکھیے
نسلِ آدم کی بنا کا سر اکبر دیکھیے — آدمی دیکھے ہیں لاکھوں آدمی گر دیکھیے
عقلی و نقلی عوالم کا مجاہد بے بدل — منتہائے فارسِ میدانِ خیبر دیکھیے
یکہ و تنہا مسافر خالص و یکتا مقیم — منزلِ تسلیم میں بعدِ پیمبرؐ دیکھیے
ہے جہاں دنیا گرفتار تردّد فی الکلام — شکرِ انعام الٰہی ان لبوں پر دیکھیے
اُس کے لفظوں سے کیے دنیا نے مستنبط علوم — منتہائے علم کس سے آنکھ لے کر دیکھیے
ہیں جلدوں میں ہو جب تشریح خطبوں کی فقط — صورتِ کُن کیوں نہ ہر نقطہ میں دفتر دیکھیے
شعبی و سلمی بن عباس ابوالاسود کمیل — ریزہ خوار و خوشہ چین علم حیدرؑ دیکھیے
جس نے ان کی آڑ پکڑی دستگیرِ خلق ہے — اک زمانہ کو تصوف کا مسخر دیکھیے
شبلی و معروف کرخی شمس تبریزؔ و جنید — ہیں یہ کس آئینۂ عرفاں کے جوہر دیکھیے
قادری چشتی رفاعی نقشبندی شاذلی — سلسلہ کرتے ہیں اپنا ختم کس پر دیکھیے
آج ہے مغرب کو بیحد ناز تحقیقِ جدید — علمِ ہیئت میں ذرا ارشاد حیدرؑ دیکھیے
ڈھا دیا کس ہاتھ نے تعمیر بطلیموس کو — فلسفہ یونان کا ہے کب سے ابتر دیکھیے
نظم و اقوال و وصایا میں وہ تبلیغی نظام — یہ جہادِ بالقلم اللہ اکبر دیکھیے
بدر کے غزوہ سے لے کر غزوۂ طائف تلک — ان کے کاندھے پر نشانِ فوجِ داور دیکھیے
جوش اور پھر جوشِ ایمانی علیؑ سے شیر کا — معجزہ کی آڑ میں کیوں فتحِ خیبر دیکھیے
جنگ میں ہے ہر لبِ مسلم کا نعرہ یا علیؑ — حشر تک یہ نصرتِ دینِ پیمبرؐ دیکھیے
مختصر دورِ حکومت میں یہ توسیعِ جہاد — سندھ کے میدان تک یلغارِ لشکر دیکھیے
غیر کے شوریٰ سے مستغنی نظامِ سلطنت — یہ ریاست یہ سیاست بندہ پرور دیکھیے
آج کی جمہوریت اس کی حکومت پر نثار — وہ مساوات اور وہ عدلِ روح پرور دیکھیے
ہیں ہر اک صیغہ پہ نظریں ہر نظر اصلاح کن — چار سالہ سلطنت اور اُس کے جوہر دیکھیے
باخبر افعال سے واقف دلوں کے حال سے — پرسشیں اعمال سے ہر ہر قدم پر دیکھیے

کیسے پتھریلے دلوں میں بو دیا تخمِ سلوک
اس حجازی قوم میں تنظیمِ حیدرؑ دیکھیے

جن کا مذہب تھا نسب تلوار زر زن انتقام
اُن کے لب پر نعرۂ اللہ اکبر دیکھیے

ابنِ حاتم کو انہیں سے دولتِ ایماں ملی
ہے کوئی دنیا میں ان سے بھی سخی تر دیکھیے

یہ مثالیں ہیں کہ جن پر ناز ہے اسلام کو
قصۂ ملبوس میں ترجیحِ قنبر دیکھیے

جذبۂ خیرِ خلائق حسرتِ تعمیرِ قوم
زندگی وقفِ رفاہِ عام یکسر دیکھیے

ایک سو چشمے نکالے موضع ینبع میں
اہلِ حج پر یہ عطائے میرِ کوثر دیکھیے

عید کے دن بھی غذائے حیدرؑ اک نانِ خشک
فقر اُس کا جس کو سب کچھ ہو میسر دیکھیے

یا دعائے مستحب یا گریہ ہائے نیم شب
رات کی تنہا خموشی شغلِ سرور دیکھیے

قلب سے اظہارِ شوق آثارِ قدرت سے جواب
یہ نیاز و ناز کا معصوم منظر دیکھیے

لایئے کس کا کلیجا کس کی آنکھیں کس کا دل
ایسے روزہ دار کو فاقہ سے شب بھر دیکھیے

جز ردائے فاطمہؑ اسباب دنیا کچھ نہیں
رہن ہوتی ہے تو معصومہؑ کی چادر دیکھیے

ہے یہ نفسِ پاک تخیل دو عالم سے بلند
کیوں نہ ہر ہر لفظ میں عجز ثنا گر دیکھیے

بارک اللہ جلوہ فرمائے تصور ہے کوئی
مہر بر لب شوق در دل نظم در بر دیکھیے

سُرخ بشرہ نرم بھوری آنکھ والا سادہ پوش
با ادب اے نجم یہ عظمت کا منظر دیکھیے

○

ترتیبِ مناظر

کچھ ایسا مضطرب ہے ذرہ ذرہ دشتِ فاراں کا
کسی خاکسترِ دل سے بنا ہے جیسے یہ صحرا

یہ نقشہ ہے کہ اُمیدوں پہ جیسے پھر گیا پانی
یہ صورت ہے کہ ارمانوں کی جیسے لُٹ گئی دنیا

شعاعِ مہرِ فطرت کا تبسم بن کے آتی ہے
مذاقِ بے محل سے جل رہا ہے سینۂ صحرا

وہ عالم ہے جہاں ہو اجتماعِ جسم و جاں مشکل
فقط حدِ نظر پر ہیں زمین و آسماں یک جا

کوئی حائل نہیں فطرت کی ترتیبِ مناظر میں
اب اک اہلِ نظر ہو اور یہ عالم بے حجابی کا

حقیقت بستیوں کی ایسے ویرانوں میں کھلتی ہے
ستارے ڈوبتے ہوں چین سے سویا کرے دنیا

امانت کی طرح مدت سے ہے آغوشِ ہستی میں
نہیں گویا اسے شرمندۂ نقشِ قدم ہونا

مناسب تھا الگ ہوتا اگر صحنِ دو عالم سے
کہاں لے جاکے رکھ دیجے زمیں کے دل کا ہے ٹکڑا

جو مل جائے مقدر سے جگہ سجدہ کے قابل ہے
خدا ایسا کرے بن جائے مرکز اہلِ قبلہ کا

یہ کس نے برق پاشی کی کہ ذرّے جگمگا اُٹھے
یہ کس نے سانس لی پھولوں کا خرمن بن گیا صحرا

یہ کس رُخ کی تجلی ہے یہ کس گیسو کی نکہت ہے
ہوا مخمور سرتا سر فضا معمور سر تا پا

عجب کیا گر دلوں کی بستیاں ویران ہو جائیں
ہوا ہے مائلِ صحرا نوازی حسن بے پروا

یہ ننھا سا مسافر کون ہے آغوشِ مادر میں
یہ کس نے کم سنی میں دشتِ غربت کا الم دیکھا

یہ تصویرِ خیالی ہے کہ کوئی آسماں والا
زمیں پر چاند کو آغوش میں لے کر اُتر آیا

پریشاں کس کا شیرازہ ہوا اے کاتبِ قدرت
یہ صورت نور کی آخر ورق ہے کس صحیفہ کا

جہاں کھچ کر چلا آئے ہمکنے میں کشش اتنی
زمیں کا بھی جگر ہو چاک رونے میں اثر اتنا

مذاقِ سجدہ پنہاں ہو جبیں کو برتری ایسی
بنائیں خانۂ معبود ہاتھوں کو شرف ایسا

یہ بچہ اور یہ جنگل یہ کس ماں کا کلیجہ تھا
یہی بندے سکھاتے ہیں خدا کی راہ پر چلنا

عطش کے زور سے وہ ہونٹ پپڑائے ہوئے دونوں
کہ جیسے ہوگیا ہو خشک چشمہ آبِ حیواں کا

وہ عالم بے بسی کا ماں کی وہ حسرت بھری نظریں
وہ نازوں کے پلے بچے کا مرجھایا ہوا چہرا

سنبھل اے دستِ گلچینِ اجل یہ کیا قیامت ہے
ارے اس پھول سے ہوگی بہار جاوداں پیدا

امید اللہ کیسی چیز ہے پُر آرزو ماں نے
لٹا کر خاک پر معصوم کو چاروں طرف دیکھا

توکل پر قدم اُٹھے تو فطرت نے کہا دل سے
ذرا مڑ مڑ کے صورت بھی پسر کی دیکھتی جانا

سبق ملتا ہے اک دنیا کو جب اولاد سی دولت
خدا پر چھوڑ دیتا ہے خدا کا ماننے والا

اِدھر ماں نے تلاشِ آب میں زخمی کیے تلوے
پہاڑوں کا جگر پتھر کا نکلا فیض کیا ہوتا

اِدھر بچے نے افراطِ تعب سے ایڑیاں رگڑیں
کلیجہ دشت کا شق ہوگیا پانی اُبل آیا

اُدھر آنکھوں میں آنسو ہیں اِدھر ساغر بکف قسمت
اُدھر ہیں پاؤں میں چھالے اِدھر زیرِ قدم دریا

میسر ہوتی ہے قسمت سے ایسے پاؤں کی ٹھوکر
تبرک بن گیا ایک ایک قطرہ آبِ زمزم کا

زمینِ شور کے دن پھر گئے دنیا اُمنڈ آئی
لبِ معصوم سے مس ہو کے پانی ہوگیا میٹھا

غزالانِ عرب گھر چھوڑ کر جنگل میں آ بیٹھے
زہے حُسنِ تصرف کوئے جاناں بن گیا صحرا

اُسے منظور تھی خاطر امانت دارِ خالق تھا
سلف ساقیِ کوثر کا خلیل اللہ کا بیٹا

چلی معصومیت جب یوسفِ بے کارواں ہو کر
ہزاروں کر دیے حسنِ ازل نے مشتری پیدا

وطن سے بوئے یوسف کھینچ کر یعقوبؑ کو لائی
ہوئے قسمت سے ابراہیم و اسمٰعیل پھر یکجا

بہت جنگل ہوئے آباد اُن کے جاں نثاروں سے
اُنہیں ویرانیوں سے ہوگئیں آبادیاں پیدا

یہ کس کی جلوہ گاہِ ناز کی ہوتی ہے تیاری
حدیں کھنچی گئی ہیں چھٹ رہا ہے دامنِ صحرا

پڑی ہے ارتباطِ آب و گل سے جان مٹی میں
گمان ہوتا ہے یہ اب ذرہ ذرہ منہ سے بول اُٹھا

نبوت کے مقدس ہاتھ کس کا گھر بناتے ہیں
اُسے تو ادعائے لامکانی ہے مکاں کیسا

یہی وہ راز ہیں سینہ بسینہ جو پہنچتے ہیں
یہی وہ مسئلے ہیں آدمی کچھ کہہ نہیں سکتا

سنبھلتا اُس کا سنگِ آستاں اغیار سے کیونکر
پسینہ میں ہیں دو معصوم پیکر غرق سرتاپا

نبیؐ کے ذوقِ طاعت کی طرح بڑھتی ہیں دیواریں
علیؑ کے عین کی تصویر ہے محراب کا نقشا

خموشی تا کجا ضبط و تحمل تا بہ کے آخر
جدارِ کعبہ جس دن مسکرائی اُٹھ گیا پردا

ہُوا تیار صدیوں پہلے کعبہ خیر مقدم میں
رجب کی تیرھویں کو نائبِ ختم الرسلؐ آیا

ضیا پھیلی ستارے مسکرائے شمع لہرائی
اُڑایا غنچہ ہائے باغ نے جوہر تبسم کا

نہا کر چشمۂ کوثر میں تنویرِ سحر آئی
دلِ فطرت نے اطمینان کی اک سانس لی گویا

دو عالم رہ گئے ذوقِ نظر سے آرزو بن کر
حریمِ ناز نے کس کو کلیجہ سے لگا رکھا

اُداسی سی برستی ہے مجازی جلوہ گاہوں میں
اُٹھائیں دل کے حسن و عشق اب پردہ حقیقت کا

کسی کا مصحفِ رُخ ہے کہ تمہیدِ رسالت ہے
اُمیدوں میں کسی کی ہوگئی اک زندگی پیدا

پئے تسکینِ ختم الانبیاؐ قرآن سے پہلے
علیؑ کی صورتِ دلکش میں پیغامِ عمل آیا

یہ بچہ پرورش پائے گا دامانِ رسالت میں
دو عالم جن سے وابستہ ہیں اُن زلفوں سے کھیلے گا

بتانِ کعبہ سب صدقے اُتارے جائیں گے اس پر
وہ دن آتے ہیں جب انگڑائیاں لے گا شباب اس کا

بہارِ صفحۂ تاریخ ہوں گی اس کی تصویریں
جب اس کے عہدِ زریں کا زمانہ نے ورق اُلٹا

احد کے بدر کے خیبر کے لکھے جائیں گے تیور
نبیؐ کے دوش پر کعبہ میں کھینچا جائے گا نقشا

لپٹ جائے نہ ان قدموں سے کیوں ہمت شکن منزل
وہ سالک ہے خدا کے گھر میں رکھا ہے قدم پہلا

تعالی اللہ ہے عنوان مدحت مطلعِ روشن
کہ لوحِ نور پر لکھا ہے بسم اللہ کا طغرا

ادا تھی اک لبِ معصوم کی معصوم ہی سمجھا
علیؑ کا مسکرانا رازِ اقرارِ رسالت تھا

یدِ قدرت کے اک نقطہ نے مملو کر دیا دامن
مبارک بائے بسم اللہ قرآں ہوگیا پورا

امامت سے بہم ہوکر رسالت بڑھ گئی آگے
نبیؐ پر خاتمہ تھا ورنہ اجرائے شریعت کا

یہ آئینے ہیں عالم میں جمالِ ذات باری کے
زہے حسنِ مراتب نور اُس کا ہے ظہور ان کا

عجب کیا گر جھکیں پیشانیاں اقوام عالم کی
جو مسجودِ ملائک تھا ہوا وہ نور پھر یک جا

ہر اک جانب سے نظریں ہٹ کے اب مرکز پہ ٹھہریں گی
نگاہیں بھی پریشاں تھیں کہ نظارہ پریشاں تھا

ملائی آنکھ زورِ طبع نے خورشیدِ محشر سے
بڑھا سرمایۂ مدحت میں اک مطلع قیامت کا

بنائے منزلِ ہستی نمودِ عالمِ بالا
ہے ممنونِ یدِ الٰہی اُدھر عقبیٰ اِدھر دنیا

ہزبر بیشۂ غالب علیؑ ابن ابی طالب
بدل یک جان و دو قالب نبیؐ سے متحد ایسا

شرف قرآن سے ظاہر سیادت آن سے ظاہر
ریاست شان سے ظاہر جلالت نام سے پیدا

جبین اونچی جھکے ابرو بھرے شانے بھرے بازو
خلیل اللہ کے گیسو رسولؐ اللہ کا نقشا

دل اک درد آشنا پیکر وفا کی روح سے مضطر
وصی اخلاص سرتا سر نبیؐ اشفاق سر تا پا

پیمبرؐ کا وہ کاشانہ وہ شمعِ دیں کا پروانہ
شبِ ہجرت کا افسانہ ہے جس کا خواب بے پروا

بہ اقوال و عمل صادق بہ حق واصل بحق ناطق
خدائے پاک کا عاشق رسولؐ اللہ کا شیدا

خموشی لذتِ ایماں تکلم شارحِ قرآن
تبسم رحمتِ یزداں فدا دنیا و مافیہا

قیامت کی رجز خوانی کہ قلبِ کفر ہے پانی
غضب کا جوشِ ایمانی کہ در شاہد ہے خیبر کا

جمالِ حق جمال اُس کا جلالِ حق جلال اُس کا
وہ معیارِ کمال اُس کا کہ اکملتُ لکم آیا

زمیں اُس کی زمن اس کا بہار اُس کی چمن اُس کا
دلِ مومن وطن اُس کا فدا ایش عالم جانہا

علیؑ کی ذات سے قائم نظامِ دفترِ عالم
علیؑ کے نام میں پنہاں رموزِ علم الاسما

یداللہ و لسان اللہ و عین اللہ کو دیکھو
حروف اولیں سے صاف ہوتا ہے علیؑ پیدا

ہُوا وہ نورِ حق ظاہر پڑھو اب مدحتِ حاضر
بڑا دربار ہے ملتا ہے پھر موقع کہاں ایسا

ہُوا اسلام کی تنظیم کا فرمان جب انشا
نبیؐ نے تیرے سر پر تاج رکھا اوّلیت کا

صحابہ میں یہ تیری منزلت ازروئے حکمت تھی
بقولِ بو علیؑ محسوس میں معقول تھا گویا

ترا حسنِ عمل چونکا رہا تھا سونے والوں کو
صداقت دیکھتی تھی مذہبِ اسلام میں دنیا

شبِ ہجرت پہ شب بیداریاں بھی ہوگئیں صدقے
عبادت بن کے نیند آئی تو کیسا بے خبر سویا

مقام فخر تھا پر شکر کا پلّہ رہا بھاری
صدائے لافتا آئی تو اشک آنکھوں میں بھر لایا

تری جانبازیوں نے روزِ خندق آبرو رکھ لی
وگرنہ لگ چکا تھا دامنِ اسلام میں دھبّا

وغا میں نعرۂ تکبیر سے پہلو بہ پہلو ہے
جہاں میں آج تک بجتا ہے تیرے نام کا ڈنکا

تری تبلیغ نے روحانیت کی روح پیدا کی
پڑی تھی پیکرِ رہبانیت میں زندگی مردا

ترے فاقوں نے کیا کیا زندگی بخشی غریبوں کو
تسلی دے رہا ہے آج تک حُسنِ عمل تیرا

قناعت نے صدا دی دور سے الفقرِ فخری کی
تری سرکار سے اپنا سا منہ لے کر پھری دنیا

غلط انداز نظریں ہوں تو دنیا پر نظر ڈالے
خزانہ دار قدرت کو خزانوں کی ضرورت کیا

بَری ہے سجدہ ہائے ناروا سے تیری پیشانی
عبادت کیوں نہ ہوتا روئے روشن پر نظر کرنا

جہادِ نفس میں تیری عظیم الشان تنہائی
وہ تنہائی کہ مشکل ہے سمجھنا اور سمجھانا

مصفّا نفس پر دھاریں بہادیں اُس نے رحمت کی
خدا کے سامنے جب تو نے رازِ دل کیا افشا

تصور ہے ترا ڈوبا ہوا آثارِ قدرت میں
کہاں سے لائے آنکھیں اُس کی قدرت دیکھنے والا

مبارک جلوہ حُسنِ ازل کی آئینہ داری
مبارک تجھ کو دنیا میں مثالی آدمی ہونا

شمعِ حقیقت

پچھلے سے تلاطم ہے دریا میں قیامت کا
تفویض کیا تم نے کیا بار امانت کا

تائید کی خواہاں ہے ہر موج زباں بن کر
ہر قطرۂ بے مایہ طالب ہے اعانت کا

یہ چادر آبی پر گل کس نے کھلایا ہے
نقش اُبھرا ہے پانی پر انعام ہے فطرت کا

یہ دوش پہ لہروں کے کشتی ہے کہ گہوارہ
یا راز ہے سربستہ کوئی یم قدرت کا

اسباب سے مستغنی منجدھار سے بے پروا
آخر یہ سفینہ ہے کس صاحب ہمت کا

کیا صاحبِ کشتی کی موجوں پہ حکومت ہے
گرداب کی گردن میں حلقہ ہے اطاعت کا

آنکھیں ہیں حبابوں کی مصروف نگہبانی
شورِ لبِ ساحل ہے اقرار حفاظت کا

خود موجِ ہوا اس کا رُخ دیکھ کے چلتی ہے
ہر جنبشِ موزوں ہے اظہار ارادت کا

وہ رازِ رواں پہنچا اک قصر کے دامن تک
بیدار ہوا جذبہ انسان کی حیرت کا

مانند دُرِ مقصد دریا سے کیا باہر
فطرت کا تقاضہ تھا منشا بشریت کا

انگشت لیے منہ میں اک طفل نظر آیا
جس وقت کھلا پردہ اسرارِ حقیقت کا

راضی برضا جیسے ہو مردِ خدا کوئی
جس طرح کوئی صابر تابع ہو مشیّت کا

اُس دور میں بچوں کے تھے طوق گلو خنجر
ادنیٰ یہ نمونہ ہے انساں کی شقاوت کا

ہر عہد میں لکھا ہے تاریخ نے افسانہ
اک قوم کی غربت کا اک قوم کی قوت کا

تقدیر کہاں لائی خنجر سے بچانے کو
کیا دامنِ قاتل سے پیماں ہے حفاظت کا

فرعونِ زمانہ ہے جس قصر کا ہر ذرّہ
دعوے ہیں خدائی کے سامان بشریت کا

ہیں ایک ہی منزل میں مظلوم بھی ظالم بھی
بس کھیل ہے اب آگے اللہ کی قدرت کا

خاتون محل نے خود آغوش جووا کردی
اک لمحہ میں افسانہ تھا دور حکومت کا

یہ راز ہوا ظاہر اربابِ بصیرت پر
دل نرم بنایا تھا اس دن ہی کو عورت کا

سامان مٹانے ہیں اک جھوٹی خدائی کے
اس زور تصرف سے منشا ہے یہ قدرت کا

کعبہ کی طرف آؤ اک اور سماں دیکھو
پایہ ہے بہت اونچا جس قصر کی رفعت کا

ایسے ہی خداؤں کی ہستی کے مٹانے کو
اس گھر میں بھی جلوہ ہے اک نور کی صورت کا

یہ فرق نمایاں ہے تقسیم مدارج میں
گو ایک ہی مقصد ہے دونوں کی ولادت کا

موسیٰ سا پیمبر ہے فرعون کے دامن میں
آغوشِ نبوت میں ہے چاند امامت کا

اے جلوہ گرِ کعبہ اک مطلع لاثانی
دنیا کو ہو اندازہ تائید کی قوت کا

کعبہ کو میسر ہے فخر اُس کی ولادت کا
رستہ ہے مرے دل سے سیدھا درِ دولت کا

اک شمع حقیقت ہے فانوس میں ضوافگن
ہے روح امامت کی پیکر بشریت کا

یہ حاصل قرآں ہے کعبہ میں جو آیا ہے
قرآن میں آئے گا حکم اس کی محبت کا

بس شانِ خدا کہہ کر چُپ رہ گئے دل والے
اُٹھا نہ اُٹھائے سے پردہ تھا شریعت کا

حقدار چلا گھر سے اللہ کے حق لے کر
دامانِ پیمبرؐ میں ہے اجر رسالت کا

چمکا وہ ستارہ سا پیشانیٔ روشن پر
قرآں نے لیا بوسہ وہ چاند سی صورت کا

کچھ اس سے امیدیں ہیں سرکار کی وابستہ
فطرت کا تقاضا ہے کچھ جوشِ محبت کا

سر بیچ کے بھائی کی الفت کا عوض دیں گے
یہ بھی تو جواں ہوں گے وقت آئے تو بعثت کا

تا حجتِ آخر سب شیدائے نبیؐ ہوں گے
ہر فرد علیؑ ہوگا اس معدنِ رحمت کا

صورت گرِ معنی کے انعام پہ دل صدقے
محفوظ تھا یہ کب سے مطلع مری قسمت کا

دنیا میں ہے آوازہ قرآں کی فصاحت کا
معراج سنادے گی لہجہ لبِ قدرت کا

لفظوں میں کہے کیونکر تصویر شبِ ہجرت
ہے شان نبوت کی منصب ہے امامت کا

خورشید پلٹ آیا دروازۂ مغرب سے
قانون بدلتا ہے ان کے لیے فطرت کا

O

نغمۂ کوہسار

اور بڑھیں گی زینتیں گلشنِ روزگار کی
حُسنِ ازل کو فکر ہے تکملۂ بہار کی

جوشِ حیاتِ نوعیاں عالمِ آب وگل سے ہے
دوڑ رہی ہیں بجلیاں قدس کے جلوہ زار کی

خاک جو تھی وہ پاک ہے آب میں آبِ کوثری
نور میں بجھ کے ضو بڑھی آتشِ بے قرار کی

تھی جو فضائے خلد میں شاہدِ گل سے ہم کنار
عنصرِ باد ہی نسیم جنت پُر بہار کی

آتش وآب وخاک و بادصرفِ نمودحسن ہیں
جب سے پڑی ہے داغ بیل گلشنِ روزگار کی

منزلِ ارتقا میں ہے نعرۂ یا صمد بلند
صورتِ گل ہیں کوششیں نشو ونمائے خار کی

لوٹ رہے ہیں روز وشب غنچۂ وگل نئے ورق
دھوم چمن چمن میں ہے خامۂ زر نگار کی

نقش پہ ہورہا ہے نقش منزلِ کیف ورنگ میں
اُف رے قلم کہ حد نہیں قوتِ اختیار کی

پیکرِ عنصری میں ہے نورِ ازل کی روشنی
صورتِ آدمی میں ہے شان جمالِ یار کی

زیرِ فلک سرِ زمیں دور پہ ہورہے ہیں دور
بزمِ جہاں مثال ہے عرصۂ کارزار کی

سینچ چکے نہالِ غم آدم اولیں کے اشک
ڈال چکے وہ داغ بیل عشق کے رہگذار کی

طور پہ بات ہوچکی غش سے نجات ہوچکی
چشمِ کلیم دے چکی داد جمالِ یار کی

سوزنِ وقت سی چکا چاک قبائے یوسفی
شان ونمود بڑھ چکی دامنِ تار تار کی

نار سے نور اُبل چکا آگ سے پھول اُبھر چکے
سیرِ خلیل کرچکے گلشنِ نو بہار کی

وقت بنا بگڑ چکا کفر کا پاؤں گڑ چکا
پھر ہے زمین منتظر قدرتِ کردگار کی

پھر نظر آرہے ہیں کچھ ڈھنگ تغیرات کے
شعلہ بدل ہی پھر ہوا گلشنِ روز گار کی

ڈوب رہی ہے پھر فضا رنگِ تحیرات میں
پھر ہیں شعاعیں مضطرب حُسن کے جلوہ زار کی

اپنی زباں میں کہتی ہے تاروں کی روشنی کچھ اور
شامِ فراق اب نہیں وضع میں سوگوار کی

خندۂ زیرِ لب ہے یا چرخ پہ ہے طلوعِ صبح
فردِ عمل ڈھلی ہوئی یا کسی رستگار کی

زلفِ بدوش ہے کوئی دامنِ کوہسار میں
جیسے یہی ہے زندگی دامنِ کوہسار کی

گم ہے کسی کو خاک پر سر بہ سجود دیکھ کر
آنکھ کھلی جو نیند سے ذرۂ بے قرار کی

رحمتِ حق دراز ہے کوہِ حرا کے غار میں
دیکھ رہا ہے ندرتیں منظرِ پُر بہار کی

رہبرِ خیال ہے عقل کی قوتِ صحیح
منزلیں ہورہی ہیں طے وادیٔ اعتبار کی

تبصرۂ بسیط ہے فلسفۂ قدیم پر
پیشِ نظر ہے زندگی قومِ زبوں شعار کی

دل میں ہے کچھ امید پر نفسِ امید مُستتر
سب سے جُدا مثال ہے حالت انتظار کی

دامنِ کوہ سے ہوئی یک بیک اک صدا بلند
وقت کی خامشی نے لے نغمہ کی اختیار کی

لے کے سلامِ اولیں آیا پیامِ اولیں
شوق سے آکے مل گئی شان اب اضطرار کی

کیفیت اک سما گئی ہر رگ و موئے جسم میں
سیلِ محیط ہوگئی ہیبتِ کردگار کی

عالمِ نو میں آگیا غارِ حرا کا گوشہ گیر
محو ہے حق نمائیاں دیکھ کے کوہسار کی

ایک صدا بلند ہے دشت و در و جبال سے
سب کو زبان مل گئی قدرتِ کردگار کی

حکمِ ادائے فرض نے دل کو کیا جو مضطرب
قوتیں اُس نے بھیج دیں ضبط کے اختیار کی

اوڑھ لپیٹ کر اُٹھا صاحبِ چادرِ حریر
آج کی شان شان ہے نائبِ کردگار کی

غار سے باہر آگیا وارثِ منصبِ خلیل
دل میں تڑپ لیے ہوئے فکر بنائے کار کی

قلب میں رازِ منجلی جسم میں لرزشِ خفی
ساتھ لیے تجلیاں عالمِ نور بار کی

رنگِ جہان بدل دیا نعرۂ لاالہ نے
حلم نے ڈال دی بِنا مذہبِ استوار کی

دیکھ کے نرمیٔ زباں رو دیے سنگ دلِ عرب
سادگیٔ کلام تھی جانِ کشود کار کی

مصحفِ پاک کی بنا تھا یہ تخاطبِ عظیم
ایک کتاب بن گئی حکمتِ کردگار کی

ماہِ عرب کے عکس سے لہریں اُٹھیں فرات میں
گنگ و جمن سے جا ملیں نیل سے آنکھ چار کی

کعبہ میں رہ گیا فقط اس کا ہی سنگِ آستاں
پاک ہوئی زمین یوں خانۂ کردگار کی

شان میں اپنی کم نہ تھا مکہ کی فتح کا بھی دن
قدر کی شب نے منزلت اور بھی آشکار کی

گود میں کھیلنے لگے باغِ علیؑ کے نو نہال
پشت ہوئی قوی کچھ اور نائبِ کردگار کی

گلشنِ اصطفےٰ میں گو پھول کھلے ہزارہا
عید ہوئی غدیر پر تکملۂ بہار کی

قبلۂ دو جہان کا وہ کعبہ سے آخری وداع
حدِ نگاہِ لطف تک بھیڑ رفیق و یار کی

جلوہ گہہ خلیل میں راز و نیازِ رخصتی
دستِ دعا پہ بارشیں رحمتِ کردگار کی

منتظرِ ورود اُدھر خم پہ نوید ناگہاں
دشت کی خامشی میں بھی شان اک انتظار کی

ذرّوں کی چشمِ آشنا دیر سے ہے کھلی ہوئی
دور سے دیکھ لیں جھلک جلد کہیں غبار کی

ذوقِ چمن نے کی کمی شوق کے پاؤں تھم گئے
راہ یہ کس نے روک لی قافلۂ بہار کی

حکمِ جہاد لے کے کیا حاملِ وحی آ گئے
دوڑ گئی ہے لہر سی دور تک انتشار کی

ناقے جمے فرس تھمے نیزے جھکے قدم رُکے
سَیلِ رواں ٹھہر گئی قدرتِ کردگار کی

فرشِ زمیں پہ ڈٹ گئے ملکِ عرب کے سادہ دل
کیسی ہوس ہوا نہ تھی زینتِ مستعار کی

چند کجاوۂ شتر منبرِ نور بن گئے
سادگیِ اصول پر خلق نے جاں نثار کی

تھام کے بازوئے علیؑ صرف بیاں ہوئے نبیؐ
دور تلک صدا گئی مرسلِؐ کردگار کی

ان کا عروج دیکھتا کوئی نگاہِ بد سے کیا
قہرِ خدا تھیں تیوریاں حاملِ ذوالفقار کی

میں نے کہا خوشی میں وہ مطلعِ بے پناہ تجم
اہلِ حسد سے داد لی قوتِ اختیار کی

شانِ نزول دیکھنا حکمِ ابد قرار کی
ختم ہیں آج نعتیں خانۂ کردگار کی

دھوم تھی اہلِ رزم میں پہلے ہی کارزار کی
بزم بھی آج ہوگئی صاحبِ ذوالفقار کی

حد سے فزوں ہیں برکتیں حکمِ ابد قرار کی
وجہِ نشاط بن گیا فرقۂ اشکبار کی

تکملۂ حیات ہے تکملۂ اصول میں
تکملۂ اصول ہے جانِ اصول کار کی

دینِ خدا کا تکملہ حکمِ خلافتِ علیؑ
حدِ کمال کی قسم حد نہیں اقتدار کی

جان حجابِ قدس تھیں کل یہی صورتیں جو آج
امثلۂ عظیم ہیں قدرتِ آشکار کی

مصحف و شرح جمع ہیں بیچ میں کون آسکے
روزِ ازل سے ہے بنا رشتۂ استوار کی

نفسِ رسولؐ پاک کا جب سے یہ لے رہے ہیں عکس
پہلے پہل پڑی تھی جب ان پہ نگاہ پیار کی

بڑھ کے جواں ہوئے تو ہیں قوتِ بازوئے نبیؐ
زینتِ دوش تھے کبھی زیب کبھی کنار کی

نامِ علیؑ کا لے تو دو مجمعِ اہلِ ذوق میں
لہر سی دوڑ جائے گی جذبۂ بے قرار کی

صغرِ سنی میں کھیل تھا ان کا حفاظتِ نبیؐ
ننھی کلائیوں میں بھی شان تھی ذوالفقار کی

قوم کی خصلتوں سے دور قوم کی صحبتوں سے دور
مصلحِ قوم نے جگہ ڈھونڈھ کے اختیار کی

دیر سے حسنِ فکر کی مطلعِ نو پہ ہے نظر
چھین تو لے سبک روی خامۂ زر نگار کی

عالمِ قدس میں نمود قدس کے جلوہ زار کی
بزمِ شہود میں بہار گلشنِ روز گار کی

مقصد ماسوا نبیؐ آئینۂ نبیؐ وصی
شان یہ ماسوا میں تھی صاحبِ ذوالفقار کی

صبحِ ازل کی ابتدا شامِ ابد کی انتہا
بزمِ شہود میں بنا رحمتِ کردگار کی

نائبِ صدرِ انجمن شامِ سلکِ پنجتن
بنتِ رسول سی دُلہن جس شہِ ذی وقار کی

دوشِ نبیؐ کا بت شکن بدر و اُحد کا تیغ زن
نامِ خدا ابوالحسن دھاک ہے ذوالفقار کی

جامعِ مصحفِ کریم حاکمِ و احکمِ و حکیم
ذاتِ نمونۂ عظیم حکمتِ کردگار کی

ہاتھ معین انس وجن پا بہ ثبات رات دن
قلب وہ قلبِ مطمئن جا نہیں انتشار کی

مسندِ فقر پر ولی اوجِ کمال پر علی
کچھ ہے خفی تو کچھ جلی شان یہ اقتدار کی

صوم وصلوٰۃ میں نشاط سجدۂ حق میں انبساط
درد و دُعا سے انبساط وضع یہ تھی شعار کی

ہاتھ میں فتحِ خیبری پاؤں میں زور رہبری
چہرہ پہ نور داوری یاد میں کردگار کی

عالمِ نفسیات تھا ماہرِ ذہنیات تھا
حاویِ کائنات تھا دھوم تھی اختیار کی

خوش نظر و نظر بلند سجدہ گزار و سر بلند
پست ہے جس سے ہر بلند شان ہے وہ شعار کی

حسن بہ ندرتِ جمیل زلف بہ فطرتِ خلیل
سارے عرب میں بے عدیل بات ہر ایک پیار کی

صبح و مساد واں بہ حق لب بدعا زباں بہ حق
رو بر ضا و جاں بہ حق راہ میں کردگار کی

حصنِ ستم میں دیں پناہ فرشِ زمیں پہ عرش جاہ
فاقہ کشی میں بادشاہ شان یہ اقتدار کی

عمِ رسولؐ باپ بھی ماں کا بھی سلسلہ وہی
دونوں طرف سے ہاشمی وجہ یہ افتخار کی

نجم سنبھل کہ وقت اب مدحت حاضرہ کا ہے
گھیر چکیں تجلّیاں جلوۂ نور بار کی

علم ویقیں سے یوں بنا دین کی استوار کی
شرح بہ حد شرح کی حکمتِ کردگار کی

روح کا بوجھ گھٹ گیا قلب کا بار ہٹ گیا
ہے ترے حرف حرف میں روح وہ اعتبار کی

سلسلہ ارتباط کا عبد واحد کے درمیاں
تیرا کلام شرح ہے مصحفِ کردگار کی

حکمتِ اولیہ و فلسفۂ الہیہ
دونوں کے بُعد کی جہت خلق پہ آشکار کی

مصحفِ حق سے جا ملیں ترے بیاں کی وسعتیں
شرح سی شرح کر گیا حکمتِ کردگار کی

تو نے دیا عرب کو وہ درسِ تمدنِ صحیح
آج نگاہِ غیر میں وجہ ہے اقتدار کی

تو نے سکھا دیا اُنہیں علمِ سیاستِ مدن جن کو تمیز تک نہ تھی فطرتِ مور و مار کی
حسن ہی حسن کر دیا ان کو نگاہِ لطف سے جن کے دلوں میں حس نہ تھی عیب سے ننگ و عار کی
ترکِ جہاد ہے تو ہو جوش و خروش ہیں وہی راہ بتا گیا ہے تو نفس سے کار زار کی
بندۂ زر جو تھے اُنہیں عبدِ خدا بنا گیا حبِ وطن میں ڈوب کر قوم کی ناؤ پار کی
قوتِ نفس کا اثر تیرے حدود علم میں راہبری خیال کی بات تھی اختیار کی
قال سے حال متحد قول سے فعل متصل ہاں بخدا یہی ہے شان ہادیٔ روزگار کی
قہر ہے قلبِ کفر کو نعرۂ یا علیؑ کی چوٹ اس میں نہاں ہیں قوتیں قوم نحیف و زار کی
تیرے سلوکِ نرم سے کھل نہ سکیں جو گتھیاں عقدہ کشائیاں ہوئیں نوک سے ذوالفقار کی
قوتِ باطنی لیے پنجۂ بت شکن بڑھا مادیت ہوئی فنا قومِ زبوں شعار کی
جنگ میں سرکشوں پہ وہ تیغ کے سخت سخت وار فتح کے بعد نرمیاں خلق کی انکسار کی
گرمیٔ جنگ میں یہ پاس فوجِ عدو کی پیاس کا خوش مزگی تھی ناگوار شربتِ خوشگوار کی
تھا شبِ ہجرتِ نبیؑ اُس سے بلند تر جہاد دوش بدوش مصطفٰیؐ تو نے جو کارزار کی
ایک عطیۂ خدا ایک عطیۂ رسولؐ تیغ و علم نشانیاں ہیں تیرے اعتبار کی
تیرے ہی باغ کا ہے پھول رونقِ گلشن جہاں شمع بنا ہوا ہے آج عالم تنگ و تار کی
اپنے اصول پر رہا وضع رسولؐ پر رہا لاکھ ہوا بدل گئی گلشنِ روزگار کی
وقت صلوٰۃ ہم نوا تیرے زمین و آسماں غرق اثر کلی کلی گلشنِ روز گار کی
مرکزِ انتہا میں گم معرفت خدا میں غرق ذات بھی اپنی غیر تھی یاد میں کردگار کی
تیری دعا کے درد کا کون و مکاں پہ تھا اثر خوفِ خدا میں تھا مثال عالمِ احتضار کی
رات کی خامشی میں وہ تیری ریاضتِ خموش دور نگاہِ غیر سے یاد میں کردگار کی
گریہ نرم شب میں تھا خندۂ شکر کا مزا کیفیتیں تھیں مستقل عالمِ اضطرار کی
عہدِ مدینہ کا لباس کوفہ کا تختِ سلطنت ایسی معاشرت تو ہو دین کے تاجدار کی
تیرے ہی ہاتھ سے ہوا دفن و کفن رسولؐ کا دیکھ لیں ذمہ داریاں قوم نے ورثہ وار کی
بعد نبیؐ لیا نہ کام قوتِ اختیار سے قوتیں دیدنی ہیں یہ ضبط کے اختیار کی

انس تھا اُس یتیم سے ربط تھا اُس اسیر سے　　آس نہ تھی جہان میں جن کو کسی سے پیار کی
اور معینِ نفس تھیں شکر کے اہتمام میں　　فاقوں میں شب گذاریاں صبح کے روزہ دار کی
غیر مریض پر کرم گھر پہ مریض منتظر　　بات فقط تھی وقت کی اصل نہیں انار کی
نفس عظیم ہے ترا ذات احد سے متصل　　تھاہ بشر کو کیا ملے قلزم بے کنار کی
میری زباں تری ثنا یہ بھی ہے تیرا معجزہ　　تاب نہیں ہے خود مجھے اپنے سخن کے بار کی

جوش ولا میں مجھم میں چھوڑ گیا خود اپنا ساتھ
حد مجھے روکتی رہی قوتِ اختیار کی

○

نازِ آفرینش

زہے لوح و قلم ایسے بھی نقطے تھے مقدر میں　　مہ و خور کی طرح چمکے جو حرفِ کُن کے دفتر میں
خوشا قسمت کہ بسم اللہ نے ترتیب عنواں کی　　زہے ساعت یہ بات آئی مزاجِ بندہ پرور میں
بنایا حشر ساماں جامۂ صورت عطا کر کے　　لیے بیٹھا تھا فتنہ شاہدِ تنہا نشیں بر میں
سنوارے دونوں گیسو دوش پر سلمائے فطرت نے　　بقا نے جان ڈالی لیلیٰ دوراں کے پیکر میں
زلیخائے ہوس کنعانِ حُسن و مریمِ عصمت　　کسے جائے سخن حُسن مذاق آئینہ گر میں
ثواب و عیب ہیں دست و گریباں جنگ پیہم ہے　　کہ اہلِ دل اور اصحابِ شکم ہیں ایک ہی گھر میں
حق و ناحق کی آویزش سے ہے ہنگامۂ ہستی　　یہ غوغا ختم ہوگا جذب ہو کر شورِ محشر میں
دلیل اکثریت فیصلہ کُن ہو نہیں سکتی　　کہ حق اکثر ہے کمتر میں مگر کمتر ہے اکثر میں
کنارِ خیر میں اک آب و گِل کا جوہرِ قابل　　اُدھر سو دامنِ گیتی کے دھبّے دامنِ شر میں
اُدھر سو خار اُگلتا ہے اگر ویرانۂ زشتی　　اِدھر اک پھول کھلتا ہے کہیں خوبی کے پیکر میں
انہیں گلہائے معنی میں اضافہ کرنے آپہنچا　　درِ بیت المقدس پر کوئی آغوشِ مادر میں
کرم اس کا مسلّم دیدنی ہے ہمّتِ سائل　　دُرِ مقصود پھر واپس ہوا جیبِ سمندر میں

ہوئے گرم طلب لیلائے بے محمل کے دیوانے
بساطِ قرعہ اندازی بچھی خاصانِ داور میں

علم ہو کر قلم نے لی رضائے خامۂ قدرت
ستونِ امر خالق بن گیا پانی کی چادر میں

کنارِ مادرِ یحیٰی بنی گہوارۂ مریم
زہے طالع سعادت پر سعادت تھی مقدر میں

پرستاری صنعت کی پرستارانِ صانع نے
ہوا اک دانۂ تسبیح شاملِ سلکِ گوہر میں

اضافہ خادمانِ بیت میں اک صنفِ نازک کا
اشارہ تھا کہ ہے سب کی جگہ اللہ کے گھر میں

اگر ہے حسن پر اپنے تبختر ابنِ آدم کو
تو دیکھئے خوبیاں کیا کیا ہیں اس حوا کی دختر میں

بشوقِ حمد سن بڑھنے لگا مثلِ شبِ اسریٰ
شباب آیا نہفتہ عصمت و عفت کی چادر میں

قدِ موزوں اطاعت کا الف افراط طاعت سے
خم ابرو رکوع و سجدۂ خلاقِ اکبر میں

جبیں ایسی کہ جس کے نور سے سجدہ ہوئے روشن
وہ گیسو جو رہے جاروب کش اللہ کے گھر میں

پرستش ہے غلط کاروں میں تصویرِ خیالی کی
وہ عصمت آفریں نقشہ سما تا ذہنِ آذر میں

فدا اُس کنجِ تنہائی پہ صدہا حجلۂ یوسف
بنائے حجرۂ مریم پڑی اللہ کے گھر میں

نہ تھے گوشِ صبا بھی نغمۂ تسبیح سے محرم
اک آئینہ تھا جو تھا محو یادِ آئینہ گر میں

نمایاں مسندِ خاکی پہ سجادہ قناعت کا
کشادہ نفس مرگ آرا جنابِ بندہ پرور میں

جہاں سے منہ پھرائے مہمانِ رازقِ مطلق
توکل کے ثمر جنت کے میوے کشتیِ زر میں

دُرِ بحرِ طہارت نے کیا سامانِ غسل اک دن
پئے حفظِ مراتب بیتِ خالق سے گئیں گھر میں

یم پاکیزگی سے ہو کے مس پانی ہوا طاہر
زباں کھولی ہر اک قطرہ نے حمدِ ربِّ اکبر میں

غسالہ تھا اسی معصوم ہستی کے کفِ پا کا
بنا آبِ بقا جو چشمۂ خضر و سکندر میں

ادائے کار فرما نے یکایک طرحِ نو ڈالی
نزول جوہرِ اول ہوا انساں کے پیکر میں

دکھائیں غیرتِ ناموس نے مردانہ وار آنکھیں
نگاہِ غیر سے بل آگئے عفت کے تیور میں

ہوئے فریاد کے پہلو عیاں لحنِ تکلم سے
کہ ہے نسوانیت اک فطرتِ کمزور کے بر میں

زبانِ عقلِ کُل سے نغمۂ وحیِ خدا نکلا
ترنم ریز یا موجیں اُٹھیں تسنیم و کوثر میں

پیامِ شادمانی یا کہ پیغامِ الم کہئے
عطائے خاص ہے یا امتحاں بخشش کے پیکر میں

گوارا ہیں مثالِ نوش نیشِ طعنۂ اعدا
عمل حُسنِ عمل ہو سایۂ مرضیِ داور میں

ہُوا دوشیزگی کے عہد میں حکمِ خدا جاری — خدا کی شان روح اللہ آئے بطنِ مادر میں
بایں صورت جو کنعانِ عدم سے تا شہود آئے — جگہ پائے ولادت کی نہ بیتِ رب اکبر میں
تفوق دیکھنا بنتِ اسد کا بنتِ عمراں پر — نتیجہ دیکھنا تمہید کا اک مصرعۂ تر میں
پئے عیسٰی زچہ خانہ نہ تھا اللہ کا گھر تھا — نصیری کا خدا پیدا ہوا اللہ کے گھر میں
چلا اک بے خطا ناوک کمانِ آفرینش سے — ترازو ہوگیا ایک ایک قلبِ عشق پرور میں
خبر کعبہ سے نکلی اور پہنچی قبلۂ دیں تک — لپٹ کر رہ گئی خوشبو سی دامانِ پیمبرؐ میں
نسیمِ جانفزا نے صبح جب اوراقِ گل کھولے — خدا کا نام ان کا ذکر تھا دفتر کے دفتر میں
بقدرِ ظرف عالم نے کیا کسبِ ضیا لیکن — مرقع رہ گئے دھندلے نگارستان آذر میں
شعاعِ مہر کی تقدیر قدموں کے لیے بوسے — اُبھر کر چشمۂ خاور سے ڈوبی حوضِ کوثر میں
زہے لیلائی جلوہ کہ محمل منہ سے بول اُٹھا — لسان اللہ نے جان ڈال دی کعبہ کے پیکر میں
حرم آئینہ خانہ بن گیا فیضِ تجلّی سے — نظر کو فرق مشکل ہوگیا دیوار میں در میں
دیا طبعِ سہی بالا نے کیا مطلع قیامت کا — حریصِ شعراب ڈھونڈھا کریں دیوان محشر میں
زبان رحمت حق ہے دہانِ شیر داور میں — نبیؐ بھرتے ہیں حلم اپنا یداللّٰہی کے تیور میں
یہ ہیں مافوق آب و گل نبیؐ آدم کو نسبت کیا — کہ یہ تھے نور کے عالم میں آدمؑ عالم زر میں
انہیں دو صورتوں میں ختم آیات الٰہی ہیں — انہیں آیات کی تفسیر ہے قرآں کے دفتر میں
نہاں دستِ یمیں میں سرنوشتِ عالم باقی — ودیعت انتظامِ دارِ فانی دستِ دیگر میں
رسالت ختم تھی فخرِ رسالت پر تو قدرت نے — امامت کی بنا رکھ دی رسول اللہ کے گھر میں
نگارستانِ آذر پھر سے کعبہ بننے والا ہے — بہم ہیں مشورے نفسِ پیمبرؐ اور پیمبرؐ میں
نکالے جائیں گے بت طاقِ کعبہ سے دماغوں سے — دماغوں میں بسے ہیں بیٹھ کر اللہ کے گھر میں
ثبات پا کا ملتا ہے صلہ آج اک مجاہد کو — فرازِ عرش پر کوئی قدم رکھتا ہے دم بھر میں
قدم بھی وہ قدم جو دے چکے ہیں امتحاں کتنے — احد کے معرکہ میں بدر میں خندق میں خیبر میں
مدینہ کے سفر میں آبلوں کی جن پہ یورش تھی — رواں کانٹوں پہ تھے تعمیل ارشادِ پیمبرؐ میں
شبِ پُرخوف ہجرت دیکھنے والوں نے دیکھی ہیں — نبیؐ کے خاص بستر پر نبیؐ کی سبز چادر میں

تعجب کیا اگر مُہرِ نبوت پر جگہ پائی　　وہی ہیں مدتوں پھیلے ہیں آغوشِ پیمبرؐ میں
مرا عرشِ سخن میرے لیے تکیہ بنا سر کا　　ہوا غرقِ تخیل میں جو فکرِ مدحِ دیگر میں
دل اور بے مدعا دل بندگیِ بندہ پرور میں　　سندِ معصومیت کی اور لرزاں خوفِ داور میں
جمال ایسا کہ آسودہ نگاہیں بزمِ انور میں　　جلال ایسا تکلم قیدِ لب ہائے سخنور میں
وہ خاموشی جو قوت دار آوازوں پہ بھاری تھی　　وہ گویائی کہ حکمت بولتی تھی جس کے پیکر میں
کرم ایسا کہ جس کے معترف تھے دشمنِ جانی　　ابھی الفاظ ہیں محفوظ تاریخوں کے دفتر میں
نگاہِ غور دیکھے ذمہ داری ورثہ داری کی　　وصی مصروف ہے تجہیز و تکفینِ پیمبرؐ میں
جو سچ پوچھو خلافت کی علیؑ سے ہوگئی زینت　　خلافت آئی تھی کیا لے کے اس بےنفس کے گھر میں
علی کے نام تک نے آفتوں میں دن گذارے ہیں　　مگر پھر بھی نمایاں ہی رہا عالم کے منظر میں
علیؑ اے تاجدارِ فاقہ کش اے جانِ پیغمبرؐ　　پئے تسکیں ضرورت تھی تری بزمِ پیمبرؐ میں
علیؑ اے زخمیِ روزِ اُحد اے حرزِ پیغمبرؐ　　خدا معلوم کیا ہوتا نہ ہوتا تو جو لشکر میں
ترے آثار سے اسلام کی تاریخ روشن ہے　　ترے ایثار کی تصدیق ہے قرآں کے دفتر میں
نہیں دل معترف تیرا تو پھر اسلام کا دعویٰ　　خدا کے گھر میں سرقہ ہے نگاہِ نکتہ پرور میں
تری تکبیر کی آواز میں تھی قوم کی قوت　　تجھے میں ڈھونڈھتا ہوں نعرۂ اللہ اکبر میں
ترے دم سے رہی اسلام میں روحانیت باقی　　نہیں گم ہو کے رہتی سلطنت میں مال و زر میں
کہاں دنیا میں اپنے نفس کے پہچاننے والے　　ترا نفس آئینہ ہوتا نہ کیوں عرفانِ داور میں
نہ تھی تیری حکومت میں ہوا سرمایہ داری کی　　چراغِ عافیت روشن تھا ہر مزدور کے گھر میں
غلاموں کو ہے مشکل پاؤں پر اپنے کھڑا ہونا　　قدم دوشِ ہوا پر تھے ترے میدانِ خیبر میں

ابھی تھیں تجھ سے وابستہ اُمیدیں قوم کی لاکھوں
لپٹ کر رہ گئیں قاتل کے زہر آلود خنجر میں

○

زمزمۂ رُوح

شبِ دراز میں نہاں جہانِ پُر بہار ہے
کسی کی زلفِ عنبریں نقابِ روزگار ہے

یہ عافیت کی روح ہے نمودِ خامشی نہیں
یہ شب کی تیرگی نہیں سکون کا حصار ہے

نفس نفس معیّن ہے سکون کے فروغ میں
ہوا کا مدو جزر بھی تنِ فضا پہ بار ہے

خیال بھی کنارہ کش کہ خواب میں خلل نہ ہو
ہزار مسئلہ ہیں پر سحر کا انتظار ہے

تمام قوتیں ہیں گُم مبادیاتِ روح کی
یہ رشتۂ شہود و غیب پھر بھی استوار ہے

تعلقات گھٹ گئے کہ اُس سے واسطہ بڑھے
سکون جتنا چھا رہا ہے روح بیقرار ہے

ورودِ لطف کے لیے کنارِ شوق وا کیے
برسم اشتیاق ہے بوضع انتظار ہے

تردّدِ ذات سے بری توہّمات سے جدا
کشش ہے اور تجلّیات اور امیدوار ہے

دراز زلف کون ہے یہ فرشِ خواب پر دراز
کہ جس کی نیند نیند کیا ہے رازِ کردگار ہے

سُلا چکی ہیں جسم کو ہَوا کی نرم تھپکیاں
اثر پذیرِ نفس ہے کہ محوِ انتظار ہے

وہ لہریں نور کی بڑھیں وہ لوحِ دل سے مس ہوئیں
اُبھر رہا ہے نقش یا کوئی پیامِ یار ہے

کمال جذب کر رہا ہے اکتسابِ معرفت
کسی کے نازِ حسن سے نیاز ہمکنار ہے

تجلّیوں نے کون سی یہ شکل اختیار کی
جگر ہے اپنا اپنا ہاتھ اور چھری کی دھار ہے

خلیل فرشِ خواب سے اُٹھے ہیں خواب دیکھ کر
نگاہیں کہتی ہیں کدھر ہمارا گلعذار ہے

محبتِ پدر کہاں چھری کہاں پسر کہاں
یہ امتحانِ سخت بھی جہاں میں یادگار ہے

اگرچہ فطرتِ بشر کا اور کچھ ہے مقتضا
نبیؑ کی شان کہہ رہی ہے خواب خوشگوار ہے

یہ رازِ حسن و عشق ہیں گمان و شک کو دخل کیا
وہ پھر کہیں یہ پھر سنیں اب اس کا انتظار ہے

کلیمِ حق سے پوچھیے مخاطبہ کی لذتیں
سوال بار بار ہے جواب بار بار ہے

مطالبہ کی شان نے بڑھا دیا ہے ولولہ
جو پاؤں روبراہ ہیں تو دل بروئے کار ہے

اب اپنی شان ڈھونڈھتا ہے آفتاب ماہ میں
خلیل ہیں ذبیح ہیں پیامِ کردگار ہے

اس آئینہ کی چھوٹ ہے اُس آئینہ میں ضوفگن
نہ اس طرف غبار ہے نہ اُس طرف غبار ہے

خدا کی ایک راہ ہے خلیل دو ہیں سر بکف
رضا کی ایک شان ہے دو طرفہ آشکار ہے

اُدھر ہے ذوقِ مضطرب اِدھر ہے چشم معترف
اُدھر نظر میں کیف ہے اِدھر نظر میں پیار ہے

چمن اُجاڑنے کو خود اُٹھا ہے باغباں کہ جب
بہار کا شباب ہے شباب کی بہار ہے

پدر کے ساتھ میہمان جا رہا ہے لختِ دل
مگر یہ فطرتِ بشر کہ ماں کو اضطرار ہے

کسی نے جیسے کہہ دیا ہے کچھ دبی زبان سے
فراق کیا فراق کا خیال ناگوار ہے

چھری سے ریسماں سے ہے میہماں کو کام کیا
جواب کچھ سہی مگر سوال وزن دار ہے

نہ ہوگی سیر بوئے خوش سے آج مہرِ مادری
سحر سے زلفِ عنبریں کسی گلے کا ہار ہے

یہ سرفروش مردوں کے ہیں چہرہ مطمئن جو ہیں
مرادوں والی ماں کا ہے وہ دل جو بیقرار ہے

چلے ہیں کس شکوہ سے مسافرِ رہِ رضا
چھری کمر کی زیب ہے رسن گلے کا ہار ہے

نگاہیں وہ جھکی ہوئی نقیبِ عزمِ مستقل
قدم ہیں وہ تلے ہوئے ثبات بھی نثار ہے

بنا رہے ہیں راستہ کہ اور قافلہ بڑھیں
بتا رہے ہیں نقش پا یہ حق کی رہ گذار ہے

منیٰ کی منزل آگئی وہ ذرّے مسکرا دیے
کہ جیسے کوئی راز ہے اور اِن پہ آشکار ہے

وہ حلقۂ رسن بڑھے کہ دست و پا کو چوم لیں
اسیر اُن کا ہوگیا بشر تو رستگار ہے

وہ بندشیں جو کھول دیں ہزار عقدۂ دلی
انہیں سے عبد اور احد کا رشتہ استوار ہے

پدر کے ہاتھ میں چھری پسر زمیں پہ قبلہ رو
فلک پہ کوئی منتظر بحکمِ کردگار ہے

وہ منظر عجیب ہے کہ حیرتی ہیں دو جہاں
ہے جاذبِ نگاہ بھی اگرچہ دلفگار ہے

منازلِ نفوس میں عوالمِ عقول میں
زمیں سے لے کے تا فلک قیامت آشکار ہے

چھری کسی پہ چل گئی مگر یہ ماجرا ہے کیا
ذبیح سر بدوش ہیں زمین لالہ زار ہے

قبول سعی ہوگئی عوض میں دنبہ آگیا
اُسی نے خود بچالیا کہ اپنا جاں نثار ہے

زمانہ محو کر نہ دے کسی کی سرفروشیاں
بہ شکلِ عید آج تک جہاں میں یادگار ہے

یہ عید ہے مقدمہ اب اصل عید دیکھیے
ولادتِ حسینؑ سے زمانہ پُر بہار ہے

جدارِ کعبہ کس طرح کنارِ شوق وا کرے
کسی کے شوق میں خود آج شیرِ کردگار ہے

ملے نہ دیر میں خبر کھڑے ہیں خود قریبِ در
فدا اس انتظار کے نبیؐ کو انتظار ہے

یہ مطلعِ لطیف ہے کہ موتیوں کی ہے لڑی
گلے میں لیلیٰ سخن کے یاگلوں کا ہار ہے

یہ اشتیاقِ دید ہے یہ ان کا انتظار ہے
کہ نفسِ مطمئن کو بھی کچھ آج اضطرار ہے

لبِ رسولؐ متصل ہیں گوشِ حق نیوش سے
دلِ بلالؓ کی طرح اذاں بھی بے قرار ہے

وہ آگئے حسینؑ لو حسنؑ کے ساتھ کھیلنے
کہوں کہ صحنِ مسجدِ نبیؐ کو انتظار ہے

کہوں حسنؑ یا حسینؑ نام بھی حسین ہے
رسولؐ کی شبیہہ ہیں تو حسن بھی نثار ہے

مرقعِ رسولؐ کا ہوا ہے آج تکملہ
ہے سال بھر کی جان ایک ایک شیر خوار ہے

حسنؑ تو سر سے تا کمر شبیہہ ہیں رسولؐ کی
کمر سے لے کے پاؤں تک یہ نوگلِ بہار ہے

بتولؑ مانگتی ہیں کچھ نبیؐ سے ان کے واسطے
نگاہ میں ہے ماں کی سب جو اُنکا لاڈ پیار ہے

حسینؑ کے لیے طلب طلب بھی پھر بتولؑ کی
وہ چیز کی ہے مرحمت رسولؐ کردگار ہے

کرم کی شان کی عطا حسینؑ نام رکھ دیا
شجاعت اپنی بخش دی جو آج یادگار ہے

یہ مقتضا ہے وقت کا وہ مطلعِ حسیں پڑھوں
کہ جس کا حرف حرف ایک نقشِ اعتبار ہے

بنائے طولِ سجدہ ہیں جو شانِ سرگذار ہے
نہاں یہ ان کے کھیل میں بھی رازِ کردگار ہے

یہ گوشہ ہائے عافیت نصیبِ انبیاء نہ تھے
حسینؑ کے لیے فقط یہ فضلِ کردگار ہے

حسنؑ کا بازوئے قوی علیؑ کا ظلِ عاطفت
حبیبِ حق کا دوش ہے بتولؑ کی کنار ہے

خدا نے وہ بھی دن کیا کہ پھول سہرے کے کھلے
عرب سے لے کے تا عجم بہار ہی بہار ہے

حسینؑ پر نہ ٹھیرتی نگاہِ انتخاب کیوں
وہ بانوئے عجم تو یہ عرب کا شہر یار ہے

یہ مطلعِ نفیس ہے کہ زمزمہ ہے روح کا
یہ طرزِ نو کی مدح بھی جہاں میں یادگار ہے

کچھ ایسا جاذبِ نظر حسینؑ کا شعار ہے
جوان کے دین میں نہیں دل اُن کا بھی نثار ہے

حسینؑ پر نظر کرو مثال ہو کوئی تو دو
کرم کی شان دیکھ لو جو دل پہ اختیار ہے

چھپا کے منہ کو ہے عطا کہ دیکھنا نہیں روا
سوال کر رہا ہے جو غریب شرمسار ہے

کنیز نذر کر رہی ہے شاخِ گل حضور کو
وہ تحفہ جس کی آڑ میں دل امیدوار ہے

حسینؑ کے تاثرات دیکھنے کی چیز ہیں
کنیز آج تک تھی آج صاحبِ اختیار ہے

حسینؑ اے سُلالۂ رئیسِ منزلِ حرم
بنائے کعبہ آج تک تجھی سے استوار ہے

حسینؑ تیرے ذکر سے رگوں میں دوڑتا ہے خون — حسینؑ تیری یاد میں زمانہ بے قرار ہے
تجھے سلا کے اے حسینؑ چونک اٹھی ہیں ملّتیں — اب آنکھیں کھل چلی ہیں کچھ کہ یہ ترا اوتار ہے
اُٹھ اب تو خوابِ ناز سے یہ فتحِ حق کی داد لے — جہاں کا ذرّہ ذرّہ آج تجھ سے شرمسار ہے
ورق ورق پہ ہو رہی ہے مُہر تیرے نام کی — تیرا فسانہ زینتِ بیاضِ روزگار ہے
حُر اک غلام تھا ترا، کنیز تیری حریت — وہ حریت کہ جس کی آج خلق میں پکار ہے
قدم پہ تیرے لوٹتے ہیں آج تاجِ سلطنت — جو تیرا حق چھپا دیا تھا آج آشکار ہے
ترے سلام کو ہیں خم گدا بھی شہر یار بھی — ہیں جس کی مٹھیوں میں دل وہ سب کا تاجدار ہے
نہ سمجھیں اب تو قسمتیں بتا گیا ہے تو ہمیں — کہ مصرفِ حیات کیا ہے کیا اصولِ کار ہے
ہو اعترافِ بالعمل بھی محبتِ حسینؑ کا — یہ عینِ معرفت نہیں کہ قوم اشکبار ہے
جو ادعائے زیست ہے علم بدوش بڑھ چلو — فنا کی حد سے متصل بقا کی رہ گزار ہے

○

شاہزادۂ نور

نہ ہوں مغرور نظریں وہمِ عرفانِ حقیقت سے — بہت جلوہ ہیں پوشیدہ ابھی چشمِ بصیرت سے
ابھی ڈھونڈے ہیں کتنے عقل نے گوشہ خیاباں کے — ابھی آنکھوں نے کیا پایا نگارستانِ فطرت سے
ابھی چمکی ہیں گہرائی میں دل کی بجلیاں کتنی — ابھی بدلے ہیں کتنے خواب تعبیرِ حقیقت سے
ابھی فکر و نظر نے کی ہے کتنی بادہ پیمائی — ابھی ہے ظرف کتنا آشنا ساقی کی ہمت سے
ٹٹولے ہیں ابھی تحقیق نے دل کتنے ذرّوں کے — اُتارے ہیں ابھی کتنے ستارے بامِ قدرت سے
کسی کے جلوۂ مستور پر بے اعتباری ہو — اُسے جو منزلوں پیچھے ہے خود اپنی حقیقت سے
کیا احساس نے کس دن مجسم نگہتِ گُل کو — تعارف جس کی سیرت سے ہے نامحرم ہیں صورت سے
درخشاں ہے وجودِ روح اک اک رگ سے پیکر میں — پر اب تک فلسفی محروم ہیں صاحب سلامت سے
بدل دیں جوہرِ قابل نے شکلیں نظمِ عالم کی — مگر باہر نہ آیا جوہرِ قابل طبیعت سے

بتائیں حسن کا نیرنگِ ظاہر دیکھنے والے
لطافت سے شناسائی ہے یا جانِ لطافت سے

شعاعِ نور عریاں کرنے والی ذرّہ ذرّہ کی
نقاب اپنی اُلٹ سکتی ہیں خود اپنی صورت سے

ہوا اتنی مجسم جو اُٹھالے بار طیارہ
لطیف ایسی کہ باہر ہے نگاہوں کی حکومت سے

وہ اک سیال دنیا موجِ طوفاں فتنۂ برقی
بڑھی یہ گرمیِ بازارِ عالم جس کی قوت سے

وہ دل میں گدگدی کرتی ہوئیں لہریں مسرت کی
جو بن جاتی ہیں ہونٹوں پر تبسّم اُس کی قدرت سے

غم وغصہ کا جذبہ درد کے اشک آفریں نشتر
ہلا دیتے ہیں قصرِ عنصری کو اپنی قوت سے

وہ ظالم کارواں جو چھوڑ جاتا ہے نشاں ایسے
کہ مٹتے ہیں مگر کب وصل ہو کر خاکِ تربت سے

سراپا جلوۂ حیرت ہے ان کی کارفرمائی
ابھی تک دامن آلودہ نہیں داغِ بصارت سے

وجود اک صورتِ قہری ہے غیبت اصل ہے جس کی
جو ہیں بے معرفت نا آشنا ہیں لطفِ غیبت سے

ازل میں چشمِ صد نظارگی کو ہوش میں لاکر
کہیں اب کیا وہ خود پردہ میں ہیں پردہ کی قسمت سے

خبر آئی ہے پھر فاراں پہ تجدیدِ تجلّی کی
سبکدوشی نہیں اب تک نگاہوں کی امانت سے

حجابِ جلوہ گاہِ ناز کی اک آخری جنبش
تعجب کیا اگر سجدہ کرا لے چشمِ حیرت سے

ابھی ہے تشنۂ تکمیل ذوقِ مشرق ومغرب
برسنے ہی کو ہے پھر کوئی جھالا ابرِ رحمت سے

ازل کی صبح پھر آئے گی دورِ عاشقی بن کر
اٹھیں گے کروٹیں لے لے کے بسمل خاکِ تربت سے

ابھی پھر دیکھنا ہے لیلیٰ دوراں کو آئینہ
ہیں وابستہ امیدیں ایک نقشِ پا کی رویت سے

فضا خاموش فطرت گوش برآواز ہے یعنی
چھڑے گا اور اک نغمہ ابھی سازِ حقیقت سے

عبث بیٹھے ہیں شوقِ دید والے فکرِ محشر میں
کہ پورا ہوگا یہ وعدہ مگر پہلے قیامت سے

بہت جلوے نمایاں ہو چکے اور ہونے والے ہیں
کسی کی شامِ ہجرت ہے کسی کی صبح غیبت سے

سنبھال اے ساقیِ روزِ ازل کیف دو عالم کو
کہ جھومیں گے ابھی رکن ومقام اک تازہ بیعت سے

نہیں موسیٰ تو کیا غش کھانے والے اب بھی جیتے ہیں
چراغِ طور ہوگا اب کے روشن اپنی قسمت سے

بہارِ عہدِ اوّل ہوگی کروٹ دورِ آخر کی
فضا اک بار پھر گونجے گی تصدیقِ رسالت سے

شریعت طے کرے گی پُر کرے گی منزلیں اپنی
محمدؐ کی امامت تک محمدؐ کی رسالت سے

کسی عارض پہ لہرائیں گے پھر گیسو پیمبرؑ کے
نبوت خود پکارے گی کہ رشتہ ہے امامت سے

نہ جانے تزکیہ کرنا ہے کتنا جذبۂ دل کا
بڑی مشکل سے آئے گا کوئی جلوت میں خلوت سے

ہوئی ذہنِ تولا پر ضیا پاشی تجلّی کی
ملا اک مطلعِ کیف آفریں سرکارِ حجت سے

کہ از عیسوی ظاہر ہے نازِ مہدویت سے
نبوت دو قدم رہ جائے گی پیچھے امامت سے

کمالِ مصطفائی ہے کمالِ حسنِ صورت سے
شبابِ لافتائی ہے جلال و رعب و ہیبت سے

وہی تیور کی پایانی وہی چتون کی شایانی
وہی فطرت کی یکسانی مساواتِ حقیقت سے

نبیؑ کی عمرِ بعثت ہے شبابِ جاوداں اس کا
ملیّف اس قدر صلِ علیٰ کیفِ محبت سے

جھلک دیتی ہوئی رُخ پر صباحت روئے حیدرؑ کی
گلِ رخسار پر اک تل پیمبرؑ کی ملاحت سے

بہ تقریبِ وراثت دو قبائیں جسمِ انور میں
مرصع اک رسالت سے مکلّف اک امامت سے

تخاطب کی جسارت ہے تقاضہ دردِ ملت کا
یہ مطلع ہے کہ دل نے آہ کی ہے دردِ ملت سے

تجھے مشکل ہے کیا جلوت میں آنا کنجِ خلوت سے
علیؑ سے تیغ لے اور اذن سرکارِ رسالتؐ سے

وہ ہر اک وار پر او دستِ حیدرؑ چومنے والی
نکل آ میان سے باہر تڑپ کر دردِ ملت سے

وہ آنکھیں تو نے دیکھی ہیں وہ نظریں تو نے پرکھی ہیں
ترے جوہر کو چمکاتی تھیں جو تابِ شجاعت سے

شریعت سے مذہب ہے طریقت سے مطلاّ ہے
رسالت سے مجلی ہے منور ہے امامت سے

بتا اے چھپنے والے نزع میں ہے قوم کی ہستی
حیاتِ مختصر سے ہو گلہ یا طولِ غیبت سے

تری آمد کا آوازہ محمدؐ کے گھرانے میں
سکونِ ہر دل مضطر رہا ہے روزِ بعثت سے

لبِ اعجازِ پیغمبرؐ پہ مفہومِ تبسم تھا
کبھی توضیحِ سیرت سے کبھی تفسیرِ صورت سے

شبِ ہجرت کا تکیہ منزلِ نازِ رسالت میں
امینِ وحی کا نغمہ لبِ اسرارِ قدرت سے

سکون افروز تارا شام کے تاریک زنداں کا
فضائے غم میں لو دیتا ہوا شامِ مصیبت سے

امینِ علمِ حق آ گتھیاں سُلجھا دماغوں کی
اُلجھ پڑتا ہے جہلِ علم پیغامِ شریعت سے

فضا تاریک مرکز دور گم گشتہ ہیں پروانے
بھٹکتے پھر رہے ہیں منزلِ شمعِ حقیقت سے

تلاطم خود بتاتا ہے ضرورت فرد کامل کی — کہ دنیا اب سنبھل سکتی نہیں ناقص حکومت سے
تری شاہی کا سکّہ ہے سکونِ قلب مومن کا — ملے گا تیرے ہاتھوں سے نہیں ملتا جو قسمت سے
امامت کو حکومت سے جدا سمجھا جدا رکھا — عوض لینا ہے تجھ کو اہلِ دنیا کی خیانت سے
نہیب جعفریؑ سے آ جلالِ حیدریؑ سے آ — بہت کچھ ہو چکیں ہیں دعوتیں خلق و مروت سے
تفوق نصرت دنیا سے ہے مغرب کو مشرق پر — شرف مشرق کو ہو مغرب پہ حاصل تیری نصرت سے
جگا دے خلق کو خونِ شہید اس کا عوض لے کر — کہ اب ہر موت کو تعبیر کرتے ہیں شہادت سے
دلوں میں بُت لیے کرتے ہیں کعبہ کی نگہبانی — تمسخر کر رہے ہیں آذری پندار قدرت سے
قرینہ ہے کہ بک جائے حرم اغیار کے ہاتھوں — کہ اب تحریم کعبہ گھٹ گئی تکریم دولت سے
جگا دے داستانِ غم سنا کر خستہ حالوں کی — لپٹ جا آ کے فرطِ ناز میں نانا کی تربت سے
اُدھر مسمار ہیں قبریں ترے اسلاف طاہر کی — ادھر خالی ہیں نبضیں قوم کی دینی حرارت سے

○

طرحِ نو

تولا آج کیوں ہنگامہ زا ہنگامہ پرور ہے — یہ کس وحشی کی آمد سے درِ زنداں پہ محشر ہے
یہ کس نے بابِ زنداں کو بنایا باب آزادی — وہ زنداں کی تمنا میں ہے جو زنداں سے باہر ہے
یہ کس نے خستگیِ غم کا آئینِ کہن بدلا — نیا اقدام کس کا مسلکِ ہر قلب مضطر ہے
یہ کس نے اپنا فرمانِ اسیری خود کیا جاری — یہ کس کو عشق کے پندار کی دولت میسر ہے
یہ کس خوددار نے گھر سے نکل کر موت کو ٹوکا — یہ آساں زندگی بے مدعا دل کس کو دوبھر ہے
قفس یہ کس نے ڈھونڈا ہے اودھ کی راجدھانی میں — کوئی نغموں کا متوالا کوئی بانکا سخنور ہے
سپاہی وضع رند اور مردِ میدانِ عمل شاعر — یہ کون اس دورِ آخر میں فرزدقؔ کی جگہ پر ہے
قلم شعلے اگلتا ہے خدا محفوظ ہی رکھے — محبت نے لیا ہے امتحاں آپے سے باہر ہے

مہ و خورشید سے اونچی کلاہِ فخر ہے جس کی — وہ کیا جانے کہ محبس کی زمیں پر یا فلک پر ہے

نظر کی زد سے موجوداتِ عالم ہٹ گئے ہوں گے — نظر کی مسکراہٹ میں کوئی دنیائے دیگر ہے

تخیل عالمِ ارض و سما سے بڑھ گیا ہوگا — کہ آخر شاعرِ فطرت ہے فطرت کا پیمبرؐ ہے

وہ زنداں ہی سہی اپنی زمیں ہے اپنا بستر ہے — وطن کی خاک پر تکیہ وطن کی خاک پر سر ہے

زہے تقدیر پہنایا ہے زیور ہم صفیروں نے — نہ ہتکڑیوں میں کس ہے اور نہ زنجیروں میں لنگر ہے

عجب کیا بار ہو جاتی اسیری غیر ہاتھوں سے — بہت دلکش نمودِ اختیارِ بندہ پرور ہے

درِ دولت سے کتنا فاصلہ ہے بابِ زنداں کا — خدا آباد رکھے ایک ہی گھر ایک ہی در ہے

ہمیں وہ پیکرِ تصویر سمجھے یہ نہ سمجھے تھے — خموشی کے بھی کچھ معنی ہیں جب تک حد کے اندر ہے

چمن میں ہیں تو کانٹوں پر بھی نیند آجائے گی شاید — بہر صورت بہر پہلو وطن آغوشِ مادر ہے

یہ مانا آج ہم قیدی ہیں وہ آزاد ہیں لیکن — دلوں کو وزن کر لیں ذوقِ آزادی برابر ہے

معاذ اللہ کیا کیا ناز تھے گھر کی حکومت پر — حکومت پا کے ہم سمجھے حکومت کا جدا گھر ہے

ہماری خاک پر سو بار بنیادِ چمن رکھ دیں — اُصولاً جل ہی جائے گا جو جل جائے مقدر ہے

مٹا کر ہم کو باقی کوئی رہ جائے تو ہم خوش ہیں — چلو ذروں سے پوچھ آئیں ہمالہ کس کے بل پر ہے

سزا کی حد سے آگے بڑھ گیا ہے جرمِ آزادی — گنہگاروں سے اب ضد ہی خدائے بندہ پرور ہے

یہ قید و بند کیا اک رسمِ جاری ہے محبت کی — یہ خوابِ مرگ کیا ہے زندگی کی ایک ٹھوکر ہے

کبھی ہم سرپھروں نے سر نہ سمجھا اپنے شانوں پر — ہمیشہ زیرِ خنجر تھا ہمیشہ زیرِ خنجر ہے

ہماری خاکِ تربت سے ٹپکتا ہے لہو اب تک — ہماری خاک میں بھی زندگی کا ہوش مضمر ہے

کسے معلوم ہمت آج ہی ایک طرح نو ڈالے — رجب کی تیرھویں میلادِ بازوئے پیمبرؐ ہے

وہ دو نوخیز مصرع مطلعِ تخیل پر چمکے — قصیدے کے لیے کوئی نیا مطلع مقدر ہے

علی کعبہ میں ہیں مشتاق آغوشِ پیمبر ہے — نجانے گھر سے در تک راہ آساں ہے کہ دوبھر ہے

دو عالم پست ہیں ان کے مقامِ سربلندی سے — انھیں بندوں کو زیبا نعرۂ اللہ اکبر ہے

انھیں بھیجا گیا اسلام کا امرِ اہم دے کر — انھیں معلوم تھا اس وقت دنیا کس جگہ پر ہے

دلوں میں گھر بنانے کا یہ منصب لے کے آئے ہیں — تعجب کیا جو دیوارِ حرم ان کے لیے در ہے

شعاعیں نور کی کہتی ہیں زد میں آنے والوں سے
جو پھنک جائے وہ جوہر ہے جو بچ جائے وہ پتھر ہے

دماغ ایسا مسائل جس سے وابستہ ہیں فطرت کے
وہ گوش و ہوش جس کا منتظر فرمانِ داور ہے

وہ دل پیوند ہو سکتا ہے جو زہراؑ کی چادر کا
جو ذکرِ کربلا سہہ جائے وہ نفسِ مطہر ہے

اسی کے بوریا سے فقر پر تیغ دو پیکر ہے
زمیں والوں کو حیرت آسماں والوں کو چکر ہے

امامت کی زباں ہے اور کلمہ ہے رسالت کا
نہ فکر قبضۂ جنت نہ فکر دخلِ کوثر ہے

شجاع دہر کے پیش نظر عالم کے نقشے سے
احد ہے بدر ہے صفین ہے خندق ہے خیبر ہے

نئی دنیا کا خاکہ ہے نگاہوں کے تفکر میں
ارادی قوتوں کی رو دھڑکتے دل کا لنگر ہے

ارادہ قوم کی خاطر سے ہے تسخیرِ عالم کا
بہت کچھ ہے پر اس کی وسعتِ ہمت سے کمتر ہے

علیؑ کے نام سے کچھ زندگی باقی ہے ملت میں
یہی کیفِ شجاعت اب مسلمانوں کا جوہر ہے

گلہ بن جائے دردِ دل تو آخر کیا کرے کوئی
یہ بزمِ عیش اور یہ دلشکن مطلع زباں پر ہے

فضا تاریک دل ہیں غمزدہ میلادِ حیدرؑ ہے
اب آگے دیکھیے کیا مرضیِ خلاق اکبر ہے

بدل دے کس طرح انداز کوئی دل کی دھڑکن کا
برسمِ تہنیت خضرا کی جانب قلبِ مضطر کا

شبابِ جاوداں والے کو بھیج اے مرکزِ قدرت
یہ دورِ زندگی وہ ہے جوانی جس کی رہبر ہے

ولادت اس کی برحق ہے ظہور اس کا مقرر ہے
کہ اس کی ذات سے دنیا کا مستقبل مقدر ہے

یہ شانِ ورثہ داری کس کو عالم میں میسر ہے
نظر کرار کی زہراؑ کا دل ذہنِ پیمبرؐ ہے

براہ راست ہے ہر سلسلہ ذہنی لطافت کا
امامت اس کا منصب ہے رسالت اس کا جوہر ہے

ذرا آنے تو دو قبضہ تک اس کے دستِ قدرت کو
ابھی تو اس کا تکیہ ذوالفقارِ حیدریؑ پر ہے

مزاج اپنا بدل دے گا لپٹ کر اس کے قدموں سے
زمانہ وہ زمانہ جو بدل جانے کا خوگر ہے

بڑی زحمت اٹھائی ہے ترے اجداد نے مولا
خدا رکھے ترا آرام لینا کس کو دوبھر ہے

کسی کا انتظار اس دورِ ہستی نے نہیں دیکھا
حکومت میں تری کس زندگی کا راز مضمر ہے

پس پردہ بھی سب ہیں متفق تیری سیادت پر
ہر اک ملت میں تیرا نام باعنوان دیگر ہے

دلِ خیبر شکن توفیق دے خیبر کشائی کی
کہ اب ہر اک قدم پر زندگی میدانِ خیبر ہے

اسی عزت کے لگ بھگ شان کے پہلو بہ پہلو ہو
خوشا قسمت اگر انجام وضعِ کربلا پر ہے

یہ دنیا آزمائش کر رہی ہے نوجوانوں کی یہاں عاشور کے دن کا سبق بچوں کو ازبر ہے
بہت ہیں مرنے والے مر کے جینا چاہنے والے ابھی غمخواری اکبرؑ پرستاری اصغرؑ ہے
اسی مٹی سے پھر انگڑائی لے کر قوم اٹھے گی
بگڑ جانا غلامِ خلق بن جانے سے بہتر ہے

O

ہمہمہ

زمانہ جنگ کا ہے مسئلہ زور آزمائی کا مئے لاسیف سے بھرتا ہوں ساغر لافتائی کا
کہاں تک شقشقہ یکسر لہو کا گھونٹ ہے واعظ خدارا چھیڑ دے اک ہمہمہ کشور کشائی کا
تغزل زیر رخصت زمزمہ برخواست محفل سے سبق ہے میکشوں میں زور بازو کا کلائی کا
ابلتی ہے شرابِ زندگی جذبے ابھرتے ہیں تہور سے بدلتا ہوں تکلف خوشنوائی کا
نکل آیا جو میخانہ سے تقوا کی سپر لے کر کسی کے وار کو موقع نہ دوں گا خودنمائی کا
بجائے نغمہ پیرائی رجز پڑھنے لگا ساقی خدا حافظ ہے اب کشتیِ مئے کی ناخدائی کا
سنا ہوگا زبانِ دوست سے الفقر فخری بھی مگر اس وقت نعرہ یاد ہے خیبر کشائی کا
جگر میں سنگِ خارہ کے وہ در آتا ہوا نیزہ وہ تھرّانا جبل کا اور وہ کس بل کلائی کا
بنائی ہوگی ان ہاتھوں نے مسجد بھی مدینے کی مٹانا پر نہ بھولے گا بتوں کی کبریائی کا
ارے توبہ وہ میدانِ وغا کی خاک پر سجدے مقابل ان سے کیا کیجیے حرم کی جبہ سائی کا
کسی کا بانکپن دیکھا ہے ساقی کی سفارت میں وہ منظر وہ حیات افروز منظر کج ادائی کا
کہاں وہ عاصمی خود رفتگی ساحل نشینی کی کہاں وہ مالکی انداز طوفاں آزمائی کا
کہاں وہ زیست کی کاوش میں حسرت گوشہ گیری کی کہاں وہ موت کی ہلچل میں جذبہ خودنمائی کا
کہاں وہ زیرِ دیوارِ حرم بچھا ہوا بستر کہاں وہ قصد مہر و ماہ تک پرچم کشائی کا
کہاں اک جلوہ گاہ ناز میں لرزش نگاہوں کی کہاں تلوار کے قبضہ پہ بوسہ خودستائی کا

مسلّم ہستیِ دل ادعائے زندگی برحق وہاں کیا کیجیے دشمن جہاں بھائی ہو بھائی کا
جہاں اپنے سروں پر اپنی تلواریں برستی ہوں جہاں پر زخم ہو درشن جھروکہ جگ ہنسائی کا
جہاں اپنے ہی دل رکھے ہوئے ہوں اپنے نیزوں پر تماشا ہو رہا ہو دست و بازو کی صفائی کا
جہاں الجھے ہوئے ہوں اپنے ہاتھ اپنے گریباں میں جہاں اغیار سے ہو آسرا عقدہ کشائی کا
جہاں غرقِ عرق ہو ملّتِ بیضا کی پیشانی تقابل ہو جہاں کافر کے در پر جبہ سائی کا
جہاں لڑتے ہوں آپس میں مسلماں قبلہ رو ہوکر جہاں ہو شملہ رو موضوع آپس کی لڑائی کا
جہاں جذبات اپنے اپنی فطرت کی مخالف ہوں جہاں برپا ہو اک طوفان احساس ریائی کا
جہاں دل بن گئے ہوں گتھیاں ذہنی تکدر کی جہاں ڈھونڈے نہ ملتا ہو کوئی پہلو صفائی کا
جہاں پہ دردِ سر ہو دردِ دل کا پوچھنا کیا ہے کس و ناکس کے کاندھے پر ہے جھنڈا ناخدائی کا
یہ مشکل ہو جہاں مشکل میں جب ایسی نزاکت ہو سہارا ڈھونڈیے کس رہنما کی رہنمائی کا
کوئی مشکل نہیں مشکل ازل سے سنتے آئے ہیں علیؑ کی ذات پر ہے خاتمہ مشکل کشائی کا
علیؑ کعبہ میں ہیں دربار ہے مشکل کشائی کا مسلمانو چلو موقع ہے قسمت آزمائی کا
مقدر نے دیا ہے بے تکلّف وہ حسیں مطلع مناسب ہے کہ تاج سر بنے مدحت سرائی کا
ہوا اب خاتمہ جھوٹے خداؤں کی خدائی کا یہ جلوہ ہے تبسم اس کی شانِ کبریائی کا
نگاہوں کی لطافت سے مرتب شیر کی ہیبت نمایاں فاتحانہ رو میں پہلو دلربائی کا
جبینِ سجدہ فرما پر جلالت کی درخشانی ہوائے درد میں روشن کنول فرماں روائی کا
بدورِ ہوشِ ہستی مطلقاً زیرِ قدم دنیا بشانِ حق پرستی فیصلہ بے اعتنائی کا
کوئی دیدار پر غش تھا تو کوئی خود پرستی پر بنایا اس کو آئینہ خدا نے خود نمائی کا
وہ بندہ ہے دکھا دو علم و دولت کے خداؤں کو خدا کہلا کے بھی دعویٰ نہیں کرتا خدائی کا
شعورِ بندگی میں ہے نمودِ صاحبی کتنی نمونہ بن کے دیکھیں اس کے دورِ ارتقائی کا
حکومت اس طرح اللہ کے بندوں پہ کرتے ہیں حکومت اس نے کی پہلو بچا کر کبریائی کا
افق پر بزمِ مدحت کے وہ مطلع لے کے آیا ہوں اجارہ مل گیا ملکِ سخن میں خود ستائی کا
فلک دینے لگا آنکھوں سے جذبہ ہم نوائی کا کہا کیا دردِ دل منہ دیکھ کر بھائی نے بھائی کا

ابھی چونکا ہے گہری نیند سے آغوشِ قدرت کی
مچلتا ہے ابھی سے ولولہ قدرت نمائی کا

جلالت نے فضائے قدس میں کیا لوریاں دی ہیں
ہمکنے کی ادائیں ڈھنگ ہے زور آزمائی کا

وہ نازِ آفرینش جب چلا بزمِ حقیقت سے
یدِ قدرت نے سر پر تاج رکھا حق نمائی کا

نہیب و ہیبت و اجلال وسطوت نے سلامی دی
یدِ اللٰہی نے پروانہ دیا خیبر کشائی کا

ادھر کون ومکاں صدقے اتارے حُسنِ فطرت نے
اُدھر حیرت نے آئینہ دکھایا دل ربائی کا

فرازِ عرش سے بارش ہوئی رحمت کے پھولوں کی
زمیں کے فرش سے نعرہ چلا اس کی دہائی کا

اسی بچہ نے حل کی پہلی مشکل ذوالعشیرہ میں
جوانی آگئی سہرا بندھا مشکل کشائی کا

سجایا طرۂ خیرالبشرؐ جس دن عمامہ پر
دوبالا ہوگیا جلوہ مزاج خوش ادائی کا

بدن پر چست آئی کیا قبا من کنت مولا کی
ہوا یوں تکملہ کونین کی فرماں روائی کا

زمیں پر اس نے اسلامی حکومت کی بنا رکھی
رسولؐ اللہ نے منصب دیا پرچم کشائی کا

ہوا یہ کُلِ ایماں بن کے کُلِ کفر پر غالب
کسی کے فرق پر اب تاج رکھ دو خود نمائی کا

نجانے کتنی راہیں کھول دیں تسخیرِ عالم کی
ہوس کوشوں نے ڈھرّہ لے لیا کشور کشائی کا

غریبوں کو مصیبت ہوگئی اسلام کی نعمت
سکونِ قلب رخصت ہوگیا ساری خدائی کا

بگاڑا ظلم نے آخر نظامِ کارفرمائی
عصائے آہ سے بدلا عصا فرمانروائی کا

وہ جذبے سوگئے عہدِ ستم بیدار تھا جن سے
وہ تیور بجھ گئے غرّہ تھا جن پر کج ادائی کا

اصول اسلام کے بدلے زمیں بدلی فلک بدلا
شہنشاہی لیے پھرتی ہے اب کاسہ گدائی کا

وہ دھوکا بھی نہیں اب جس کو سمجھے تھے حقیقت ہے
بہت دن خواب دیکھا خود پرستی خود نمائی کا

یہ نزک قوم نازش بھی نہیں اب کم نصیبوں میں
گیا وہ دورِ خوں آشام طاقت آزمائی کا

مسلماں تھے کبھی دھبہ ہیں اب ہستی کی دامن پر
نوازش کفر کی احسان اسلامِ ریائی کا

خدا پر طنز بھی کرنے لگا اب جوشِ بیتابی
کہ ساماں کفر سے کر دین کی عقدہ کشائی کا

کلیجوں سے دھواں اٹھنے لگے اے ساقیِ کوثر
خدارا شور سن ٹوٹے ہوئے دل کی دہائی کا

رہے گا تا کجا اب جلوہ گر خضرا کے معدن میں
وہ عالم تاب ہیرا تیرے تاجِ رہنمائی کا

خمِ غدیر

وہ ماہِ رجب مظہرِ اسرارِ الٰہی
عالم پہ برستے ہوئے انوارِ الٰہی
وہ ایک کے بعد ایک مہِ نور کا آنا
اللہ کے احسان محمدؐ کا گھرانا
تیرہ وہ رجب کی وہ محبت کا سندیسا
خدمت میں رسالتؐ کی امامت کا سندیسا
آغوش میں بھائی کی وہ ہنستا ہوا بھائی
کاشانۂ اسلام کی وہ گود بھرائی
وہ باڑھ پہ آیا ہوا طفلی کا زمانا
اسلام کی خدمت کا وہ پروان چڑھانا
بڑھتی ہوئی چڑھتی ہوئی وہ جلوہ نمائی
آغوش سے وہ دوشِ پیمبرؐ پہ رسائی
وہ قوم کی تعمیر لڑکپن سے جوانی
ہوش آتے ہی آتے ہمہ گیری ہمہ دانی
وہ دین کی بڑھتی ہوئی رو کفر کا گھٹنا
حج کرکے وہ سلطانِ دو عالمؐ کا پلٹنا
بے چتر و ہوا دار وہ شاہانہ سواری
صدقے دلِ مخلوق فدا رحمتِ باری
وہ گرمیٔ رفتار سے گیتی کو تزلزل
ماہی نہ مراتب پہ قیامت کا تجمّل
سیلاب کا طوفان کا انداز روانی
آئی ہوئی اسلام پر بھرپور جوانی
ایمان سے معمور سفینے کے مسافر
آئے ہوئے مکّہ سے مدینے کے مسافر
اک ایک جواں مردِ عرب رستم دستاں
تا حدِ نظر دشت میں نیزوں کا نیستاں
وہ درد بدل تیغ بکف رہبر و راہی
وہ لفظ مسلمان کا مفہوم سپاہی
گھر کے لیے بے چین درِ دوست کے زائر
جیسے نگہِ شوق کے اڑتے ہوئے طائر
سورج وہ چمکتا ہوا وہ ٹھیک دوپہری
تپتی ہوئی کرنوں سے وہ میدان سنہری
ذرّے وہ دہکتے ہوئے جلتی ہوئی ریتی
لہراتی ہوئی دھوپ میں اسلام کی کھیتی
پھیلا ہوا جنگل میں فرشتہ کا سر رشتہ
آیا ہوا سرکار کی پیشی میں فرشتہ
وہ خم کی گزرگاہ پہ دربارِ رسالت
وہ خیرِ عمل تکملہ کارِ رسالت
شرمایا ہوا عرش کے ایوانوں کا منبر
وہ فرش عباؤں کا وہ پالانوں کا منبر
فرمان کے اعلان کی وہ سخت ضرورت
اٹھارویں تاریخ کی وہ نیک مہورت

وہ خوان تولا کے نمک خواروں کی ٹولی		کرار کو گھیرے ہوئے جرّاروں کی ٹولی
میدان کو میخانہ بنائے ہوئے میخوار		زانو سے وہ زانو کو بھڑائے ہوئے میخوار
آہنگ نیا رنگ نیا ڈھنگ نرالے		تلوار کے آئینہ میں منہ دیکھنے والے
سمجھے ہوئے ساقی کی نوازش کا طریقہ		آنکھوں سے ٹپکتا ہوا پینے سلیقہ
احساس کے مارے ہوئے ایثار کے روگی		دنیائے محبت کے ستائے ہوئے جوگی
جرأت کے پرستار محبت کے پجاری		جیسے کسی ساونت کی تلوار دو دھاری
وہ سازِ محبت کا تولا کا ترانا		احرام غمِ عشق کا قرآن کا بانا
دیکھے ہوئے عالم کی سیاہی و سفیدی		اخلاص کی زنجیر میں جکڑے ہوئے قیدی
جب پاؤں اٹھائے تو کٹھن دیکھ کے رستا		سودانہ کیا نفس کے ارشاد پہ سستا
سینوں میں غمِ عشق کی اک آگ بھڑکتی		جذبات کو روکے ہوئے ایمان کی شکتی
کس در کے بھکاری ہیں تو کس گھر کے پریمی		بکھرے ہوئے اولادِ پیمبرؐ کے پریمی
یہ شانِ وفا ہو جو ہو مطلوب علیؑ سا		دیوار میں جس طرح پلایا ہوا سیسا
میداں کے وہ جانباز وہ محفل کے شرابی		تلوار وہ پہلو میں بغل دہ وہ گلابی
اک رشتہ میں گوندھے ہوئے تسبیح کے دانے		ساقی کی پُر آشوب محبت کے دوانے
سینوں میں دلوں کے وہ لچکتے ہوئے ساغر		اڑتی ہوئی مے اور چھلکتے ہوئے ساغر
مخمور مئے عشق کے ویرانے کی مٹی		خوشبو سے مہکتی ہوئی میخانے کی مٹی
دولھا کی طرح بیچ میں ملّت کا دلارا		اسلام کی قسمت کا چمکتا ہوا تارا
ہمراہ عنایت نظری راہ نمائی		کونین کی فہرست لیے عقدہ کشائی
وہ علم کی شدت سے ضیا چہرہ کی دونی		زیبا سر پر نور پہ وہ تاج سلونی
دل میں نہ تکدر نہ زباں پر کوئی دکھڑا		توفیق خداداد سے ہنستا ہوا مکھڑا
روداد نہ حسرت کی نہ ارمان کی باتیں		اعوان سے انصار سے قرآن کی باتیں
اس شان کے نخچیر ہوئے کس کو میسر		فتراک میں بدر و احد و خندق و خیبر
ایماں کے ابھرتے ہوئے جذبات کا مالک		اسلام کی مشہور فتوحات کا مالک

بھائی پہ وہ بھائی کی نگاہوں کا قرینہ
ماتھے پہ محبت کی حرارت کا پسینہ

بندش میں لبوں کی وہ مچلتا ہوا نغمہ
من کنت کی بنسی سے نکلتا ہوا نغمہ

تیور بھی نئے لحن کا انداز بھی خاصہ
دو لفظ میں قانون الٰہی کا خلاصہ

ہمت کا وہ بل ماتھے پہ ڈالے ہوئے لفظیں
لنگر کو دو عالم کے سنبھالے ہوئے لفظیں

اکملت لکم کا وہ سرِ عرش سے آنا
اسلام کی تکمیل کا فرمان سنانا

اک لفظ میں بیدار وہ سوئے ہوئے کونین
وہ معنیٔ مولا میں سموئے ہوئے کونین

ساقی کو ملی خلق کے رندوں کی امیری
لے ہوگئی قرآں کی حجازی سے غدیری

میخواروں کی اٹھی ہوئی نظریں وہ ادب سے
رکتی ہوئی سانسیں وہ مسرت کے سبب سے

وہ لطفِ نظر اس کا خدا خود جسے چاہے
قربان نگاہ تو شوم باز نگاہے

○

مولائی

سنی مدحِ علیؑ ہم نے ستاروں کی زبانوں سے
خراجِ منقبت آیا زمیں پر آسمانوں سے

پڑھا ہے ہم نے سولی پر قصیدہ اپنے مولاؑ کا
کوئی پوچھے یہ عالم دردِ دل کے نکتہ دانوں سے

گلے کٹوا کے بھی اس منقبت سے ہم نہ باز آئے
علیؑ کے نام کی تبلیغ کی ہے قید خانوں سے

زبانیں کٹ گئیں جب مدح کے اقدامِ برحق پر
سنایا مطلعِ پُرنور آنکھوں کی زبانوں سے

جلایا اور دشمن کو قصیدہ پڑھ کے سولی پر
بہت گزرے ہیں ہنستے کھیلتے ان امتحانوں سے

نہ چھوڑی مدح کی صورت گری کیسا ہی وقت آیا
ولا کے راستہ میں ہاتھ دھو رکھے ہیں جانوں سے

ہماری قوم ہی اسلام کی سینہ سپر نکلی
کہیں جب تیر نکلے ظلم وظلمت کی کمانوں سے

خدا رکھے درِ دولت نہ چھوڑا ہم نے مولاؑ کا
بڑے وزنی پیام آئے تھے دولت کے ٹھکانوں سے

○

منقبت

جلوہ گرِ عشقِ علیؑ مرتضیٰ آنکھوں میں ہے	میری پوری زندگی کا مدعا آنکھوں میں ہے
دونوں عالم نور میں ڈوبے نظر آتے ہیں آج	کون یہ میر عرب رنگیں قبا آنکھوں میں ہے
بے خودیٔ دل نے کس منزل میں پہنچایا مجھے	آج احساسِ شعورِ ارتقا آنکھوں میں ہے
جس کو قدرت نے چھپا رکھا ہزاروں سال تک	اے زہے قسمت وہ جلوہ برملا آنکھوں میں ہے
ساعتِ دیدار شاید آگئی بالکل قریب	اب خدا رکھے دلِ درد آشنا آنکھوں میں ہے
میں نے بھولے سے بھی دیکھا تھا نہ دنیا کی طرف	آج آنکھوں کی حفاظت کا صلا آنکھوں میں ہے
لکھ رہا ہوں مطلعِ تیلوہ شاہد کا جمال	مقطعِ حبل المتیں صلِ علیٰ آنکھوں میں ہے
کیوں نہ برسے میری آنکھوں سے محبت کی شراب	ساقیِ تسنیم و کوثر کی ولا آنکھوں میں ہے

ان کا گھر ہے وہ جدھر سے چاہیں گے آجائیں گے
کون جانے راستہ دل میں ہے یا آنکھوں میں ہے

○

قصیدہ

دماغ و فکر و قرطاس و قلم سے واسطا سمجھا	نہ سمجھا مدح کی ابجد بھی جب شاعر تو کیا سمجھا
وہ ہے قائل خدائے دوجہاں کی لامکانی کا	جو عرشِ حق کو اہلبیتؑ کی دولت سرا سمجھا
نہ پہنچے مدح کی منزل تک اصحابِ پیمبرؐ بھی	ابوذر ہوں کہ سلماں کون ان کا مرتبا سمجھا
بڑی قیمت ہے ان لفظوں کی جو ہوں صرف مدحت میں	خوشا تقدیر شاعر شعر کا جو مقتضا سمجھا

کہی جس بوریے پر بیٹھ کر اک منقبت میں نے
اُسے میں تختِ شاہی سے بھی رتبہ میں سوا سمجھا

علیؑ کی منقبت سے فکر بیگانہ رہی جس کی
خدا جانے وہ حمد و نعت کا مفہوم کیا سمجھا

سخن سنجوں کی محفل میں وہ مطلع پیش کرتا ہوں
جسے میں اپنے زعمِ مدح گوئی میں نیا سمجھا

علیؑ سے جس کو نسبت ہے وہ اپنا مرتبہ سمجھا
سخنور اس کے در کا بادشہ کو بھی گدا سمجھا

تولائے علیؑ سے میں نے دل کو دل بنایا ہے
اسی منزل میں قدرِ جوہرِ صدق و صفا سمجھا

تعجب ہے جو اس کے مرتبہ کو دوست کم سمجھے
شبِ ہجرت جسے دشمن محمد مصطفیٰ سمجھا

ہر اک میدان میں پہلو بہ پہلو جنگ کی جس نے
جلالت شاہِ مرداں کی وہی مردِ خدا سمجھا

علی سوئے ہیں بستر پر نبیؐ کے جب شبِ ہجرت
ملک جبرئیل سا اس وقت معیارِ وفا سمجھا

یہ ایمانی ترقی اس کی ہی مرہونِ منت ہے
کہ انساں ہر نفس کو شاہراہِ ارتقا سمجھا

نبیؐ سا رہنما پا کر علیؑ سا مقتدا پا کر
میں اک اک زیست کے لحہ کو انعامِ خدا سمجھا

رسالت کی ہوئی تکمیل تائیدِ امامت سے
امامت کو رسالت سے کوئی کیونکر جدا سمجھا

سمجھنے میں علیؑ کے صرف کر دی زندگی پوری
بڑی مشکل سے انساں زندگی کا مدعا سمجھا

مرے بالیں پہ لے آئی محبت ایک دن اس کو
جسے میں درد سمجھا تھا دمِ آخر دوا سمجھا

نقاب الٹا چراغ طور کا اس کی ولادت سے
کوئی سمجھا اسے جلوہ کوئی جلوہ نما سمجھا

علیؑ کے دشمنوں کی مدح سن کر صبر کیا معنی
غلط سمجھا اگر یہ مصرفِ صبر و رضا سمجھا

رہا محروم دو دن بھی جو شغلِ مدح گوئی سے
اُسے اے نجم میں اپنے گناہوں کی سزا سمجھا

O

منقبت

خدا کا گھر درِ دولت ہے دارائے امامت کا
کہ لہراتا ہے اب پرچم یدُ اللّٰہی حکومت کا

پجاری لرزہ براندام ہیں اور بت ہیں سکتہ میں
بہت اترا ہوا چہرہ ہے ہر مٹی کی مورت کا

وہ صدیوں کی خدائی ہاتھ سے جاتی ہے کچھ دن میں
نظر آتا ہے سایا سا کسی کے دستِ قدرت کا

نہ ہوگا فاتحہ خواں جن پہ کوئی یہ وہ قبریں ہیں
یہ صورت ہے کہ ہر بت میں ہے عالم سنگِ تربت کا

صدا ہو ہر شکست بت میں شاید کوسِ رحلت کی
عرب کی سرزمیں سے آگیا وقت ان کی رحلت کا

سہارا دینے والے خود گناہ گاروں میں نکلیں گے
جنازہ اٹھنے والا ہو گناہوں کی شریعت کا

بنایا خیر مقدم کو نیا در اس نے کعبہ میں
شگافِ خامۂ کن ہے نمونہ جس کی قدرت کا

خبر اک بار دیوارِ حرم کو توڑ کر نکلی
کہ اندازہ ہو دنیا کو مشیت کی مسرّت کا

خدا و مصطفٰے کا عہد پورا ہونے والا ہے
گواہی دینے والا آگیا عہدِ رسالت کا

خدا کو پھر خدا کے گھر پہ یہ قبضہ دلائے گا
کسے معلوم کیا ہوگا صلہ اس حُسنِ خدمت کا

یہ نعمت مقصدِ اسلام ہے جانِ رسالت ہے
کہ ہے جس کے لیے پھیلا ہوا دامن رسالت کا

یہ مصحف آگیا دنیا میں اس قرآن سے پہلے
کہ جس قرآن میں آئے گا حکم اس کی محبت کا

جسے سینہ سے لپٹائے ہوئے لاتے ہیں پیغمبرؐ
خلاصہ ہے یہی اللہ و پیغمبرؐ کی قوت کا

وہ بندہ ہے عوض لے گا بتوں سے بت پرستوں سے
حریمِ بندگیٔ حق میں سرقہ کا خیانت کا

تعجب کیا خطاب آیا جو وجہ اللہ کا اس کو
کہ چہرہ خود پتہ دیتا ہے شایانِ ریاست کا

بگاڑے ہیں اسی کے ہاتھ نے اصنام کے چہرے
بنایا ہے اسی کے ذہن نے آئین فطرت کا

کہا ہوگا اسی کے منہ سے حرفِ کن مشیت نے
اشارے سے بدل دیتا ہے جو قانون قدرت کا

اسی کے ہاتھ نے تعمیر تہذیب و تمدن کی
وہی دنیا میں خالق ہے شعورِ آدمیت کا

زمانے کی سیاست سے نہ تولو اس کے اسوہ کو
سیاست اس کی آئینہ ہے قرآنی صداقت کا

مقامِ ضبط کو سمجھو جہادِ صبر کو دیکھو
درِ خیبر سے اندازہ نہ کرنا اس کی قوت کا

سزا دی سرکشوں کو بزدلوں کی بخش دیں جانیں
شجاعانِ جہاں دیکھیں یہ مصرف ہے شجاعت کا

زبانِ علم سے پوچھو جہانِ علم سے پوچھو
زمانہ کس قدر ممنون ہے نہجِ البلاغت کا

جنھیں تم علم وفن کہتے ہو خانہ زاد ہیں اُس کے
مگر وہ علم وفن جن سے علاقہ ہے شرافت کا

کوئی لمحہ نہ تھا اس کا رفاہِ خلق سے خالی
لیا ہے جائزہ تاریخ نے اک ایک ساعت کا

فرشتوں نے شبِ ہجرت کہا ہوگا یہ آپس میں
یقیناً آدمی تھا مستحق تاجِ خلافت کا

عبادت کی فضا میں جاگنے والے کو نیند آئی
نئے پہلو سے جاگا ہے مقدر شامِ ہجرت کا

علی کہنا زباں سے کس قدر آسان ہے لیکن
دلِ انساں تصور کر نہیں سکتا جلالت کا

علیؑ کے نام سے رونق کہیں آتی ہے چہرے پر
کہیں یہ نام سن کر رنگ اڑ جاتا ہے صورت کا

اندھیرے سے نکل کر اب یہ دنیا بھول بیٹھی ہے
وہ دنیا میں چراغاں کر گیا ہے علم وحکمت کا

شریعت کے خداوندوں میں سرگرداں ہوں مدت سے
کوئی ہلکا سا اک پرتو دکھا دے اس کی سیرت کا

بہت اس بت شکن کی قوم میں ہیں آج بت خانے
غرورِ علم کا بت ہے کہیں پندار دولت کا

اسی دن کو ہوئی تھی خم میں کیا تکمیل نعمت کی
تسلط نعمتوں پر ہے خداوندانِ نعمت کا

اسی خاطر مثالیں اس نے مزدوری کی چھوڑی تھیں
کہ جذبہ پا لیے دل میں غریبوں سے کراہت کا

اثر اچھا لیا ملت نے فرمانِ مودت سے
کہ آپس میں چلن ہی اٹھ گیا مہر ومحبت کا

جنابِ نجم یہ اندازِ مدحت کیا پسند آئے
ابھی دنیا کو اندازہ نہیں لطفِ حقیقت کا

منقبت

اندھیرا تھا اجالا ہوگیا مرضیِ داور کا
علیؑ کا نامہ سرنامہ بنا جب کُن کے دفتر کا

مجھے دل میں نظر آیا وہ جذبہ مدحِ حیدرؑ کا
کہ جادہ دے دیا ذوقِ سخن کو زندگی بھر کا

نقابِ رخ جو الٹا صبحِ عاشورہ کے منظر کا
مری پلکوں پہ روشن تھا ستارہ دیدۂ تر کا

اذاں ایسی جواں قامت نہ پھر سننے میں آئے گی
شبابِ اکبرؑ کا تھا گویا شبابِ اللہ اکبر کا

امامت خلقتاً محدود تھی بارہ اماموں تک
کیا دنیا نے یوں تقسیم جیسے مال ہو گھر کا

خبر دیتا ہے قرآں اپنے لفظوں اپنے لہجے سے
یہ اندازِ تکلم ہے لسان اللہ کے گھر کا

جہاں میں وحدتِ عزم و عمل نے پھر نہیں دیکھا
نمونہ جو زمینِ کربلا پر تھا بہتّر کا

کہاں اپنی نظر اس جلوۂ معصوم کے قابل
دغا دے جائیں گی آنکھیں نقابِ رخ اگر سر کا

جلالت کی فضا سے اک عجب ماحول بنتا ہے
جہاں میں نام لے لیتا ہوں عباسِؑ دلاور کا

مجھے جانا ہے ذکر و فکر سے آگے مرے مولاؑ
سہارا چاہتا ہوں اک نگاہِ بندہ پرور کا

نمازِ مدح پڑھتا ہوں مودّت کے مصلے پر
دکھا دو نجمؔ دنیا کو یہ رتبہ ہے سخنور کا

O

عرفانِ ابو طالبؑ

کوئی مانے نہ مانے آج ایمانِ ابوطالبؑ
مگر اسلام ہے تاریخِ احسانِ ابو طالبؑ

اگر ہو جستجو میں رہبری اخلاص کی شامل
بہ فیضِ جستجو ہوتا ہے عرفانِ ابوطالبؑ

پیمبرؐ کی جگہ خطرے میں ڈالا اپنے بچوں کو
ذرا دیکھ اے مسلماں شان ایمانِ ابو طالبؑ

نبیؐ سے کوئی پوچھے کتنے جانبازوں کے حلقہ میں
رہے شعبِ ابوطالبؑ میں مہمانِ ابوطالبؑ

زباں پر اپنی کلمہ چشمِ پیغمبرؐ میں کچھ آنسو
دمِ آخر بہت تھا سازو سامانِ ابوطالبؑ

کچھ اس انداز سے ختمِ رسالت کی حفاظت کی
خدا سے جیسے تھا کچھ عہد و پیمانِ ابوطالبؑ

علیؑ سوئے ہیں کتنی مرتبہ فرشِ پیمبرؐ پر
ہوئی قربان کتنی مرتبہ جانِ ابوطالبؑ

خدا کو ہے خبر شعبِ ابوطالبؑ کی نسبت سے
ریاضِ خلد میں کتنے ہیں ایوانِ ابوطالبؑ

نگاہِ حق شناس اور عقل صحت مند سے پوچھو
ملیں گے کم جہاں میں مرتبہ دانِ ابوطالبؑ

کسی کا شک جب آیا بحث میں جی پھوٹ جائیں گے
خدارا بحث میں لاؤ نہ ایمانِ ابوطالبؑ

عقیدت ہے مجھے اے نجم پورے خانوادے سے
خدا کا شکر ہے میں ہوں ثنا خوانِ ابوطالبؑ

○

منقبت

تیرھویں رجب کی رات

دیدنی تھی وقت کی صورت گری کل رات کو
جاوداں سی ہوگئی تھی زندگی کل رات کو

ہوگیا برہم سکونِ جلوہ زارِ حُسن بھی
عشق کی قسمت سے وہ محفل جمی کل رات کو

رند و زاہد متحد شیخ و برہمن متفق
اللہ اللہ زورِ صلح و آشتی کل رات کو

آدمی تھے یا فرشتوں کے مقدس بھیس میں
یا فرشتے بن گئے تھے آدمی کل رات کو

محتسب کی چہرہ دستی رہ گئی منہ دیکھ کر
رند کوثر نوش نے آنکھوں سے پی کل رات کو

زاہدانِ خشک تھے ہاتھوں پہ دل رکھے ہوئے
بن گئی تھی حور شیشہ کی پری کل رات کو

پتھروں کے سخت سینوں سے اگلوائے ہیں دل
کیا مکمل تھا نظامِ دلبری کل رات کو

ہر پرستارِ محبت بندۂ آزاد تھا
بندگی سے دور تھی بیچارگی کل رات کو

ہوش والے زندگی کی چاندنی سمجھیں گے کیا
زندگی میں ہوگئی تھی چاندنی کل رات کو

اک تجلّی کی تمنا اک تمنا کا غرور
کون جانے بیخودی تھی یا خودی کل رات کو

ہر تلفظ میں ترنم ہر سخن میں شعریت
ہر دہن میں تھی زبانِ شاعری کل رات کو

جمع تھے قاآنیؔ و عرفیؔ ظہیرؔ و انوریؔ
حافظؔ و سعدیؔ نظامیؔ فرخیؔ کل رات کو

وہ مرا ہر شعر موجِ کوثر و کوثر نژاد
میں نے خود بانٹے ہیں جامِ کوثری کل رات کو

سر پہ کج تھا تاجِ مدحت اور مرے قدموں میں تھی
طالبِ عزت کلاہِ خسروی کل رات کو

مجھ کو تھا حکمِ طلب یا کان بجتے تھے مرے
جیسے کعبہ نے مجھے آواز دی کل رات کو

اے تعالیٰ اللہ شانِ ابتلائے انتظار
اک وصی کا منتظر تھا اک نبی کل رات کو

ایک ہنگامہ فضائے عالمِ اجسام میں
عالمِ ارواح کی لشکر کشی کل رات کو

لڑکھڑاتے گر پڑے سجدے میں اصنامِ حرم
کھینچ لی کس نے بساطِ کافری کل رات کو

طینت فاضل کی رگ رگ میں خلوصِ مالکی
ذرہ ذرہ میں نیازِ قنبری کل رات کو

ہل اتیٰ کی شان نے دیکھا سنور کر آئینہ
لافتیٰ کی روح نے انگڑائی لی کل رات کو

حکمِ بلغ عالمِ اسرار میں بے چین تھا
بات پردہ ہی میں شاید رہ گئی کل رات کو

صبح دم وہ ناصرِ دینِ خدا آ ہی گیا
گونج اٹھی تھی صدائے یاعلیؑ کل رات کو

○

منقبت

نغمۂ مستانہ

آج گھٹا کیا جھوم کے اٹھی
کعبہ کا پردہ چوم کے اٹھی

مے جھومی پیمانہ جھوما
سارا ہی میخانہ جھوما

ہر میکش آفاقی جھوما
محفل جھومی ساقی جھوما

بربط جھومے مطرب جھومے
فردِ گنہ کے کاتب جھومے

مست آنکھوں کے آہو جھومے
شانے جھومے گیسو جھومے

شب کے راگ سہانے جھومے
شعلوں میں پروانے جھومے

ساری بلندی پستی جھومی ذرّہ ذرّہ ہستی جھومی
چرخِ بریں کے تارے جھومے جنت کے شہ پارے جھومے
مذہب کے دیوانے جھومے تسبیحوں میں دانے جھومے
درد کی منزل والے جھومے دل جھومے دل والے جھومے
رحمتِ حق کا بادل جھوما عرش پہ عقلِ اوّل جھوما
آج گھٹا کس شان سے اٹھی کس دل کس ارمان سے اٹھی
اٹھی اور فضا میں پھیلی خوب آغوشِ صبا میں پھیلی
دشت میں پہنچی کوہ میں پہنچی خلوت میں انبوہ میں پہنچی
خندق کے میدان کو تاکا خیبر کے سامان کو تاکا
بدر و احد کا نقشہ سمجھا دم بھر دیکھا بھالا سمجھا
دل میں دل کی تمنا مچلی منزلِ خم پر کیا کیا مچلی
غارِ حرا کا گوشہ دیکھا نورِ خدا کو تنہا دیکھا
دنیا سے منہ موڑ کے ٹھہری دستِ ادب کو جوڑ کے ٹھہری
قدرت کا انعام بتایا جھوم گیا جب نام بتایا
چادر دوش پہ ڈالی اٹھا کعبہ کا رکھوالی اٹھا
راہِ طلب نے رتبے مانگے پائے طلب کے بوسے مانگے
ناز سے بزمِ راز میں آیا حق کے حریم ناز میں آیا
بنتِ اسد کے لال کو دیکھا کعبہ کے اقبال کو دیکھا
سجدہ میں اصنام کو پایا گودی میں اسلام کو پایا

جان میں گویا جان سی آئی
اپنا وصی اور اپنا بھائی

O

منقبت

اگر وہ خود نہ دلوں کے نگاہباں ہوتے
علیؑ کے حق میں بشر حمد بر زباں ہوتے

حقوقِ آلِ نبیؐ ہر طرح عیاں ہوتے
زباں نہ کھولتے انساں تو دل زباں ہوتے

غمِ حسینؑ کے جذبے اگر عیاں ہوتے
عزا کی شمع سے اُٹھتا ہوا دھواں ہوتے

وہ غم علیؑ کی محبت میں جانفزا نکلے
جو دوسروں کی محبت میں جانستاں ہوتے

اگر حسینؑ نہ تخلیق کربلا کرتے
یہ حوصلے یہ عزائم یہ دل کہاں ہوتے

نبیؐ علیؑ کی ضرورت تھی شانِ وحدت کو
بغیر ان کے منظّم نہ دو جہاں ہوتے

کہاں ہیں شعر یہ اصغرؑ کی نذر کے قابل
گلوئے مدح کی اے کاش ہنسلیاں ہوتے

ازل سے مدحِ علیؑ ہے ابد ہے دور ابھی
زمانہ چاہیے تکمیلِ داستاں ہوتے

ہمارے دل سے نجف تک ہے راستہ سیدھا
کہیں بھی نہ ہم گرفتار این وآں ہوتے

لگائے پھرتے ہیں قرآن کو جو سینوں سے
وہ کاش صرف مودّت کے نکتہ داں ہوتے

ادب نواز نہ ہوتا جو بابِ علمِ نبیؐ
یہ زور و شور زبان و بیاں کہاں ہوتے

صحیح پڑھتا نہ قرآں کی آیتیں کوئی
جو علمِ نحو میں مولاؑ نہ دُرفشاں ہوتے

علیؑ کی مدح میں چپ رہ گیا پہنچ کے وہاں
جہاں مجھے مرے الفاظ بھی گراں ہوتے

خدا سے ربط نہ ہوتا بغیر عترت کے
اگر ہزار بھی قرآن درمیاں ہوتے

جگہ فرزدقؔ و دعبلؔ کی تجم کو ملتی
قریبِ طائرِ سدرہ کچھ آشیاں ہوتے

○

منقبت

تیری خاطر نذر لایا ہوں ولائے بوترابؑ　　اے خدائے عشق برحق اے خدائے بوترابؑ
اے اسیرِ آب و گل نا آشنائے بوترابؑ　　خاک ہے اس زندگی پر بے ولائے بوترابؑ
سجدہ گاہِ حُسن روئے حق نمائے بوترابؑ　　بوسہ گاہِ عشق دامانِ قبائے بوترابؑ
ذرۂ ناچیز ہوں ذرّوں میں گھل مل جاؤں گا　　ہے کہیں میری جگہ اے خاک پائے بوترابؑ
صف شکن مشکل کشا اہلِ قلم معمارِ قوم　　اللہ اللہ بازوئے زور آزمائے بوترابؑ
ان کا جلوہ کبریائی میری نظریں مضمحل　　دیکھتا کیا نزع کی مشکل میں آئے بوترابؑ
عام منبر سے جدا ہے میثمی منبر کی شان　　دار پر ہوتی ہے تفسیرِ ولائے بوترابؑ
راہ میں آہی گیا ورنہ حقیقت کچھ نہیں　　کیا در خبر پہ قوت آزمائے بوترابؑ
یہ شبابِ شعر و نغمہ یہ صدائے لافتا　　مرحبا اے عندلیب خوش نوائے بوترابؑ
اس کے دروازے کی چوکھٹ تک رسائی ہے تری　　آ قدم لے لوں میں تیرے اے گدائے بوترابؑ

وہ زباں دانِ محبت ہے خدا کے فضل سے
نجم کا ورثہ ہے اندازِ ثنائے بوترابؑ

○

منقبت

جب سے درِ علیؑ پر فخرِ گدا گری ہے　　پیشی میں دست بستہ دنیا کھڑی ہوئی ہے
خلقِ محمدیؐ ہے شمشیرِ حیدریؑ ہے　　آباد یہ گھرانا کس چیز کی کمی ہے
اب نزع کی ہے ساعت اور لب پہ یا علیؑ ہے　　جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ حرفِ آخری ہے
مولاؑ کو جانتے ہیں پہچانتے نہیں ہیں　　آنکھوں کا دوش کیا ہے ذہنوں کی مفلسی ہے

اب خاک مل گئی ہے خاکِ درِ نجف میں
وہ بندگی تھی اور یہ مفہوم بندگی ہے

خاموش تھا میں اب تک اب چیخ اٹھوں گا یارب
سب کچھ میں کھو چکا ہوں قسمت پچی ہوئی ہے

توحید کی ہے محفل بدنام فرقہ بندی
قرآں کی سورتوں میں اخلاص کی کمی ہے

بادہ وہی غدیری نشہ وہی فقیری
ہم رند ہی نہ بدلے دنیا بدل رہی ہے

میخانہ نجف سے جنت میں بھیجتے ہیں
کیوں اے مئے تولا میری جزا یہی ہے

دیوانہ ہوں علی کا اب مجھ سے کچھ نہ پوچھو
اب عشق میں اضافہ اور عقل میں کمی ہے

دامن سے منسلک ہیں جذب وسلوک دونوں
تکیہ ہے خاک پر یا مسند بچھی ہوئی ہے

آئے فرشتے اس کے در پر سوال کرنے
انسانیت نے اس کے گھر میں پناہ لی ہے

سلجھے گی یہ کسی دن پوچھو لسانِ حق سے
اب تک صدائے کُن کی گتھی پڑی ہوئی ہے

میں نے درِ نجف پر سر رکھ دیا ہے اپنا
دنیا گناہ سمجھے نیت ثواب کی ہے

میخانہ نجف سے جنت میں پہنچتے ہیں
کیا جرم ہے محبت جس کی سزا ملی ہے

O

منقبت

اس ذات کی مدحت میں رواں میرا قلم ہے
پہلا بھی اور آخر بھی جو مولودِ حرم ہے

دنیا میں وہ پیرایۂ تکمیلِ رسالت
رحمت کے تسلسل کی وہ تاریخ جلالت

اندازِ سرِ شام سے بدلا ہوا شب کا
سر سجدہ میں رکھے ہوئے وہ چاند رجب کا

صورت گرِ آئینِ خوش انجام کی آمد
اصنام کے نرغہ میں وہ اسلام کی آمد

کعبہ کی طرف دل کے تقاضوں کا اشارا
جذباتِ مودت کا وہ بڑھتا ہوا دھارا

توفیقِ خدا داد سے باندھے ہوئے رشتے
دربار یداللہ کا پہرے پہ فرشتے

ماحول کی تسکین کو فطرت کے دلاسے
کہسار لرزتے ہوئے آمد کی فضا سے

اُترا ہوا ہر اک بتِ طناز کا چہرہ
بگڑا ہوا مستقبلِ بت ساز کا چہرہ

تیرہ وہ رجب کی وہ محبت کا سندیسہ
خدمت میں رسالت کی امامت کا سندیسہ

محفوظ رہا نام بھی وہ حق کا ولی ہے
اس سلسلہ نور کا پہلا یہ علی ہے

کونین سمٹ آئیں نہ کیوں راہ گزر میں
یہ پہلی ہی تقریب ہے اللہ کے گھر میں

احساس معطل ہے یہاں ہوش و خرد کا
اللہ زچہ خانہ ہے یہ بنتِ اسد کا

کس شان کا انسان ہے کس شان کی خاطر
بنوایا تھا گھر اپنا اس انسان کی خاطر

آئینہ در آئینہ ہے فطرت کا محافظ
انسان ہے انسان کی عظمت کا محافظ

○

منقبت

مسکراتے ہیں نبیؐ کعبہ کا حاصل دیکھ کر
صورت و سیرت میں خود اپنا مقابل دیکھ کر

عشق نے سر رکھ دیا قدموں پہ منزل دیکھ کر
حسن نے دل دے دیا انسان کامل دیکھ کر

دینِ حق نے سانس لی دنیا میں آزادی کے ساتھ
کافری نے کروٹیں لیں اپنا قاتل دیکھ کر

اک نبیؐ تھا اک ولی تھا حق کی قرباں گاہ پر
مسکرایا دیر تک بسمل کو بسمل دیکھ کر

کرگیا تطہیر کعبہ حُسنِ مولودِ حرم
ذرہ ذرہ کو خرابِ نقشِ باطل دیکھ کر

یا علیؑ تھے یا محمدؐ چودھویں معصوم تک
امرِ خالق تھم گیا تحصیلِ حاصل دیکھ کر

قصر لرزے بت گرے سینوں میں دل تھرا گئے
ایک ٹھوکر ماردی دنیا کو غافل دیکھ کر

چل پڑا اس کے اشارے پر سفینہ شکر کا
درد کا بے تھاہ دریا غم کا ساحل دیکھ کر

ایک دل والے نے اپنا دل بھی شامل کردیا
ایک دل کو ساری دنیا کے مقابل دیکھ کر

مشتری ہے خود ازل سے خالقِ جن و بشر　　ان کی چاہت دی بشر کو بھی مگر دل دیکھ کر
دستِ ہمت پر تصدق ہوگئیں آسانیاں　　حلِ مشکل دیکھ کر حالِ مشکل دیکھ کر
خم کا وہ منبر وہ چاند آگے وہ پیچھے آفتاب　　محوِ حیرت ہوگئی محفل کی محفل دیکھ کر
سر جو چوکھٹ پر نجف کی رکھ دیا نیند آگئی　　پاؤں پھیلائے تولاؔ نے بھی منزل دیکھ کر
مشکلیں دنیا کی اور مشکل کشا سے التماس　　چھانٹ لی ہر ایک مشکل اس کے قابل دیکھ کر

○

منقبت

اے صلِ علیٰ جلوۂ جانانہ علیؑ کا　　قرآن ہی قرآن ہے افسانہ علیؑ کا
دشمن ہوں کہ ہوں دوست دعا دیتا ہوں سب کو　　اللہ بنا دے تمہیں دیوانہ علیؑ کا
جبرئیلؑ حضوری میں ہیں میں دور ہوں لیکن　　میں بھی ہوں تڑپتا ہوا پروانہ علیؑ کا
ممنون ہے امداد کا ہر ایک پیمبرؑ　　مذکور ہے افسانہ در افسانہ علیؑ کا
کہتی ہے جسے فکر و نظر نہجِ بلاغہ　　رندوں کی زباں میں ہے وہ میخانہ علیؑ کا
کعبہ میں ولادت ہوئی مسجد میں شہادت　　اللہ کا گھر بن گیا کاشانہ علیؑ کا
حق یہ ہے کہ سرکارِ نبوت کے سوا نجمؔ　　معیارِ فضیلت کوئی سمجھا نہ علیؑ کا

○

منقبت

فراریوں سے ہے غفلت نہ زخمیوں سے غرض　　کسی کو بھی کبھی دیکھا نہیں وغا کرتے
نہ ہوتا راہ نما گر علیؑ کا علم و عمل　　کبھی نہ ذہن تقاضائے ارتقا کرتے
خدا نے خود شبِ ہجرت علیؑ پہ ناز کیا　　ملک نہ حشر تک اندازۂ وفا کرتے

جو لوگ کرتے ہیں بلغ کی اور کچھ تفسیر وہ حق سمجھتے تو قرآں سے بھی گلا کرتے
مخالفوں کو یہ توفیق ہی ہوئی نہ کبھی زباں کو حرفِ مودت سے آشنا کرتے
زہے مراتب و اعزاز اہلِ بیتِ نبیؐ یہ جیسی چاہتے تشکیل ماسوا کرتے
مباہلہ سے وہ باز آگئے یہ خیر ہوئی محال تھا کہ نصارا مقابلا کرتے
کہاں وہ خاک کے پتلے کہاں یہ نورِ خدا
نہ بچتا ایک مسیحی جو بددعا کرتے

○

قصیدہ

حسن کی ہے جلوہ گاہ عشق میں ہوں نعرہ زن ہیں مرے صوم و صلوٰۃ ذکرِ حسینؑ و حسنؑ
زاہدِ شب زندہ دار دیکھ مری زندگی ہے اسی تسبیح میں رازِ زمین و زمن
تجھ کو خبر بھی نہیں کب سے ہے بچھی ہوئی تیرے مصلّے کے پاس میری بساطِ سخن
زہد ریائی ہے اور نغمہ سرائی ہے اور وہ ہے تری خستگی یہ ہے مرا بانکپن
میرے تخیّل میں ہے مدح کی وہ چاندنی بسترِ راحت کوئی جیسے کنارِ لبن
نازِ تولا کہاں زعمِ مصلا کہاں میں ہوں سخن بر زباں تو ہے سخن در دہن
عرش سے لانے کو ہوں فرش پہ کچھ آیتیں سجدہ گہِ فکر میں ہے مرا ذوقِ سخن
نغمۂ جبرئیلؑ ہے مطلعِ تازہ میرا شاملِ تسبیح کر حاصلِ مُلکِ سخن
منزلِ مقصد میں ہیں ایک حسینؑ و حسنؑ ایک شہیدِ عراق ایک شہیدِ وطن
شرحِ جمیل و جمال معنیٔ حُسن و حسنؑ بانیٔ اسلام کے یوسفِ گلپیرہن
پہلا مرقّع ہے تو مقصدِ کونین کا شکل بھی تیری حُسین نام بھی ترا حسنؑ
کس کی یہ طاقت کہ ہو تجھ پہ کوئی حرف زن صلحِ حدیبیہ کا صلح میں تری چلن

وزن میں کچھ کم نہیں تیرا جہادِ خموش　　دل میں رہی عمر بھر کرب و بلا موج زن

تختِ حکومت پہ ہونگِ حکومت کوئی　　تخت امامت پہ ہے تو ہی امامِ زمن

مصحفِ عصمت کی گود نازِ رسالت کا دوش　　طورِ تجلا نثار تو ہے وہ جلوہ فگن

عافیتِ کل آتا تیری غذائے لطیف　　آیۂ تطہیر کی شان ترا پیرہن

تیری نگاہوں کا نور جلوۂ خلقِ عظیم　　جذبۂ دل کا وفور ہمتِ خیبر شکن

صبر کی مظہر ہوئی فرض شناسی تری　　آمرِ فکر و نظر عارفِ سرِ و علن

عیش فدا غم فدا ہستی آدم فدا　　جان دو عالم فدا جانِ رسولؐ زمن

خوانِ کرم کا ترے ہے وہ اک ادنیٰ فقیر　　جس سے اسیرانِ دہر پست ہیں بے ریب وطن

دیکھ کے ابناءنا ست ہے نبضِ سخن　　مصحفِ معبود پر کوئی نہیں طعنہ زن

کون ترے حلم کا اہل تھا اس دور میں　　عہد شکن تھا کوئی کوئی تھا بیعت شکن

صلح پہ بھی معترض جنگ پہ بھی معترض　　حیف وہ قلب و دماغ حیف وہ کام و دہن

تیری شجاعت میں شک جس کو ہو بزدل ہے خود　　فاتحِ اعظم ہے تو اے دلِ خیبر شکن

دست و بغل ہے تو ہیں جادۂ شمشیر سے　　صبر کی منزل کڑی ضبط کا رستہ کہن

سامنے ہے کربلا دیکھ لیں اہلِ نظر　　معرکہ عاشور کا غزوۂ جانِ حسنؑ

معجزۂ نفس تھا تیرا قرار و قیام
شامِ غریباں بنی جب تیری صبحِ وطن

○

منقبت

پائی تھی نہ قرآں نے ابھی صورتِ فرماں　　بے چین تھا ادھ بیچ میں تطہیر کا اعلاں

پردے میں تھا پر واقفِ اسرار تھا ہر لفظ　　ہر لحہ پہ بول اٹھنے کو تیار تھا ہر لفظ

حرفوں کو مسرت کہ میں لفظوں سے مشرف　　آیت کی صدا تھی کہ ہوں تاجِ سرِ مصحف

وقت آیا کہ جبرئیلؑ بھی پھولوں نہ سمائے — قرآن پہ تطہیر کی چادر لیے آئے

دو سطریں یہ آیت کی تھیں ایماں کا خلاصہ — قرآں تھا رحل اور یہ قرآں کا خلاصہ

جس کے لیے مخصوص تھا یہ فخر یہ اعزاز — تاریخ ہوئی اس کی ولادت سے سرفراز

وہ شکر بہ لبِ عالمِ اسلام کی تاریخ — اسلام پہ اللہ کے انعام کی تاریخ

تاجِ سرِ تقویم وہ تقدیس کی ساعت — شہزادیٔ کونین کا ہنگامِ ولادت

لرزاں وہ فضا میں سحرِ نور کا آنچل — پھیلا ہوا جنت کی کسی حور کا آنچل

وہ کیف کا عالم نہ اُجالا نہ اندھیرا — دنیا میں وہ اسلامِ حقیقی کا سویرا

وہ اک خمِ تعظیم دو عالم کی نظر میں — پہلی وہ خوشی بانیٔ اسلام کے گھر میں

دنیا میں ظہورِ شرفِ مریمؑ وسارہؑ — تقدیر امامت کی نبوت کا سہارا

شاعر کی زباں منزلِ افسانۂ رحمت — محفل میں چھلکتا ہوا پیمانۂ رحمت

وہ گردشِ ساغر میں شریعت کی روانی — میخانے میں کوثر کا برستا ہوا پانی

فردوس بکف گلشنِ شاداب تولا — صلوٰۃ کا غُل نشۂ اربابِ تولاّ

اک اک شجرِ رونقِ صد وادیٔ ایمن — خوشبو سے مہکتا ہوا پھولوں کا نشیمن

بلبل کی زباں پر وہ قصیدہ کا ترنم — جاگی ہوئی کلیوں کا متانت سے تبسم

ہر بات میں پاسِ ادب وحفظِ مراتب — مدحت کی تلاوت میں وہ آوازِ مناسب

انسان سے کیا اس کے مراتب کا بیاں ہو — اے صلِّ علیٰ گیارہ اماموں کی جو ماں ہو

خدمت کے لیے آئے ہوئے روحِ امیں تک — بیٹھی ہوئی اک ڈاک فرشتوں کی زمیں تک

ہیبت سے جگہ چھوڑ کے ہٹتا ہوا باطل — بڑھتا ہوا حق اور سمٹتا ہوا باطل

احسان ہے اس گوہرِ پاکیزہ صدف کا — پروردہ ہے اسلام اسی بیتِ شرف کا

آئینۂ کردار میں تنویرِ پیمبرؐ — ہرشان ہر عنوان سے تصویرِ پیمبرؐ

کیا طبقۂ نسواں کی ہدایت کا ہے ساماں — ہاتھ آسیا گرداں میں زباں قاریٔ قرآں

کونین ہیں زہراؑ کے اس اعزاز پہ ششدر — حسنینؑ کی فردوس ہے اک گوشۂ چادر

موجود پیمبرؐ بھی ہیں اور اس پہ یہ رفعت — تطہیر کی محفل میں ملی اس کو صدارت

اسلام کی تنظیم ابھی تک تھی ادھوری — کاشانۂ زہراؑ میں یہ دولت ہوئی پوری
ہے اس کی ولا خُلد میں جانے کا ذریعہ — ہم کیا ہیں پیمبرؐ بھی تمام اس کے ہیں شیعہ
منصب نہ سہی پھر بھی کیا کارِ نبوت — بچوں میں بھی اس گھر کے ہیں آثارِ نبوت
جاری ہیں ہر اک دور میں قدرت کے فرامین — سب اس کی کنیزی میں ہیں عالم کی خواتین
نسواں میں ہے تبلیغ کے دستور کی خالق — خود نور ہے اور سلسلۂ نور کی خالق
مالک ہے وہ کونین کی کچھ اس میں ہے شک بھی — ہمت ہے تو چھینے کوئی جنت کا فدک بھی
دربار خلافت کا تھا ہیچ اس کی نظر میں — حق اپنا جتایا بھی تو اللہ کے گھر میں
آواز بھی اس کی نہ گئی گوشِ جہاں میں — خطبہ دیا پیغمبرؐ آخر کی زباں میں
لہجے کی وہ تمکین وہ تقریر کے تیور — اٹھی در و دیوار دماغوں کے ہلاکر
دامن پہ حکومت کے رہا داغ فدک کا — تاحشر ہے اب شعلہ بدل باغ فدک کا
اُمت ترے صدقے گُلِ ریحانِ پیمبرؐ — تو محسنِ اسلام ہے اے جانِ پیمبرؐ
فطرت ہمہ تن گوش ہے ہاں اور نہیں پر — تو چاہے تو فردوس اُتر آئے زمیں پر
تخلیق کے منشور کی اے آیتِ محکم — صدقے میں ترے خلق ہوئے ہیں یہ دو عالم
قرباں ترے شہزادوں پہ جنت کے چمن ہیں — تیرے گُلِ مقصود حسینؑ اور حسنؑ ہیں

عزّت میں پیمبرؐ کا الم ہوگیا تازہ
جس شب کو مدینہ میں اٹھا ترا جنازہ

○

منقبت

میرا مطلع ہے طلوعِ آفتابِ معرفت — حُسن کی تنویر ہے اور عشق کی تفسیر ہے
کیا عجب ہے حُسن کی شہرت جو عالم گیر ہے — یہ خدائے حُسن کے محبوب کی تصویر ہے
شہریارِ صلح کا مسلک گریباں گیر ہے — آج کس کس ذہنیت میں امن کی تدبیر ہے

آیۂ تطہیر میں شامل ہے اس کا ذکر کیا
میرا شہزادہ سراپا آیۂ تطہیر ہے

بانیٔ اسلام بوسے اس زباں کے کیوں نہ لے
جس زباں سے اعتبارِ نعرۂ تکبیر ہے

معتبر ہے اس کے جلوے سے کتابِ کائنات
ہر ورق پر حُسن کی اک منفرد تصویر ہے

کل علیؑ تھے آج ہیں دوشِ پیمبرؐ پر حسنؑ
اب حسینؑ آنے کو ہیں کچھ دن ہی کی تاخیر ہے

اے مسلماں منزلت اس خانوادہ کی نہ پوچھ
اللہ اللہ دوشِ فخرِ انبیاؐ جاگیر ہے

آج بھی اس کے گھرانے کی شجاعت کے طفیل
اس نئی دنیا میں ذکرِ جوہرِ شمشیر ہے

اس کے صدقے میں ملا ہے منصبِ انسانیت
اس کا احساں گردنِ انساں میں اک زنجیر ہے

روحِ آزادی فدا اس پائے در زنجیر پر
اس کی الفت جس کسی کے پاؤں کی زنجیر ہے

جس زباں کا روزمرّہ بھی ہے قرآں کی مثال
اُس زباں کو ان لبوں سے نسبتِ تقریر ہے

دل جگر کے اس نے ٹکڑے رکھ دئے بنیاد میں
کیا یونہیں کامل خدا کے دین کی تعمیر ہے

اس خوشی کے دور میں ذکرِ مصائب کیا کروں
منقبت ہے یا صدائے نالۂ شب گیر ہے

عظمت اس معصوم کی انساں سمجھ سکتا نہیں
کیا خبر انسانیت کو کیا حدِ تطہیر ہے

وہ اگر چاہے بدل سکتا ہے تقدیری نظام
اس کی انگلی رہنمائے خامۂ تقدیر ہے

اس خلافت کی حقیقت کیا ہے اس کے سامنے
جب امامت اور رسالت اس کی اک جاگیر ہے

اس کی صلح برمحل کا بھی ہے آوازہ وہاں
جس جگہ آوازۂ تہلیل ہے تکبیر ہے

اہل ایسی منزلت کا ہرکس و ناکس نہیں
عشق ہے محدود اس کا حسن عالم گیر ہے

اس کے نامِ پاک کی تاثیر کا کیا پوچھنا
جس کے مداحوں کے ایک اک لفظ میں تاثیر ہے

جینے والو ایسا موقع ہاتھ سے جانے نہ دو
کوئی اس پر جان دینے کی اگر تدبیر ہے

فضلِ خالق سے مرے افکار میں اشعار میں
فلسفہ ہے نجمؔ غالبؔ کا زبانِ میرؔ ہے

○

منقبت

اسلام کی تاریخ کا وہ عہد یگانہ دنیا میں وہ قرآن اُترنے کا زمانہ
مرکز سے وہ الطاف و عنایات کی بارش وہ بانیٔ اسلام پہ آیات کی بارش
مخمور عبادت سے فضا شام و سحر کی دن تشنگیٔ صوم کا شب دیدۂ تر کا
ڈوبا ہوا نصفِ رمضاں نور کی رَو میں خیرو برکت ماہِ دو ہفتہ کے جلو میں
لہروں پہ لیے چاند کو گردوں کا سمندر پھولا ہوا جس طرح کنول تال کے اندر
آنکھیں کبھی کھولے کبھی موندے ہوئے تارے سب وقت کی مایا نہ ہمارے نہ تمہارے
تسبیح میں تہلیل میں گم بوذر و سلماں بھولے ہوئے اپنے کو ریاضت میں مسلماں
آیاتِ الٰہی سے بھری قلب کی جھولی آواز پیمبرؑ کی اور اللہ کی بولی
الفاظ کے پیکر میں وہ معنی کی تجلی فرمان کا فرمان تسلی کی تسلی
تخئیل سے آگے کبھی انسان کی منزل ہر گام پہ ہر سانس پہ قرآن کی منزل
ابجد کو شرف ناز لسانِ عربی کو تسلیم سماعت کی زبانِ عربی کو
لہجہ میں مٹھاس اور زبانوں میں لطافت رگ رگ میں سمائی ہوئی روزوں کی حرارت
پگھلی ہوئی شمعوں کی طرح قلب میں نرمی روزوں کی حرارت میں عرب دیس کی گرمی
دنیا میں وہ اک طفلِ حق آگاہ کی آمد وہ صلح کے شہزادۂ ذی جاہ کی آمد
عالم میں وہ تبلیغِ شریعت کا تسلسل دس بیس گھرانوں پہ تولد کا توکل
وہ خلق کی تسکین مروت کا دلاسا اللہ کے محبوب پیمبرؑ کا نواسا
جس نے دلِ ملت میں محبت کا بھرا رنگ وہ جس کی خدا داد حکومت کا ہرا رنگ
آغوشِ پیمبرؐ میں اثر حُسن کا دونا اسلام کی قربانیٔ اعظم کا نمونا
اللہ نے قرآں کی طرح نام اُتارا اللہ کے بندوں نے حسنؑ کہہ کے پکارا
اللہ نے چاہا جسے اس نام کے صدقے جس کام کو پیدا ہوئے اس کام کے صدقے

تصویر جواں مردئ تسلیم ورضا کی پہلی وہ کڑی سلسلۂ کرب و بلا کی
آنگن میں جو مسجد کے نہ تھا کھیلنے والا قدرت نے بنایا انہیں اس گھر کا اُجالا
ملت کی شبِ تار جوانی پہ جب آئی اسلام کی تاریخ میں وہ شمع جلائی
تقلید محمدؐ تھی جو تائید علی تھی
جو دستِ رسالتؐ سے حدیبیہ میں جلی تھی

○

منقبت

مرا دل فدائے امامِ حسن ہے زباں ہے مری اور نامِ حسن ہے
جو والفجر چہرہ ہے واللیل گیسو یہ صبحِ حسن ہے وہ شامِ حسن ہے
وہ دوشِ پیمبرؐ پہ جلوہ فگن ہیں خبر کس کو تھی یہ مقامِ حسن ہے
حسین و حسن کی محبت میں گزرے یہی زندگی کا نظامِ حسن ہے
مری جنگ یا صلح کچھ ہو کسی سے بنامِ حسین اور بنامِ حسن ہے
بہت کچھ سنے گا بہت کچھ سہے گا
کہ نجمِ سخنور غلامِ حسن ہے

○

منقبت

صورت ہے ایک حُسن کہو یا حسن کہو
کیوں جان ایسے نام پہ رکھ دوں نہ وار کے

خالی ہیں جام نشہ نہ گھٹ جائے میکشو
طاقِ ولا سے لاؤ صراحی اتار کے

آفاق میں علیؑ کا ولی عہد آگیا
لو آج دن بھی پھر گئے لیل و نہار کے

رحمت کی ہے یہ شان کسی کو خبر نہ تھی
سب منتظر تھے رحمتِ پروردگار کے

اک دن یہ ہوں گے دوشِ پیمبرؐ پہ جلوہ گر
کیوں لائے کوئی عرش سے کرسی اتار کے

بڑھ جائے گی کچھ اور بھی کعبہ کی آب و تاب
آئیں گے جب قبائے امامت سنوار کے

کیا انتظار ہوگا نہ ماں باپ کو مگر
یادِ خدا میں کٹ گئے دن انتظار کے

○

خالقِ نجات

پردہ تھا اک ازل کا زمیں تھی نہ آسماں
پردہ کا لفظ بھی رخِ معنی پہ ہے گراں

جنبش نہ اضطراب نہ لرزش نہ احتجاج
جیسے ہو کوئی قاہر و جابر نگاہ باں

کیونکر کہوں کہ معنیٰ بے لفظ تھے محیط
اب آئے ہیں یہ لفظ و معانی کشاں کشاں

شاعر اگر غبار کی دنیا کہے اسے
عارف کے سوزِ قلب سے اٹھنے لگے دھواں

اس سے بلند جا نہ سکی فکر آب و گل
کچھ ہے ضرور جس سے یہ سب کچھ ہوا عیاں

کب قدرتِ نگاہ ہوئی خلق کیا کہیں
نادیدنی جو تھا وہی دیکھا نہیں سماں

یہ ذوقِ حسن کاری و تخلیق دیکھنا
واجب ہو جس کے ذہن میں ممکن نہ ہو جہاں

اک نور کی لکیر سے پیدا ہوئی حیات
ظلمت کو کیا شعور کہ یہ نور تھا کہاں

دو ہستیاں نگاہ میں آئیں بلند و پست
اک اضطراب میں سوئے پستی رواں دواں

جو افتتاحِ جادۂ پیغمبری کرے
اس ہستی بلند کی اللہ رے عزو شاں

خورشید آگے آگے دکھاتا ہوا چراغ
پیچھے قمر بھرے ہوئے تاروں سے جھولیاں

سجدوں کا جیبِ فخر میں رکھے ہوئے خراج
اونچی جبیں پہ تاج خلافت کا ضوفشاں

یہ شان اور دانۂ گندم کا دل پہ داغ
یہ روحِ کائنات یہ احساسِ جانستاں

سوئے زمیں چلے جو مسافر بہشت کے
آواز دی فلک نے مودت نگاہیاں

منظر ہوا نگاہ میں تبدیل یک بیک
طوفاں تھا اک عذاب کا قرآں درمیاں

پستی میں عجز تھا نہ بلندی میں افتخار
ہمدوش ہوگئے تھے زمیں اور آسماں

دوزخ سوادِ آب کے چھینٹوں سے مضطرب
خورشید کی زبان پہ تسبیح الاماں

کیا دیدنی تھا ایک سفینہ کا حوصلہ
موجوں کی جس نے توڑ کے رکھ دیں کلائیاں

حیرت سے دیکھتے تھے ستارے جھکے ہوئے
لہروں کی حرب وضرب میں کشتی کا آشیاں

سرکش وہ اک حباب وہ اک ڈوبتا شباب
وہ میرِ کاروانِ بغاوت کہ الاماں

کشتی سے ناخدا کی وہ حسرت بھری نظر
وہ ہر نظر تعلقِ خاطر کی داستاں

وہ احتجاج بارگہِ بے نیاز میں
دو ٹوک وہ جواب وہ احساس امتحاں

طوفاں ہوا جو سرد تو اک طفلِ مہ جبیں
ذرّات کے ہجوم میں تھا حمد بر زباں

چلتی ہوئی زبان پہ توحید کا سبق
باندھے ہوئے کھلونوں کی ٹانگوں میں رسّیاں

آتش عقب میں پھول اگلتی ہوئی مگر
پھولوں پہ آب و رنگ تھا شعلے تھے نیم جاں

اک اک قدم جوانی و پیری کا انقلاب
ہر لمحہ آزمائش و ہر لحظہ امتحاں

اپنے گلے پہ آپ ہی رکھے ہوئے چھری
اپنی ہی جان آپ ہی قسمت سے جانستاں

وہ یک بیک نوازشِ ذبحِ عظیم سے
اک بے بساط خنجر و گردن کے درمیاں

اس حیرتِ نظر سے جو رخصت ہوئی نظر
زور آزما تھا راہ میں اک حُسن بے اماں

وارفتۂ جمال تھے فطرت کے شاہکار
شمس و قمر جلو میں تھے قدموں میں کہکشاں

دامن کا چاک تا بہ گریباں نظر نواز
کچھ دامنِ خیال میں خونبار انگلیاں

دو اک قدم بڑھی تھی بہ مشکل ابھی نگاہ
تکیہ کیے عصا پہ ملا ایک نوجواں

چتون کے بل کو دیکھ کے دریا تھا سینہ چاک
گیتی وفورِ خوف سے کھولے ہوئے دہاں

خلاقِ صوت و لحن تھا مشتاقِ گفتگو
ایسی کے نصیب ہوئی لکنتِ زباں

سونے کے ایک ڈھیر پہ تھی قہر کی نظر
یہ مشتِ زر تھی بندہ و خالق کے درمیاں

آئی کہیں سے ذوقِ سماعت میں یک بیک
آتانی الکتاب کی آواز دلستاں

کانٹوں کا تاج ایک طرف اک طرف صلیب
گہوارۂ حیات میں اک طفل بے زباں

افسردۂ قفس کے خریدار سیکڑوں
گھیرے ہوئے مریض و دل افگار و ناتواں

یکبارگی صدائے نگہ رو بہ رو اٹھی
تھرا گئے اصول و اسالیب دو جہاں

پیغمبرِ حیات کا وہ عالمِ ظہور
وابستۂ جمال وہ تخلیق کارواں

تنظیم کائنات کا الٹے ہوئے نقاب
وہ معنیٔ مشیت و مفہوم کن فکاں

وہ دونوں بازوؤں پہ حفاظت کو جوشنیں
وہ بیچ میں خزانۂ مخفی کا راز داں

عصمت کے رخ کا نور جھکائے ہوئے نظر
یٰسیں کا تاج جس کی تجلی سے ضو فشاں

پشت و پناہ رحمتِ حق مصدرِ جمال
جلوہ طراز قوتِ خلاقِ دو جہاں

ذرّوں کو بانٹتی ہوئی تنویرِ زندگی
کوثر میں دھوئی دھائی تبسم کی بجلیاں

یہ رنگ دیکھ کر ابِ فطرت نے دی نوید
پیدا ہوئے حسینؑ محمدؐ ہیں شادماں

الفاظ میرے مطلعِ عجز و نیاز کے
یارب بنیں گلوئے مودّت کی ہسلیاں

اب لائے کوئی ذکرِ سن و سال درمیاں
اس بے زباں کے منہ میں رسالتؐ کی ہے زباں

خوشبوئے فاطمہؑ سے معطر مشامِ جاں
زلفوں میں وہ کنندۂ خیبر کی انگلیاں

میرِ حجاز و خادمِ کعبہ ہے جس کا جد
ناناؐ نبیؐ ہے باپ وصیؑ فاطمہؑ ہے ماں

نشو و نما وہ دوشِ رسالت مآب پر
بڑھتی ہوئی بلند نگاہی کی داستاں

ملّت پہ جان دینے کو ہو جس کی پرورش
اس کی مثال عالمِ ایثار میں کہاں

پردہ اٹھا ہو منظرِ ارضِ فرات کا — اس روشنی میں دودھ پلاتی ہو جس کو ماں
یہ مخبرِ حیات ہے یہ خالقِ نجات — کونین اس کے راج محل کا ہے آستاں
طغیانِ ناز وہ نہ رہا اس کے سامنے — آیا نہ کوئی خنجر و گردن کے درمیاں
اندازِ رہبری پہ فدا عمرِ دوجہاں — اے مصلحانِ دہر کے سالار کارواں
اے وہ حسینؑ جس کا زمانہ ہے معترف — غیروں کے اعتقاد پہ اپنوں کا ہے گماں
ہم عہدِ اضطراب میں ہیں روحِ مضطرب — تیرا سکونِ قلب کہاں اور ہم کہاں
اللہ رے اس بلندی و پستی کا ربط و ضبط — اس داستاں کے ساتھ ہے اپنی بھی داستاں
محکم نہیں ابھی ترے اسوہ کی یادگار — ماتم کا جتنا ذوق ہے ذوقِ عمل کہاں
پھر آستاں سے دور ہیں اے وائے گمرہی — ہر دل میں تیرا درد ہے ہر گھر میں آستاں
کچھ اور بڑھ گئی تری مظلومیت کی حد — اب تشنگی کی بحث ہے ملت کے درمیاں
زندہ ہیں خلق میں تری قربانیاں ابھی — اب تک اگل رہی ہے لہو خاکِ آستاں
ہر قوم تیرے نعرۂ حق سے ہے متفق — کل خامشی تھی آج زمانہ ہے ہم زباں
تو اے شہیدِ ظلم کہیں اجنبی نہیں — ہر دور ہر دیار میں ہے تیری داستاں
ہنگامِ عصر جب تری گردن تھی زیرِ تیغ — تو نبضِ کائنات پہ رکھے تھا انگلیاں
تیری نظر مناظرِ قدرت سے باخبر — تیری زباں مسائلِ حکمت کی ترجماں
مفہومِ حریت ہے ترا اسوۂ جمیل — معنائے زندگی ہے تری ہمتِ جواں
دونوں ہیں تیرے دائرہ اختیار میں — تشکیلِ قوم ہو کہ ہو تنظیمِ دوجہاں

قوت ہے تیرے غم میں سوا جبر و قہر سے
تلوار جانستاں ہے ترا غم ہے دلستاں

قصیدہ

ساقی کی اک نظر سے اَسرارِ حق ہیں روشن آج اپنا میکدہ ہے جبریلؑ کا نشیمن
سن ساٹھ کی فضا بھی بھولی نہیں ہے اب تک تھی یادگار محفل تھا اپنے بس میں تن من
کچھ اور ہی تھا لیکن پہلے پہل کا آنا جب زندگی جواں تھی جب موت سے تھی ان بن
یاد آرہی ہے اپنی اُس دن کی مے گساری برسا تھا حُسن ہمارے نغمے پہ جیسے ساون
رندوں کا وہ تبسم وہ مدح کا ترنم وہ بوتلوں کی قلقل وہ ساغروں کی چھن چھن
اس بادۂ ولا کے اوصاف کچھ نہ پوچھو ہر گھونٹ جیسے شربت ہر بوند جیسے کندن
اس مئے کے ہیں ندیدے ساقی کا ہو جو صدقہ خلعت وہ چاہتے ہیں قنبر کی ہو جو اترن
آج اس کے نور سے ہے گھر فاطمہؑ کا روشن جس کے لیے پیمبرؐ پھیلا رہے ہیں دامن
والنجم کی ہے رفعت والشمس کی جلالت قرآں کی آیتوں سے گھر کی فضا ہے روشن
تطہیر منتظر ہے تشریف آوری کی آجائیں تو کسا میں ہو پنجتن کا مسکن
جھولا جھلانے پر ہے جبریلؑ کا تقرر اس فرض میں ہے شامل کتنے دلوں کی دھڑکن
جس نور سے ہوئی ہے تکمیل پنجتن کی روشن ہوا تھا جس کی لَو سے چراغِ ایمن
سلطانِ بحر و بر کی آغوش میں جب آئے آواز آسماں سے آئی تھی چشم روشن
نانا کے بچپنے کی تصویر ہے نواسا اصحاب آج دیکھیں پیغمبری لڑکپن
شبّرؑ کا وہ تبسم زہراؑ کی وہ شباہت سب خال و خد نبیؐ کے بالکل علیؑ کی چتون
کیا ہوگا جز عبادت طفلی میں کھیل ان کا جب خانۂ خدا ہو ان کے لیے گھر آنگن
ہوں تابعِ شریعت یا سالکِ طریقت سب عارفانِ حق ہیں وابستگانِ دامن
کس کس فضا میں اس کے حُسنِ عمل کی ضو ہے اک شمع سے ہوئے ہیں کتنے چراغ روشن
جاں اپنی گر نہ دیتا یہ رہنمائے اعظم دنیا بنا چکی تھی انسانیت کا مدفن
اسلام بن چکا تھا خوں خواریوں کی منزل رنگینیوں کی محفل بد نفسیوں کا مسکن

مفہومِ حق روی سے جذباتِ راستی سے ۔۔۔ بیگانہ ہو چلی تھی انساں کے دل کی دھڑکن
وہ لے گیا بچا کر اک پورے کارواں کو ۔۔۔ ہر موڑ پر تھے کتنے فکر و نظر کے رہزن
کیا بیر ہے نہ جانے دنیا کو اس کے گھر سے ۔۔۔ کچھ صلح کے مخالف کچھ جنگ سے ہیں بدظن
نظریں اٹھائیں کیونکر تاریک دور والے ۔۔۔ اسوہ حسینؑ کا ہے مانند روزِ روشن
ہر عہد میں غم اس کا تائیدِ اہلِ حق ہے ۔۔۔ باطل سے جنگ ہے یہ فریاد ہے نہ شیون
جو اس کا ہے مخالف محمود ہے نہ احمد ۔۔۔ فطرت نہیں چھپاتا ناموں کا رنگ روغن
حق کے غلام بھی ہیں حق سے مخالفت بھی ۔۔۔ رہبر کا بھیس بدلے ملتے ہیں کتنے رہزن
ایماں فروشیوں کی بھڑکی ہے آگ جب سے ۔۔۔ ابنِ کثیر جیسے بنتے رہے ہیں ایندھن
ہو جاتی ہے یہ بدعت جب دل جلا ہوا ہو ۔۔۔ مدح حبیب میں بھی آتا ہے ذکر دشمن
اس کی ولا کا صدقہ دو مشغلے ہیں میرے ۔۔۔ یا مدح کا ترانا یا آنسوؤں کی سمرن
عشق حسینؑ میں ہے اے نجم اب یہ منزل ۔۔۔ مدت سے آرزو ہے دل کی بوجہ احسن
روحی فداک کہہ کر پھر کچھ نہ کہہ سکوں میں ۔۔۔ جب موت آکے توڑے اس زندگی کے بندھن
سولی پہ بھی قصیدہ ساقی ہی کا سنایا ۔۔۔ تیغِ زباں سے اپنی کٹ کٹ گئے ہیں دشمن
میخانۂ ولا کو ہونے دیا نہ ویراں ۔۔۔ محفل میں روشنی کی دل کا جلا کے روغن
ساقی کے گھر ولادت ہے آیۂ مسرت ۔۔۔ ممکن ہے غرق مئے ہوں میخوار تا بہ گردن
ساقی بھی آج شاید کر جائے چشم پوشی ۔۔۔ رندوں کے شور و غل پر منظور ہو نہ قدغن

○

منقبت

صبر کی شمشیر والے درد و غم کے تاجدار ۔۔۔ ہے تری تلوار میں بھی کاٹ مثلِ ذوالفقار
تیری ماں وہ ذی شرف ہے نو اماموں کی ہے ماں ۔۔۔ اے عرب کے شاہزادے اے عجم کے شہریار

قید خانے میں تجلّی چہرہ پُرنور کی حریت کی شان سے روشن جہانِ تنگ و تار
بعد تیرے سات اماموں نے کیا زنداں پسند دین و دنیا میں میسر کس کو ایسے ورثہ دار
ایک ہی دن کے لیے تھی جنگِ عاشورہ مگر آج تک جاری ہے تیری انقلابی کارزار
جھومتے جاتے ہیں جس پر آج آزاد و اسیر اِک اشارہ تیرے نقشِ پا کا ہے وہ رہ گذار
وہ دعاؤں کا صحیفہ وہ زبورِ اہلِ دل جس کے اک اک حرف پر صدقے بیاضِ روزگار
بے تشدد جنگ سیکھی تجھ سے اہلِ ہوش نے آج تیرے صبر کے جوہر ہوئے ہیں آشکار
کل حقارت سے جسے دیکھا تھا اہلِ شام نے وہ اسیری آج ہے سرمایۂ صد افتخار
ضبط سے تیرے نمایاں اضطرابِ کائنات بے کسی میں تیری پنہاں انقلابِ روزگار
لاکھوں بوسے تیرے زخمی پاؤں کی زنجیر پر جس کی ہر آواز تھی تجھ کو نوائے خوش گوار

نجم اس کی نذر ہے یہ زلزلہ انگیز نظم
جس کی حسرت ناک خاموشی تھی طوفاں درکنار

○

منقبت

صادقِ آلِ محمدؐ وارثِ خیرالانام حُسنِ مطلق کے پیمبر عشقِ برحق کے امام
لو لگا کر تجھ سے روشن ہے طریقت کا چراغ درس لے کر تجھ سے قائم ہے شریعت کا نظام
ساری دنیا خوشہ چیں ہے اے خداوندِ علوم کس کو ہے معلوم تیرے علم و حکمت کا مقام
یہ امامت کا تسلسل ہے رسالتؐ کا فروغ اے امام ابن امام ابن امامؑ ابن امام
پانچ پشتوں سے ذخیرہ کر رہی تھی کائنات پھر بھی تیری منزلت کی داستاں ہے نا تمام
جھک رہی ہیں گردنیں دانشورانِ خلق کی کتنے ملکوں کتنی قوموں تک ترا پہنچا پیام

چاندنی سی کھل رہی ہے ترے ذکر و فکر کی لے رہا ہے وقت تیرے دشمنوں سے انتقام
توحدِ فاصل ہے اک عبد و احد کے درمیاں کلمۂ توحید سے پوچھے کوئی تیرا مقام
منحصر اس امر پر ہو اک نگاہِ لطف اگر آج کردوں اپنی ساری خواہشوں کا قتلِ عام
اہلِ دل کو ایسی دولت سے بچائے کردگار بے خبر ہیں منزلت سے تیری دولت کے غلام

فکر ہے مدحت میں عاجز دم بخود ہوش و خرد
منزلِ حق کے مہ کامل ستاروں کا سلام

○

منقبت

فروغِ ملّت بیضا

شریعتوں کا خلاصہ ہیں جعفرِ صادقؑ امامِ اہلِ تولا ہیں جعفرِ صادقؑ
رسالتوں کی ہوئی شرح جن کے لفظوں سے وہ علم و فضل کا دریا ہیں جعفرِ صادقؑ
شرافتوں کے پیمبر نجابتوں کے امین امینِ وحی کے مولا ہیں جعفرِ صادقؑ
ارادتوں میں ہے ان کی نگاہِ لطف سے جاں عقیدتوں کی تمنا ہیں جعفرِ صادقؑ
لطافتیں ہوئیں جن کے وجود سے قائم حبیبِ حق کا سراپا ہیں جعفرِ صادقؑ
ریاضتوں کو ملا ہے انہیں کے در سے شرف رئیسِ کشورِ تقویٰ ہیں جعفرِ صادقؑ
حقیقتوں کی مفسّر ہے جو دو عالم میں وہی حقیقتِ کبریٰ ہیں جعفرِ صادقؑ
جلالتیں نہ ہوں کیوں ان کے در پہ سربسجود جلالِ خالقِ یکتا ہیں جعفرِ صادقؑ
انہیں کے نقشِ قدم پر طریقتیں ہیں رواں رہِ سلوک میں تنہا ہیں جعفرِ صادقؑ

بلندیاں انہیں جھک جھک کے کر رہی ہیں سلام　　فرازِ عرش کا تارا ہیں جعفرِ صادقؑ
صداقتوں کی تجلّی ہے ان کا حُسنِ سخن　　حجابِ قدس میں گویا ہیں جعفرِ صادقؑ
تمام روشنیاں ہیں انہیں کے نور سے مجسم
فروغِ ملت بیضا ہیں جعفرِ صادقؑ

○

منقبت

لسانِ قدرت یکتا امامِ جعفرؑ صادق　　بحق ساکت بحق گویا امامِ جعفرؑ صادق
خدا چاہے اگر بن جائے میرا دل محبت میں　　تمہارے نام کا طغرا امامِ جعفرؑ صادق
محبت ہو تو بالاتر ہے نعماتِ دو عالم سے　　تمہارے در پہ اک سجدا امامِ جعفرؑ صادق
تمہاری اک جھلک پر اک نظر پر اک اشارے پر　　فدا دنیا و مافیہا امامِ جعفرؑ صادق
قبائے صدق بَر میں تاج ہے سر پر ولایت کا　　امامت ہے تمہیں زیبا امامِ جعفرؑ صادق
مرا دل کب سے قدموں میں پڑا ہے پاک ہونے کو　　ذرا پامال کر دینا امامِ جعفرِ صادق
مصایب سینکڑوں ہیں غم ہزاروں مشکلیں لاکھوں
تمہارا مجسم ہے تنہا امامِ جعفرؑ صادق

○

منقبت

اے کہ تجھ کو مہد میں آیا امامت کا پیام
تجھ پہ عمرِ خضر صدقے اے مرے کمسن امام

تیری صورت پر درود اور تیری سیرت پر سلام
حُسن مطلق کے پیمبر عشقِ برحق کے امام

عہدِ طفلی پر ترے برنائی و پیری نثار
چھ برس کی عمر اس پر شش جہت کا انتظام

لے کے بیٹھی ہوگی خود روحِ نبیؐ آغوش میں
اے تعالی اللہ تری مسند نشینی کا نظام

کھیل کے دن سن فریضہ قوم کی تنظیم کا
وہ لڑکپن اور وہ سنجیدگی کے صبح و شام

آٹھ پشتوں سے ذخیرہ کر رہی تھی کائنات
پھر بھی تیری منزلت کی داستاں ہے نا تمام

○

منقبت

مصدرِ کمال

خرامِ ناز میں نہاں سکونِ روز گار ہے
ضرور کوئی آئے گا زمانہ بیقرار ہے

وہ آئے گا پھر آئے گا یہ قول ہے قرار ہے
کسی کے دل کو ہو نہ ہو ہمیں تو اعتبار ہے

بزرگ جن کے عمر بھر اٹھا گئے ہیں زحمتیں
رہیں ذرا وہ چین سے یہ کس کو ناگوار ہے

کہیں کچھ اور شان سے کہیں کچھ اور نام سے
تمام کائنات کو اسی کا انتظار ہے

فراق میں بھی اس کے ہیں عجب طرح کی لذتیں
خدا کی شان دیکھنا کہ درد خوشگوار ہے

ازل میں اس کے سامنے وجودِ آب وگِل ہوا
کھلی ہوئی نگاہ میں بیاضِ روزگار ہے

نگاہ روبرو ہیں سب زمین ہو کہ آسماں
شہود و غیب ہر جگہ نظر بروئے کار ہے

ہمیں نہیں ہیں سامنے نظر کا سامنا بھی ہے
ہماری ہی طرف سے کچھ یہ طولِ انتظار ہے

حجاب اُس طرف کہاں وہ نورِ کردگار ہے
اِدھر ہی چشمِ شوق پر یہ پردۂ غبار ہے

اسی کا ظلِ عاطفت بقائے نور و نار ہے
پیمبرِ حیات ہے حیات بھی نثار ہے

حیات اس کی پیروی ہے موت اس سے بے رخی
وہ زندگی کی جیت ہے یہ زندگی کی ہار ہے

ازل سے نفسِ پاک میں ہیں جوہرِ پیمبری
رسالت اس کی ہے نہاں امامت آشکار ہے

دماغ و دل میں متحد رسالتیں امامتیں
زبان پر خلاصۂ پیامِ روزگار ہے

شبابِ لافتیٰ بھی ہے مزاجِ ھل اتیٰ بھی ہے
یہ شان کہہ رہی ہے خود نبیؐ کا ورثہ دار ہے

زہے شکوہِ خسروی کہ دستِ حق پرست میں
کتاب ہے رسولؐ کی علیؑ کی ذوالفقار ہے

حکومت اس کی دیدنی ہے کشورِ حجاب میں
جھلک بھی جبر کی نہیں یہ حُسنِ اختیار ہے

تباہ کار فلسفے نہ شعلہ بار حکمتیں
نظر نظر لطافتیں قدم قدم بہار ہے

مجال کیا ہے تھم سکے گھڑی بھر اس کے سامنے
جو منبروں پہ وزن ہے جو مسندوں پر بار ہے

نہ مصلحت نوازیاں نہ مسئلہ طرازیاں
دل اس کے عہد میں ہے جو زباں سے ہمکنار ہے

پیامِ امن لائے گا وہ خلق کے لیے مگر
یہ بات ہی کچھ اور ہے جو سربدن پہ بار ہے

متاعِ حق کے سامنے جھکیں گے دولتوں کے سر
یہ کل کا ہے مقدمہ جو آج کارزار ہے

جگہ بنائی جائے گی غریب قوم کے لیے
وہ آنکھ خون روئے گی نظر سے جس کو عار ہے

گئی ہوئی تو ہے خبر یہ مصدرِ کمال تک
حکومتوں کے نقص کا زمانہ سوگوار ہے

بدل رہا ہے کروٹیں حسینؑ کا لہو ابھی
حسینؑ کی عزا کو بھی اسی کا انتظار ہے

سمجھ غمِ حسینؑ سے مسرتِ ظہور کو
خزاں کی جب یہ شان ہو بہار پھر بہار ہے

عہدِ اضطراب

نقابِ رخ الٹ دو حشر اٹھا رکھا ہے دنیا نے زمانہ مضطرب بیٹھا ہے دیکھیں کون پہچانے
یہ دردِ عشق کی ہے کونسی منزل خدا جانے تمہارے نام پر سجدا سا کر لیتے ہیں دیوانے
گھٹا صبر و تحمل بڑھ گئی وحشت کی آبادی یہ دن آخر دکھایا وعدۂ امروزو فردا نے
ہمیں تسکین کیونکر ہو کہ بندے ہیں محبت کے رموزِ پردہ داری آپ سمجھیں یا خدا جانے
یہ عہدِ زندگی ہے کوئی ہنگامہ نہ ہو جائے ذرا سی بات پر تیور بدل جاتے ہیں دیوانے
نکلتے ہیں تو گھر سے سر بکف ہو کر نکلتے ہیں کہ جیسے در پہ حاضر ہے کوئی زنجیر پہنانے
نہ جانے کون سے نقطہ پہ ہے نشہ تولاّ کا لُٹا رکھا ہے میخانہ اٹھا رکھے ہیں پیمانے
فقط صلوٰۃ کے نعرے نہیں اب ذکرِ خیبر پر دل اب انگڑائیاں لیتے ہیں سن سن کر یہ افسانے
بہت صدیاں گزر جانے پہ اشکِ غم کی رُت بدلی دیا ہے پیرہن شعلوں کا دردِ کار فرما نے
خدا رکھے تمہیں نے ہدیۂ توفیق بھیجا ہے منظم ہو چکے بکھرے ہوئے تسبیح کے دانے
ضیا پھیلے تو کھل جائے حقیقت خود پرستوں کی کسے معلوم ہے آتش بجاں کتنے ہیں پروانے
اُلٹ جائیں گے سب پردے جو خضرا کا حجاب اٹھا ہزاروں کعبۂ دل میں چھپا رکھے ہیں بت خانے
جسارت دیدنی ہے بے حقیقت مے فروشوں کی مئے انگور کے چھینٹے اب کوثر کے افسانے
لپٹ جائیں گے ذرّے طینتِ فاضل کے دامن سے رہیں گے دور ہی قدموں سے بیگانے تو بیگانے
ازل سے معرفت حاصل ہے ہم کیوں ہچکچائیں گے مزا بیعت کا جب ہے ہاتھ کو جب ہاتھ پہچانے
ودیعت کر دیا نظمِ دو عالم کار فرما نے تمہیں آؤ تو آؤ گتھیاں ذہنوں کی سلجھانے
یہ دنیا بھی تمہاری ہے تم اس گھر کے بھی مالک ہو ذرا دیکھو تو کیا صورت بنا رکھی ہے دنیا نے
نہ راس آیا کوئی طرزِ حکومت ملک ہستی کو وہ عقلیں تھک گئیں جن کو چنا تھا اہلِ دنیا نے
زمانہ ڈھونڈتا ہے ایک مسلک امن و راحت کا کہاں ہے فطرتِ اسلام کی نازش خدا جانے
خدارا اب سکونِ دل کی دولت لے کے آجاؤ مکمل ہو چکے سب اضطرابِ غم کے افسانے
ترقی لے گئی تھی خیر سے جتنی بلندی پر اسی پستی میں پھینکا ہے وہیں سے نازیبا نے

O

منقبت

غضب کا معرکہ تھا اور قیامت کی صف آرائی
ہوئی اسلام اور انسان میں جس دن شناسائی

معاذ اللہ پورا عالمِ قدسی مخالف تھا
فلک پر دیدنی تھی خاک کے پتلے کی تنہائی

اکیلا آدمی مافوقِ مخلوقات کا نرغہ
سکوں خوابِ عدم کا اور یہ ہنگامہ آرائی

نئی دنیا نئی محفل نئی آنکھیں نیا منظر
نظر کے ساتھ ہی آثار نے لڑ نیکی ٹھہرائی

مسافر اجنبی اور صحبتِ ناجنس ارے توبہ
ستارے ہنسنے والے مہر ومہ خالی تماشائی

اُدھر پھیلی ہوئی جنت ادھر بھڑکا ہوا دوزخ
دوراہے پر یکا یک روح اور پیکر میں یکجائی

مزاجِ نور برہم آب و گل کی شمع روشن سے
روش بدلے ہوئے اپنی ہوائے محفل آرائی

عجب ماحول میں آنکھیں کھلیں مقصودِ قدرت کی
جہالت سرکشی کفرانِ نعمت ناشکیبائی

فضائے شکر میں اٹھتی ہوئی لہریں شکایت کی
زبانِ جملہ پر بدلا ہوا انداز گویائی

گناہِ رشک جولاں مرکزِ تقدیس و عصمت میں
خدا کے گھر میں نافرمائیِ پندار خودرائی

سماعت بہرہ ور آوازۂ صُورِ تکبر سے
بغاوت کی ادا کاری سے لطف اندوز بینائی

نظامِ جلوہ گاہ قدس کے بگڑے ہوئے تیور
مقامِ بحث میں وارد اصولِ ناصیہ سائی

فرشتوں کا وطن انسان اورنگِ صدارت پر
وہی مرکز نگاہوں کا وہیں ذہنوں کی یکجائی

سرِپُر نور پر سجتا ہوا دیہیم حکمت کا
امانت دار کاندھوں پر قبائے علم و دانائی

محبت احسن تقویم کا ڈالے ہوئے آنچل
قدِ آدم شبابِ اصطفاؔ کی جلوہ آرائی

چراغ وادیٔ سینا کو لو دیتی ہوئی نظریں
جبیں کے طور سے روشن جلالِ کارفرمائی

متاعِ ہوش میں اسرارِ کرّمنا بنی آدم
سرورِ گوش اِنّــی جَــاعِــلٌ کی نغمہ پیرائی

لطافت ذہن کی سرمایہ دارِ علم الاسما
نفخت فیہ من روحی کی پیکر میں توانائی

ظہور اپنا خداوندی کے منصب کی بلندی سے
نشیبِ عبدیت میں ماسوا کی بزم آرائی

نیازِ حاملانِ عرش و کرسی اپنی خدمت میں
خدا کے سامنے بندے کی چوکھٹ پر جبیں سائی

وہ یکسر گردنیں جھکتی ہوئی بیگانہ سازوں کی
نظر پہلے پہل جبری حکومت کی تماشائی

سزائے سرکشی کا وہ جلالت آزما منظر
نمودِ اختیارات جہانداری و دارائی

یہ مشتِ خاک اور سجدہ میں لاہوتی و ناسوتی
کہاں تک دل نہ کرتا کبرونخوت کی پزیرائی

جوانِ حالات وکیفیات میں سوتے سے چونکا ہو
تعجب ہے اگر اس کو نہ ہو پندارِ یکتائی

ہزار اسباب تھے ایسے نہ بدلا پر مسبب سے
محمدؐ کا سلف آلِ محمدؐ کا تولائی

یہی آلِ محمد ہیں شرافت نسلِ آدم کی
یہی گھر ہے جہاں انسانیت نے پرورش پائی

نظر والے مکمل جلوہ انسانیت دیکھیں
مبارک صبح میلاد حسینؑ ابن علیؑ آئی

ولادت کی خبر پہنچا کے دربارِ رسالت میں
مدینہ کی ہوا پیغمبری پر اپنی اترائی

سفیرِ فکر بہر نذر لایا وہ نیا مطلع
اُبھر کر فطرتِ شاعر نے خود تعظیم فرمائی

حسینؑ آئے بقائے دینِ فطرت کی نوید آئی
نبیؐ نے فاطمہؑ کے سامنے پھر گود پھیلائی

ضیائے حُسن سے والفجر کی صورت پہ نور آیا
نگاہِ لطف سے واللیل کے پیکر میں رعنائی

صلائے عام دی والعصر بن کر جس کے اسوہؑ نے
زبانِ حق نے جس کے عصرِ روشن کی قسم کھائی

حبیبِ حق کو پھر ایسا کوئی تحفہ نہیں آیا
سلام آئے پیام آئے بہت وحیِ خدا آئی

دیا آغوشِ پیغمبرؐ میں کھیلے صحنِ مسجد میں
نبیؐ کے گھر کی دولت تھی خدا کے گھر کو ہاتھ آئی

نبیؐ کے دوش کو اجرِ رسالت بن کے زینت دی
تبسم نے کلام اللہ کی تفسیر فرمائی

نہائے چشمۂ تطہیر میں سنورے مودّت سے
تڑپ کر آیۂ ابناونا نے گود پھیلا آئی

متانت دی لڑکپن کو شریکِ ہل اتا ہوکر
اسی عنوان سے بڑھتا گیا ذوقِ خود آرائی

ملائیں ان سے نظریں یا حُسن نے آئینہ دیکھا
ظہور اپنا ہی پایا اپنی ہی صورت نظر آئی

زبانِ قدس ہر دم منتظر تھی ان کے اسوہ کی
ادھر میدان میں اترے ادھر آیت اتر آئی

زہے تقدیر جن آنکھوں نے دیکھا ہو یہ نظارہ
ہنسے ہوں گے بہت بھائی کی صورت دیکھ کر بھائی

بڑھا سن جس قدر ان کا بڑھی اسلام کی قوت
شبابِ دینِ حق بن کر جوانی کی بہار آئی

خدا کی راہ میں باندھے گئے عقدِ محبت بھی
چلی یاں حُسن والوں کی نہ سلمائی نہ لیلائی

پیمبرؐ بھی شہادت کے شرف میں ہوگئے شامل
نواسے کی ادا نانا کو کچھ ایسی پسند آئی

اسی قائد کا نعرہ تھا اسی کی گونج ہے ابتک
یہ آزادی زمانہ آج ہے جس کا تمنائی

فضائے جنگ میں مانی ہوئی شانِ جہاد اس کی
مسلّم اُس کی قرباں گاہِ آزادی میں یکتائی

تلاطم آج تک ہے اس کی طوفاں آزمائی کا
لرزتا ہے حسینیؑ مجلسوں سے چرخِ مینائی

دو عالم کے فدا کاروں کی قربانی یہ بھاری ہے
حصارِ ظلم میں اس کی عظیم الشان تنہائی

وہی نقشِ قدم ہیں رہنما ہمت کی راہوں میں
زمانہ کی سر آنکھوں پر ہے اس کی جادہ پیمائی

سبق لیتے ہیں در پردہ اسی کے کارناموں سے
ترقی خواہ قوموں میں قیادت کے تمنائی

حسین ابن علی اے نورِ وحدت روحِ یکتائی
مبارک تجھ کو تیرہ سو برس سے کار فرمائی

ترے دم سے غریبوں کی زباں پر حرفِ حق آیا
ترے تیور سے مظلوموں کے دعوے میں توانائی

عیاں تجھ سے ارادت کے سبب ہر آنکھ میں آنسو
نہاں تیری محبت کے لیے ہر دل میں گہرائی

نہ جانے ہند کی مٹی کو کتنا عشق ہے تجھ سے
مسلمانوں کا کیا ہے ذکر ہندو ہیں تو لائی

محبت میں یہ دل ہے بے خبر نفسِ محبت سے
سمجھتا ہی نہیں کمبخت سودائی تو سودائی

ابھی ہم کربلا سے تیری منزل تک کہاں پہنچے
ابھی ہے صرفِ ارضِ کربلا تک جادہ پیمائی

ابھی کیا ذکر ہے مرنے کا جینا بھی نہیں آیا
ابھی ہیں زندگی کے معرکوں میں ہم تماشائی

نگاہیں دیکھتی ہیں اب دماغ اب فکر کرتا ہے
ترے مقصد سے کچھ کچھ ہو چلی ہے اب شناسائی

O

درشن کا سویرا

شعبان وہ اسلام کا ممدوح مہینا
تقویم کی خوش وضع انگوٹھی پہ نگینا

دنیا وہ اندھیرے میں اجالے میں دو عملی
مغرب سے شبِ ماہ کی اوڑھے ہوئے کملی

وہ شب کہ شبِ قدر کو بھی دید کا ارماں
وہ چودھویں تاریخ کے ماتھے پہ چندرماں

چاندی سے جبیں چاند کی سجدوں سے مطلا	تسبیح ستاروں کی تجلی کا مصلا
دل کو نگہ شوق کا ہر بار ٹھوکا	پٹ کھولے ہوئے نیمۂ شعباں کا جھروکا
وہ گوشۂ مغرب سے کوئی جھانکنے والا	پچھم میں وہ پورب کے تبسم کا اجالا
بھٹکے ہوئے بھولے ہوئے کھوئے ہوئے دونوں	وہ تیرگی وہ نور سموئے ہوئے دونوں
جیسے کوئی پگھلائے ہوئے نور کا ساگر	اس ڈھب کا اندھیرا کہ ہر اک چیز اُجاگر
شبنم کے گہر رحمتِ معبود کے جھالے	سورج کی اترتی ہوئی کرنوں کے حوالے
وہ صبح جسے خود یدِ قدرت نے سنوارا	انگڑائیاں لیتا ہوا وہ صبح کا تارا
وہ وقت کہ سجدے رخ گیتی کو نوازیں	اسلام کی دنیا میں نمازیں ہی نمازیں
توحید کے نغموں کی وہ تکرار سہانی	وہ زور اذاں کا وہ اقامت کی جوانی
اخلاص کی خوشبو سے وہ پھولوں کا مہکنا	تکبیر کی آواز پہ کلیوں کا چٹکنا
ترتیل وہ الحمد کی عنوان گزارش	وہ منزل آخر وہ تشہد کی سفارش
وہ دوش پہ لہروں کے تلاوت کی صدائیں	وہ بار اٹھائے ہوئے قرآں کا ہوائیں
رحمت کی گزر گاہ تولا کے اشارے	تقریب دعاؤں کی درودوں کے سہارے
انوار کی بارش کرمِ ایزد باری	تکمیلِ کرم مہدیِ ہادیؑ کی سواری
دلبندو دلِ آرام پیمبرؐ کی ولادت	ہمصورت وہمنام پیمبرؐ کی ولادت
ماحول کو معصوم بنائے ہوئے معصوم	معصوم کو سینہ سے لگائے ہوئے معصوم
وہ جلوۂ قائم وہ قیامت کا تبسم	آغوشِ امامت میں امامت کا تبسم
وہ حسن کہ تعیینِ سن و سال سے بالا	رخسار کے اک تل سے دو عالم میں اجالا
سیرت کی زمانے میں بہت روز سے گن گن	صورت کا وہ عنوان کہ اللہ جمیلٌ
بکھرائے ہوئے دوش پہ زلفیں وہ خلیلی	آنکھوں کی طرف دیکھ کے کونین نے پی لی
وہ ذہنِ خدا داد رسولؐ ازلی کا	دل فاطمہؑ کا درد حسینؑ ابن علیؑ کا
چتون کا اشارہ غمِ اسلام کی جانب	تیور وہ قیامت کے نظر شام کی جانب
یہ بات نہ پائی کسی جرأت کے دھنی میں	غصہ وہ بجھایا ہوا خُلقِ حسنی میں

وہ دبدبۂ قیصری و سطوتِ شاہی
فطرت میں یداللہ کی اسلام پناہی

وہ روحِ عمل ولولۂ داد رسی میں
دنیا کو بدل دیں گے یہ ٹھانے ہوئی جی میں

تفریق کم و بیش مٹانے کا ارادہ
اقوام کو اک سطح پہ لانے کا ارادہ

ان قدموں سے لپٹے ہوئے جادہ پہ تصدق
دنیا مرے مولا کے ارادہ پہ تصدق

کردار بہت قوم کا ابتر ہے اب آجا
غیبت میں تری راج لٹا جاتا ہے راجا

ہر شب کو یہ سمجھا کے سلاتا ہے اندھیرا
جیتے ہیں تو ہوگا ترے درشن کا سویرا

پل بھر کو نہ ہاتھوں سے عنانِ صبر کی چھوٹی
گیارہ سو برس بیت گئے آس نہ ٹوٹی

کمزور ہیں غیرت سے گڑے جاتے ہیں صاحب
دنیا سے بہر حال لڑے جاتے ہیں صاحب

مرتے ہوئے دم عشق کا بھرتے ہی رہی ہیں
خاکسترِ مقتل سے ابھرتے ہی رہے ہیں

کس کس نے ہوا ظلم کی بدعت کی نہ باندھی
کس روز چلے گی تری تلوار کی آندھی

دنیا تری منگتا تری مجرائی ہے داتا
ہر قوم میں آمد کی خبر آئی ہے داتا

سیدھی ہے رہِ مہر وفا پھیر نہیں ہے
دل کو ہے یقیں دیر ہے اندھیر نہیں ہے

○

منقبت

اللہ رے تیری وسعت اے جلوۂ جانانہ
ہر مذہب و ملت میں آمد کا ہے افسانہ

کیا شمع سے نسبت دوں کیا طور کے شعلہ سے
جس نورِ مجسم کا جبریل ہو پروانہ

جانے بھی تو کیا جانے سمجھے بھی تو کیا سمجھے
غافل کو خبر کیا ہے کس وخم سے ہے میخانہ

رستی ہے لہو بن کر تہذیب کی مے ساقی
دنیا کا تمدن ہے ٹوٹا ہوا پیمانہ

انسان مکمل آ دنیا کو محبت دے
غارت گرِ انساں ہے کا فعل حکیمانہ

پھر یاد دلا اپنی بھٹکی ہوئی ملت کو　　مومن کے فرایض کا بھولا ہوا افسانہ
مالک کی وہ شہ زوری اور فرش زمیں بستر　　سلماں کی وہ مزدوری اور منصب شاہانہ
اب آ کے عوض لے لے سفاک حریفوں سے　　تیرہ سو برس دیکھے انداز کریمانہ
یہ بارہواں ساقی ہے کیا تیغ و سپر باندھے　　اے عشق وفا پیشہ اک نعرہ مستانہ
ساقی کو ذرا آ کر میخانہ سجانے دو　　اس وقت بڑھا دیں گے پیاسوں کا عزا خانہ
شبیرؑ کے ماتم میں صاحبؑ کی محبت میں
روتا ہوا عاقل ہوں ہنستا ہوا دیوانہ

○

امامِ منتظرؑ

جب توجہ آنے والے کی اِدھر ہو جائے گی　　دل کو دل سے راہ ہوتی ہے خبر ہو جائے گی
آنے والے اب شریعت معتبر ہو جائے گی　　تیرہ معصوموں کی محنت بارور ہو جائے گی
یک بہ یک تطہیر احساسِ بشر ہو جائے گی　　ذہن میں اِک چاندنی سی جلوہ گر ہو جائے گی
راستے میں اتنے سجادے بچھائے جائیں گے　　ہر نمازِ شوق حرفِ معتبر ہو جائے گی
آئنہ بندی کریں گے دہر کی شمس و قمر　　ظلمتِ شب صبح سے شیر و شکر ہو جائے گی
صبح کا منہ آبِ کوثر سے دُھلایا جائے گا　　رات شبنم کے وضو سے بہرہ ور ہو جائے گی
جوہرِ صدق و صفا کے ہوں گے پہرے ہر طرف　　امن کا گھر زندگی کی رہگزر ہو جائے گی
صبح کو ہوگا ظہور اس جلوۂ معصوم کا　　شام تک زیبا بہ اندازِ دگر ہو جائے گی
کلمۂ توحید بن جائے گی پوری کائنات　　محو سجدہ اِک نظر میں ہر نظر ہو جائے گی
سائنس بھی لے گا نہ کوئی دینِ فطرت کے خلاف　　اس قدر تطہیرِ افکارِ بشر ہو جائے گی

غرق ہوگا سامعہ کیفِ حدیثِ دوست میں
ہر نظر مفہومِ فردوسِ نظر ہوجائے گی

خیر و شر کا مسئلہ دم بھر میں حل ہوجائے گا
ساری دنیا اُمّتِ خیرالبشر ہوجائے گی

اپنی اپنی حد میں ہوں گے حکم کے سب منتظر
دم بخود تا بندگیٔ سیم و زر ہوجائے گی

آیتیں قرآن کی جیسے مجسم ہوگئیں
زندگی انسان کی یوں معتبر ہوجائے گی

بیٹھتے اُٹھتے زباں کاورد ہوگا یا علیؑ
معرفت عترت کی معیارِ بشر ہوجائے گی

سورۂ الحمد کی تفسیر بن جائیں گے ہم
قومِ شیعہ پاک سے پاکیزہ تر ہوجائے گی

تین سو تیرہ سپاہی لے کے آئے گا فقط
پوری دنیا کفر کی زیروزبر ہوجائے گی

اس جبیں پر ڈال دیں گے بل یہ آب و گل اگر
روح بحر و بر خلافِ بحر و بر ہوجائے گی

قوم یوں بے چین ہوگی دیکھ کر شانِ جہاد
جیسے اس کے دست و بازو کو نظر ہوجائے گی

کارنامہ جن کا ہے یومِ عدوئے اہلِ بیت
ان کی یہ خدمت مکمل دار پر ہوجائے گی

ختم ہوجائیں گے سارے دشمنانِ شیرِ حق
قسطِ آخر جب رواں سوئے سقر ہوجائے گی

آخری اِک ہوگا ماتم فاطمہؑ کے چاند کا
کائناتِ دردِ دل زیروزبر ہوجائے گی

مدح میں ہے جن کی توحید و رسالت ہم زباں
شاعری موقوف ان کی مدح پر ہوجائے گی

روح کی فریاد

گیارہ سو سال سے ایک آنے والے کے انتظار میں .....

بدلا ہوا ہے دہر کا عنواں ترے بغیر
امکانِ زیست ہے غمِ امکاں ترے بغیر

تنظیمِ شش جہات میں آثارِ بے رُخی
تقویمِ کائنات پریشاں ترے بغیر

بالاتفاق رقصِ مہ و مہر بے محل
بے اعتبار گردشِ دوراں ترے بغیر

پژمردہ نے میں شورشِ نغمات مضمحل
افسردہ مے میں جوشِ بہاراں ترے بغیر

برہم سی ہے زمین پہ ترتیبِ شمع و گل
دھندلا سا ہے فلک پہ چراغاں ترے بغیر

بے کیفِ دقتِ نظر و زحمتِ خیال
بے لطف ارتعاشِ رگِ جاں ترے بغیر

بے آب چشمِ شوق کی گوہر فشانیاں
بیقدر حُسنِ چاکِ گریباں ترے بغیر

بے حصر نازِ حسرت و ارمان و آرزو
بیجا نوازشِ سر و ساماں ترے بغیر

سر پھوڑنے کا زعم تڑپنے کی بیکلی
عہدِ جنوں گناہ بداماں ترے بغیر

بیجا توقعات کی تمکین بے خودی
باطل تصورات فروزاں ترے بغیر

ادراک بے ضرورت واحساس بے محل
بے ربط امتزاجِ تن وجاں ترے بغیر

اتری ہوئی نگاہ سے ہر موجِ دردِ دل
ایک ایک آہِ تشنۂ طوفاں ترے بغیر

کھویا ہوا زبان پہ افسانۂ فراق
سہما ہوا ملالِ فراواں ترے بغیر

معیار سے گرے ہوئے تسکین واضطراب
درمان و درد دست وگریباں ترے بغیر

اُٹھی ہوئی نگاہ کی جنبش ترے لیے
سمٹا ہوا سوال کا داماں ترے بغیر

ہر ہر قدم پہ عقل کی بدلی ہوئی روش
بگڑا ہوا مزاجِ نگہباں ترے بغیر

آزردۂ کشاکشِ عہدِ حیات ہوں
مشکل ترے بغیر نہ آساں ترے بغیر

امید یک نظر میں ہر آئینۂ جمال
ایک ایک میری جان کا خواہاں ترے بغیر

رخصت طلب ہے آج غمِ ہوش و ہوشِ غم
دو اک گھڑی کا اور ہوں مہماں ترے بغیر

ٹھہرا نہ ایک وضع پہ سو بار ہوچکا
کافر ترے بغیر مسلماں ترے بغیر

کچھ دن سے تیری یاد کی محفل اداس ہے
اب چل بسے گا انجمِ غزلخواں ترے بغیر

O

منقبت

رسوا ہو عین چوک میں اسلام کا نشاں
گھر میں خدا کے کفر کی تبلیغ الاماں

منبر کا احترام نہ مسجد کی آبرو
باطل پہ جمع ہوگئے کعبہ کے پاسباں

تقریر کے لحاظ سے ہر بات بے محل
مصرف کے اعتبار سے ہر لفظ رائے گاں

مذموم طرزِ فکر سے سہما ہوا دماغ
بے ربطیٔ سخن سے لرزتی ہوئی زباں

تاریک راستوں میں ضلالت کی پیروی
بھٹکا ہوا منازلِ عصمت سے کارواں

نکلے ہوئے پناہِ رسالت پناہ سے
چھوڑے ہوئے خلافت برحق کا آستاں

اقدامِ ناروا پہ یگانوں کا احتجاج
اُٹھتی ہوئی خود اپنے ہی حلقہ سے انگلیاں

ماہِ رجب کے دور میں توہین لفظ یوم
یعنی بھری بہار میں افسانۂ خزاں

قرآن کی فضا میں ابو جہل کا مقام
تکبیر کے حصار میں ناقوس نغمہ خواں

ابلیس کی جبیں سے سوال شعاعِ نور
افلاسِ ذہن و فکر پہ اخلاص کا گماں

پیغمبرِ گناہ سے بخشش کا آسرا
دوزخ کی آگ سے طلبِ راحت جناں

فرعون کی مدد سے رسائی کلیم تک
یوسف کے بدلے اک حبشی روحِ کارواں

لکھنے کو اسم پاک محمدؐ سکونِ روح
فرمانِ کلّلا کی اذیت سے نیم جاں

حدِ گناہِ فکر ثنائے امیر شام
دور از ثواب مدحتِ مولائے دوجہاں

دشمن سے اہلبیت کے اقرارِ دوستی
یہ بات سنیوں کی شریعت میں ہے کہاں

ان کی نگاہ میں ہے یہ تحریک ناروا
اس کے خلاف سب علما دے چکے بیاں

چہروں پہ سنیت کا جو عرصے سے تھا نقاب
لو ہو گیا اُتر کے عقیدے کا ترجماں

کیونکر سکونِ قلب سے سنتے خدا پرست
وہ بات جو مزاجِ مشیت پہ ہو گراں

آخر نوائے حق نے کیا اس طرح نزول
جیسے گریں گناہ کے خرمن پہ بجلیاں

عباسؑ کے غلاموں نے کس بل دکھا دیئے
عباسؑ کے جلال کا کیا کیجئے بیاں

نسبت مجھے بھی ہے بنی ہاشم کے چاند سے   میں بھی ہوں اس جری کا اک ادنیٰ سا مدح خواں
دشمن کو اس کی تیغ سے یوں مل گئی اماں   یہ شیر تھا حسینؑ کے مقصد کا راز داں
شبیرؑ کے کرم سے ہے توحید سربلند   عباسؑ کے علم سے ہے اسلام کا نشاں
اس کا علم ہے رونق ہر منبر و ضریح   وہ آج بھی ہے دینِ خدا کا نگاہباں
وہ سو رہا ہے کون جبیں جس کی چھو سکے   عباسؑ ذی شرف کی جلالت کا آستاں
آیا بھی وہ نہ تھا ابھی بزمِ شہود میں   ارشاد فاطمہؑ نے کیا میں ہوں اس کی ماں
پیغمبرِ وفا ہے وفا کا امام ہے   کونین میں ہے اس کی امامت بھی جاوداں
عباسؑ کی مثال علیؑ کے سوا کہاں   رستم سے کیوں مثال دوں قرآں درمیاں
لپٹی ہوئی علم سے ہے اسلام کی حیات   پرچم کے زیر سایہ شریعت ہوئی جواں
اس کا خیال آتا ہے حرفِ وفا کے ساتھ   ذہنوں میں علقمہ کی اُبھرتی ہے داستاں
اس منصبِ جلیل کے قابل تھا اور کون   شبیرؑ کی نظر میں تھیں حیدرؑ کی انگلیاں
صورت وہ تھی کہ حسن تھا یوسفؑ کا دم بخود   قوت یہ تھی کہ شیر کی جیسے کلائیاں
اس کے تصرفات کو حاصل ہوا فروغ   معصوم و حق طراز نگاہوں کے درمیاں

مشکل کشا کا لال بھی مشکل کُشا بھی ہے
کیونکر نہ پھر ہو قبلۂ حاجاتِ آستاں

O

منقبت

السلام اے شرفِ جوہرِ شمشیر زنی   اے علمدارؑ و سپہدار حسینؑ ابن علیؑ
اے شجاعت کے جمالِ ابدی و ازلی   آفرینش نے بھی خود بڑھ کے سلامی تجھے دی
سر اٹھایا تو بہت ظلم کی رو بڑھ نہ سکی   کجکلاہی سے تری ہوگئی دنیا سیدھی

میں خداوند وفا کہہ کے بھی کچھ کہہ نہ سکا
تو نے تشکیلِ وفا اس نئے عنوان سے کی

بانکپن دیکھ کے گھبرا گئے افکار و عقول
شان ہوتی ہے خدا ساز مجاہد کی یہی

روزِ عاشور کے طوفانِ جلالت کی قسم
نہ ہوئی آج تک الفاظ میں تصویر کشی

جسے گہوارۂ اصغرؑ میں سلا آیا تھا
لبِ دریا بھی تو چونکی نہ تری تشنہ لبی

درِ شبیرؑ سے کیا آنکھ ملاتا کوئی
تیرے دم تک تری ہیبت کی نگہبانی تھی

کربلا کے لیے محفوظ تھا یہ عزّ و شرف
جنگِ صفین و جمل کی ترے قابل ہی نہ تھی

مردِ میدانِ شجاعت شہِ مرداںؑ کے خلف
تجھ سے مردانِ خدا کرتے ہیں ہمّت جلی

اللہ اللہ ترا زاویۂ فکر و نظر
روشِ اہلِ وفا نقشِ قدم تک نہ گئی

بازؤں کی ترے تفسیر کوئی کیا کرتا
یہ شجاعت کے صحیفہ میں ہیں آیاتِ جلی

ڈبڈبائے ہوئے تھے اشکِ سکینہؑ شاید
علقمہ دیکھ رہی تھی تری آنکھوں میں تری

فضلِ خالق سے ابوالفضلؑ ملا تجھ کو خطاب
پھر ترے بعد کسی کو یہ بزرگی نہ ملی

پوچھتا کیا ہے زمانہ ترا اندازِ خرام
دھار تلوار کی جادہ ہے روشِ صف شکنی

آلِ ہاشم کے قمر چاندسی صورت والے
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

سجدے کرتا ہے ترے در پہ ہر اک مصرعِ نو
میرے جذبے ہیں نرالے مری توفیق نئی

میں ہوں خلّاقِ معانی تری مدحت کے طفیل
دُرِ مضموں سے بھری رہتی ہے دل کی جھولی

میں جسے چاہوں بناؤں اسے سلطانِ سخن
میری تحویل میں ہے مُلکِ سخن کی شاہی

ہو جو بیگانہ روی سے یہ زمانہ ہے خلاف
سب ترے علم میں ہے نجم کی آشفتہ سری

○

قصیدہ

یہ بارگہِ عرش نشاں منزلِ عظمت — صدیوں سے ہے میخانۂ اربابِ مودّت
پینے کو یہاں ملتی ہے اُس ہاتھ سے واعظ — کونین کی طاعت سے گراں جس کی ہے ضربت
چمکا ہوا میخاروں کا ہے اخترِ اقبال — اس بزم سے ہے چاند ستاروں کو عقیدت
راضی ہیں جو مداحوں سے احمد بھی علی بھی — اس بزم کو بخشا ہے کمال ازرہِ شفقت
ملت پہ جو ہوگا کرمِ داورِ محشر — طبقہ یہ چلا جائے گا سیدھا سوئے جنت
بھائی ہے وہ سردار جوانانِ جناں کا — منسوب ہے جس سے یہ علم یہ در دولت
اس بزم پہ رکھتے ہیں نظر لطف و کرم کی — سرکارِ ابو القاسمؐ و دارائے رسالت
یہ بزمِ ادب سلسلۂ نور ہدا ہے — اس بزم سے ملتی ہے زمانہ کو ہدایت
یہ ہے وہ مقام شرف و بابِ تقدس — زائر کو عبادات سے ملتی نہیں فرصت
حلقہ کسی ماتم کا کبھی دور فضائل — قرآن کی تفسیر قصیدہ کی تلاوت
میخانہ کا میخانہ ہے کعبہ کا ہے کعبہ — پڑھتی ہیں نمازیں یہاں رندوں کی جماعت
ساقی بھی سخی رند بھی پیرو ہیں اسی کے — پھیلاتے ہیں دنیا میں شبِ جمعہ کی برکت
کم حوصلہ و تنگ نظر کوئی نہیں ہے — پیاسے ہوں جو آجائیں یہاں عام ہے دعوت
ہوجاتا ہے ہم ایسے فقیروں کا بھی پھیرا — محسوس جو ہوتی ہے کبھی نشہ کی قلت
ساقی سے جو لیتے ہیں چھلکتا ہوا ساغر — وہ رند ہیں بڑھ جاتی ہے نبضوں کی حرارت
دو گھونٹ میں چہروں پہ پڑھیں نور کی لہریں — چھپتی ہی نہیں بادہ و ساغر کی شرافت
میخانے کبھی بند نہ ہونے دیے ہم نے — جاری رہی ہر دور میں ساقی کی شریعت
پیتے تھے ہم اس وقت بھی سر پیچ کے اپنا — پہرے پہ تھے جلاد مخالف تھی حکومت
کج تھیں اسی تیور سے جبینوں پہ کلاہیں — چہروں پہ وہی میکدۂ خم کی جلالت
مقتل میں بھی تھا بادہ گساری کا قرینہ — زنداں میں بھی بچھی ہوئی تھی مسندِ عشرت

ہاتھ اپنے کٹائے کبھی اک جام کی خاطر — جان اپنی لگادی کبھی اک گھونٹ کی قیمت
کیا جوشِ تولا میں سنائے ہیں ترانے — سولی پہ بڑھی اور بھی نشہ کی حرارت
ساقی کی ثنا کی ہے ہر اک خطرۂ خوں نے — جب موجِ زباں بھی نہ رہی منہ میں سلامت
پھر آج بہ بانگِ دہل اے دوست پئیں گے — واجب ہے ہر اک دور میں اعلانِ مودت
اسلام نے پھر ورد کیا نادِ علیؑ کا — اک اور علیؑ کی ہوئی دنیا میں ضرورت
صلواۃ کے نعروں کی ذرا لے تو بڑھادو — مطلع وہ سناتا ہوں جو ہے نازشِ مدحت

مطلع

عباسؑ مزاج شرف و معنیٔ عظمت — اجلالِ مشیت ہے تری شانِ جلالت
تو ہے وہ جری جس نے حدیں توڑ کے رکھ دیں — سنتے تھے کہ محدود ہے انسان کی طاقت
اے نورِ ازل تو نے لباسِ بشری میں — کس درجہ بڑھایا ہے وقارِ بشریت
اے جانِ وفا تیری اجازت ہو تو کہہ دوں — زیبا ہے لقب تیرا علمدارِ محبت
قائم ہے ابھی تک ترے آثار سے دنیا — زندہ ہے ابھی تک ترے ایثار سے ملت
بے جان میں جان آگئی سقّہ جو بنا تو — کیا مشک کو اعزاز ملا تیری بدولت
سمجھی تھی یہ دنیا ترے اقدام سے پہلے — مفہومِ وفا اور نہ معیارِ شجاعت
اللہ رے بزرگی تری ماہِ بنی ہاشم — نو مہرِ امامت ہیں ترے قائلِ عظمت
اے مصحفِ اخلاصِ عمل حُسن کی صورت — رایت ہے ترے دوش پہ قرآن کی آیت
طوبیٰ نے کیا جھک کے سرِ چرخ سے مجرا — دیکھا جو ترے حُسنِ عمل کا قد و قامت
اس مرکزِ قوت کی ثنا کس سے ہے ممکن — ہو جس کی حفاظت میں پیمبرؐ کی امانت
ورثہ میں علیؑ عقدہ کشائی بھی حلم بھی — تیرے لیے مخصوص تھی یہ شانِ وراثت
اللہ رے وفا ہاتھ نہ پانی کو لگایا — دریا کی ہر اک موج کو بوسہ کی تھی حسرت
کرّار کے دلبند تری شان ہے یہ بھی — قبضہ ہے علم پر ترا تا قربِ قیامت
یہ تجھ کو شہادت سے فضیلت ہوئی حاصل — یا تیری شہادت پہ شہادت کو فضیلت
ہنگامۂ ساحل میں وہ تلوار چلائی — اٹھ جائے کبھی جیسے بگڑ کر یدِ قدرت

اب اور کوئی حق کا علمدار نہ ہوگا لیں گے ترے ہاتھوں سے علم حضرتِ حجتؑ
اسلام کے دل کفر کے ماحول میں پہنچا لہروں پہ ترے خون کی پیغامِ شریعت
روضہ پہ لرزتی ہوئی اٹھتی ہیں نگاہیں تیرہ سو برس بعد بھی ہے آج یہ ہیبت
غصہ نہ دلائے جو کوئی دشمنِ شبیرؑ
سر تا بقدم تو ہے محبت ہی محبت

منقبت

ثنائے ثانیِ زہراؑ میں کیا کروں تحریر کہ خامہ لکھتا ہے ہر پھر کے آیۂ تطہیر
مقامِ حلم میں ہے حلمِ فاطمہؑ کی نظیر جلال اس کا ہے بالکل جلالِ خیبر گیر
قلم اٹھاتا ہوں تھم تھم کے یوں بہ پاسِ ادب پڑی ہے جیسے مرے پائے فکر میں زنجیر
ظہور اس کا ہے اس طرح بزمِ ہستی میں حجابِ نور میں جیسے پیمبری کا ضمیر
اسی کے دم سے ہوئی فتح جنگِ کرب و بلا کہ اس کا صبر ہے تکمیلِ مقصدِ شبیرؑ
کلام موجبِ صبر و سکونِ اہلِ حرم نگاہ باعثِ تسکینِ اصغرؑ بے شیر
اسی کے ذہن اسی کے دماغ نے کی ہے بنائے مجلس و ماتم سے قوم کی تعمیر
یہ اہتمام نہ کرتی جو اس کی فکر و نظر تو بھول جاتا زمانہ شہادتِ شبیرؑ
مدینۂ نبویؐ ہو کہ شام کا دربار کہیں بصورتِ قرآں ہے وہ کہیں تفسیر
وہ عالمہ نہ کسی سے لیا سبق جس نے کہ اس کے ساتھ ہوئی خلقِ علم کی تنویر
لرز لرز گئے دیوار و در دماغوں کے دیارِ شام میں اس دبدبہ سے کی تقریر
وہ ہے بزرگ دو عالم میں نو اماموں کی پھر اس کے بعد کسی کو ملی نہ یہ توقیر

امامِ وقت بھی تھے اس کی ہی حفاظت میں سپرد اس کے تھی ایک اک امانتِ شبیرؑ
اب اس کے بعد میں اے نجم کیا کہوں آخر
فضائے رعب و جلالت ہے میری دامن گیر

O

منقبت

شرف کچھ کم نہیں عونؑ و محمدؑ کی ولادت کا
مدینہ میں اضافہ ہوگیا نور اور نکہت کا
بنی ہاشم ہیں اس پر مرتبہ پایا شہادت کا
نہ ہو کیوں غلغلہ پھر حُسن صورت حُسن سیرت کا
ابھی آتا ہے یہ تحفہ نگارستانِ معنی سے
تر و تازہ ہے گلدستہ بہارستانِ مدحت کا
دوگانہ شکر کا پڑھنا ہے مدحت کے مصلّے پر
خدا نے دن دکھایا شاہزادوں کی ولادت کا
کسی کو کیا خبر دو ناصرِ شبیرؑ آئے ہیں
فقط زینب کو اندازہ ہے چہروں کی جلالت کا
وفا پر دے کے جانیں عین ایامِ جوانی میں
بہت معیار اونچا کردیا انساں کی عظمت کا
یہ بالاتر ہیں آدم سے یہ نازِ آدمیت ہیں
غلاموں کو ملا ہے ان سے منصب آدمیت کا
کبھی تو مدحِ اہلِ بیت میں بھی صرف کر واعظ
جو طعن و طنز سے مل جائے تجھ کو وقت فرصت کا
تشدد لاکھ ہو ہم پر تدارک کچھ نہیں ہوتا
نمونہ دیکھ لیجیے آج اسلامی حکومت کا
گزرتی ہے جو ہم اہلِ ولا پر ہم ہی واقف ہیں
ہمیں ہے فخر حاصل جذبۂ حق کی حفاظت کا
کڑکتی بجلیوں کا ان کی تلواروں میں عالم ہے
ابھی کمسن ہیں لیکن وار کرتے ہیں قیامت کا
میں نجم اپنا فریضہ جانتا ہوں یہ ثنا گوئی
مرا مقصد نہیں اظہار اپنی قابلیت کا

O

قوم کی ماں

اے علیؑ کی لاڈلی آغوشِ زہراؑ کی پلی
ہو بہو صورت میں زہراؑ اور تیور میں علیؑ

اپنے بھائی کی بہن روحِ بہارِ کربلا
پیکرِ ہمت شریکِ کارزارِ کربلا

کیا صفیں الٹی ہیں جرأت کے گواہوں نے ترے
دودھ کی طاقت دکھا دی کجکلاہوں نے ترے

تیرے اک خطبہ سے کوفہ میں دہائی ہوگئی
لب کشائی کیا ہوئی خیبر کشائی ہوگئی

تیرے لہجہ سے لسان اللہ کا لحن آشکار
اے غریبِ کربلا قرآن کی سرمایہ دار

تیرا اسوہ زندگی ہے حریت کے نام کی
قید میں مشکلکشا تھی ملتِ اسلام کی

نقص آ سکتا ہے عزت کے خزانے میں کوئی
جیسے قرآں جا کے رکھ دے قید خانے میں کوئی

صنفِ نسواں کو ترے ہم صنف ہونے پر ہے ناز
اے حرم کی قافلہ سالار و عقلِ کارساز

علم تکوینی ہے تیرا اور عمل حُسنِ عمل
اللہ اللہ کربلا کی آخری مشکل کا حل

تیری ہستی آیۂ تطہیر کی تفسیر تھی
تیرے چہرہ کی جلالت چادرِ تطہیر تھی

تو نے مجلس کی بنا سے قوم کی تعمیر کی
قوم کی ماں اور بیٹی شاہِ خیبر گیر کی

○

منقبت

آ گیا ہوں مدحِ اصغرؑ تک بعنوانِ حسینؑ
شکر کے سجدے میں ہے اب میرے خامہ کی جبیں

اس کی صورت نے دکھایا جلوۂ حُسن آفریں
عشق صادق ہو تو بے دیکھے بھی آتا ہے یقیں

اے سراپا حُسن اصغرؑ اے علیؑ چار میں
تیری ہی صورت میں نکھرا حُسن صورت آفریں

مدح کے عالم میں ہر مصرعہ پہ ہل جاتا ہے دل
میرے دل کی جنبشیں لکھ لیں کراماً کاتبیں

اللہ اللہ اک تبسم میں یہ طاقت یہ جلال
تھی امامت درمیاں ورنہ الٹ جاتی زمیں

داد دیں حُسنِ عمل کی اس کے پیغمبرؐ امام
میری کیا ہستی کہوں میں آفریں صد آفریں

منفرد ہے ذاتِ اصغرؑ ورنہ دو اس کا جواب
جانشیں ہے کون اس کا وہ ہے کس کا جانشیں

کون ہے شیرؑ کے ہاتھوں پہ ساحل نے کہا
موج دریا نے صدا دی رحمتہ للعالمیں

بس نہ تھا کچھ ورنہ جب ہاتھوں پہ لائے ہیں حسینؑ
جی کڑا کر کے اٹھا ہی لیتے جبریلؑ امیں

شاعرِ یورپ ثنا خواں ہے زہے شانِ عمل
ساری دنیا میں مثال ایسی نہیں ملتی کہیں

مطمئن بیٹھا ہوں میں اس کی محبت کے طفیل
دل کے احساسات میں اب کوئی گنجایش نہیں

جس زمین شعر میں کرتا ہوں مدحِ اہل بیتؑ
یوں بھلی لگتی ہے جیسے ہو وطن کی سرزمیں

شغلِ مدحت میں فرشتہ موت کا آیا اگر
میں کہوں گا اک ذرا ٹھہرو ابھی فرصت نہیں

تیرا محتاجِ کرم ہوں ورنہ اے عرشِ آستاں
میں تیرے در پہ کھڑے ہونے کے بھی قابل نہیں

ہند میں جیسے ہیں ایسے چاہنے والے کہاں
تو کہیں تیرے پرستاروں کی منزل ہے کہیں

اہل بیتؑ مصطفٰےؐ میں کیا سوال امتیاز
اک علیؑ اولیں ہے اک علیؑ چار میں

منقبت کرتا ہوں اس مصرعہ پہ کاشفؔ کے تمام
السلام اے سایۂ ات خورشیدِ رب العالمیں

منقبت

دینِ فطرت جو کرے گا استوار آہی گیا   دردِ دل کے تکملہ کا ذمہ دار آ ہی گیا
ہم نہ کہتے تھے جسے آنا ہے آئے گا ضرور   جان صدقے دل فدا آنکھیں نثار آہی گیا
جب ضرورت اک علیؑ کی پھر ہوئی میدان میں   چھ مہینے کا علیؑ مردانہ وار آہی گیا
نعرۂ صلواۃ کی محفل میں بارش ہوگئی   ذکر اس کا صورتِ ابرِ بہار آہی گیا

پندرہ ماہ رجب کی مجھ کو دعوت جب ملی
اور کچھ دن زندگی کا اعتبار آہی گیا

○

منقبت

مظہرِ معصومیت اے فاطمہؑ کی ورثہ دار   کون پاسکتا ہے تیری منزلِ صبروقرار
راہِ حق میں ہر قدم ایثار کی تفصیل تھا   تیرا منصب مقصدِ شبیرؑ کی تکمیل تھا
تیرے لفظوں نے لسان اللہ کی تفسیر کی   اپنے بابا کی زباں سے کی جہاں تقریر کی
سوئے میداں اذنِ جنگِ کربلا لے کر گئے   تجھ سے اٹھارہ بنی ہاشم رضا لے کر گئے
تیری عزت پر درود اور تیری عظمت پر سلام   تیرے سایہ میں پلا کونین کا چوتھا امام

غاصبانِ شام و کوفہ کی سماعت دنگ تھی
تیرے اک اک لفظ میں کیا بے تشدد جنگ تھی

○

منقبت

عباسؑ ہیں نظر میں ولا کا شباب ہے — سوتا ہوں جاگتا ہوں تصوّر ہے خواب ہے
مدّاح جس کا ہوں وہ جلالت مآب ہے — دیکھوں تو کون کون مرا ہمرکاب ہے
حاصل ہے جس کو مدح کی منزل میں دستِ غیب — اس کے ثناگروں میں وہی کامیاب ہے
میں ہوں اس اجتہاد کی مسند پہ جلوہ گر — میرے مقلدوں میں ہر ایک انتخاب ہے
ہم بزمِ میگساروں سے الجھے نہ ہم کبھی — سلجھاتی ہے دماغ یہ ایسی شراب ہے
پہنچے کوئی ضرر بھی جو اپنوں کے ہاتھ سے — ہم وہ ہیں انتقام سے بھی اجتناب ہے
تابِ سخن بھی قوتِ بازو بھی ہے مگر — یہ صبر و ضبط بہرِ حصولِ ثواب ہے
غیروں کا مسئلہ ہو تو وہ اور بات ہے — لیکن مصالحت بھی شریکِ نصاب ہے
اے دوست اہلِ بیتؑ کے اسوہ پہ کر نظر — حاصل اگر تجھے شرفِ انتساب ہے
تقلیدِ اہلِ بیتؑ عمل میں نہ کی اگر — پھر مدح کا صلہ بھی خیال اور خواب ہے
عالم میں کربلا کے مجاہد ہیں انتخاب — عباسؑ ان مجاہدوں میں انتخاب ہے
آساں نہیں ہے اس کی جلالت پہ تبصرہ — دل کو مقامِ مدح میں بھی اضطراب ہے
نسبت سے اس کی فضل و شرف کو ملا وجود — قسمت ہے ان کی اس سے جسے انتساب ہے
اس کی نظر میں ساحل و میدان بے بساط — دریا بھی اس کے سامنے چشمِ پُر آب ہے
صورت کی شان یہ ہے کہ یوسفؑ ہیں دم بخود — سیرت کا حسن جان و دلِ بوترابؑ ہے
آنکھیں نبوت اور امامت کی ہیں نقیب — پیشانئ بلند خدا کی کتاب ہے
کیا اس کی معرفت کا ہے عالم نہ پوچھیے — سوچا تو صبحِ نور ہے دیکھا تو خواب ہے
تو فاتحِ فرات ہے عباسِؑ ذی شرف — کس کو ہُوا نصیب جو تیرا خطاب ہے

اس کی ولا میں نجمؔ عرض ہے کہ ہے خلوص
در پیش ابھی یہ مرحلہ احتساب ہے

○

منقبت

آیا مری زباں پہ جب مدح کا ترانہ   روحی فداک کہہ کر چپ رہ گیا زمانہ
میرے نصیب میں تھا مطلع یہ عارفانہ   مصرع ہیں مدح کے دو یا عید کا دوگانہ
میری زباں پہ اس کی مدحت کا ہے ترانہ   جس کو لسانِ قدرت کہتا ہے ہر زمانہ
گزرے مَلک بھی میرے باغِ سخن کی حد سے   ممکن ہے اک نظر بھی ڈالی ہو طائرانہ
جس کو خدا بہت سے انسان کہہ رہے ہوں   کیا اس کی مدح میں ہو گنجائشِ فسانہ
جو خارجی ہیں وہ ہیں خارج از آدمیت   اس کے محب ہیں ورنہ بیگانہ و یگانہ
عیدِ صیام کیا ہے کیا عیدِ ماہ قرباں   اس عید پہ تصدق ہر عید ہر زمانہ
اس عید نے بنایا سرمایۂ حقیقت   یہ عید گر نہ ہوتی اسلام تھا فسانہ
وہ کون سو رہا تھا خیبر کو فتح کرتا   ہوتی یمن میں کس کی تقریر عالمانہ
بعدِ نبیؐ خلافت ہر رُخ سے ہے علیؑ کی   کس نے لگادیا یہ غیروں کا ساخسانہ
دام و درم سے اپنے علم وعمل سے اپنے   مولاؑ نے بھر دیا ہے اسلام کا خزانہ
دنیا میں بات رکھ لی اسلام کی علیؑ نے   گزرا ہے اے مسلماں ہر دور ظالمانہ
اک وار کی بھی حد تک اس نے پہل نہیں کی   جنگیں بہت لڑی ہیں لیکن مدافعانہ
جب بھی اسی کے سب سے بڑھ کر رہے فضائل   جب کھل گیا حدیثیں ڈھلنے کا کارخانہ
تسلیم کر رہے ہیں ہم اس کی حکمرانی   تا حشر جس کا پوتا ہے صاحبِ زمانہ
مدحت نہ کی علیؑ کی گر آخری نفس تک   یہ مرگِ شاعری ہے اور خبطِ شاعرانہ
یہ فتح یا بیاں تھیں سب اس کے دم قدم سے   رکھ دو کسی کے سر پہ اب تاج فاتحانہ
چوتھا خلیفہ اس کو کہدوں خدا نہ کہدوں   اس سے کہیں ہے بہتر یہ مدحِ کافرانہ
ہر شجرۂ تصوّف اس تک پہنچ رہا ہے   لیکن کہی کسی نے یہ بات منصفانہ
مجرم ہوں میں غلو کا قصر اُن کو ہو مبارک   ہے دینِ شیخ صاحب اب درسِ ناصحانہ

مدحت کو اس کے آگے میری زباں نہ کھلتی
قسمت سے کر رہا ہوں توصیفِ غائبانہ

ہر اک صفت پہ اس کی دل بولتا ہے میرا
وہ اور ہوں گے جن کا مسلک ہے راویانہ

ہندی سہی مگر ہوں مولاؑ کے در کا شاعر
عرفؔی سے ہو رہی ہے چشمکِ معاصرانہ

میں مدح کر رہا ہوں بے فکر اجر و اجرت
کس کو نصیب ہے یہ اندازِ شاعرانہ

ہاں اے سفیرِ فطرت بن جائے نظم میری
ایمان کا وظیفہ اسلام کا ترانہ

کہنے کی بات کہہ دوں بگڑے کوئی تو بگڑے
مجھ کو نہیں گوارا توصیف تاجرانہ

جب حق کا مسئلہ ہو ڈرتا نہیں کسی سے
ورنہ میری روش ہے اکثر مصالحانہ

جو درد کا ہے مالک اس کی پناہ میں ہوں
مجھ کو مٹائے گی کیا بے دردیِ زمانہ

جنت کی نکہتوں نے جادے بنا دیے ہیں
ہے اس کے مدح گو کا پھولوں میں آشیانہ

اونچا کر اور اونچا یہ منقبت کا پرچم
مائل بہ سرکشی ہے کچھ روز سے زمانہ

اعدا کی سرزنش کو دے وہ قلم میں قوت
جو موسوی عصا کا زندہ کرے فسانہ

میری خصوصیت ہے تخلیق وضعِ نو کی
اوروں کو ہو مبارک اندازِ عامیانہ

یوں ہے رواں ولا میں میرا قلم خراماں
جیسے کسی حسیں کی رفتارِ والہانہ

ہوتی ہے بار اکثر حق بات سامعہ پر
کہہ دیجیے قصیدہ ہے یہ مناظرانہ

○

منقبت

حُسنِ حسنؑ کی مدح میں گزرے اگر حیات
ہر روز روزِ عید ہو ہر شب شبِ برات

پیغامِ صلح پر جو کیا اس نے التفات
کتنی بلند ہوگئی انسانیت کی بات

تا حشر احترام کریں گے خدا پرست
بخشا ہے اس نے صلح کو وہ خلعتِ حیات

پاکیزگیِ روح بعید از تصورات پیکر کے اعتبار سے روحِ جمالیات
حق ناشناس کے لیے اک زہر ہے یہ بات اس گھر کے اعتبار سے قائم ہے کائنات
عشرہ کے دن بھی صبر کیا یہ ہے اور بات ورنہ ہے کہ ان کے ہاتھ میں تقدیرِ کائنات
جھوٹی روایتوں کا ہے یوں سامعہ پہ ہات کانوں سے ان کے دور ہی رہتی ہے حق کی بات
اس بزمِ عطر بیز میں کیا ان کے نام لوں بُو دیتے ہیں فساد کی جن کے تصورات
تیرہ سو سال سے ہے ہوا فاصلہ مگر اژدر کی طرح رینگ کے پہنچی ہے ان کی بات
ملتے ہیں ایسے آج بھی ملّائے کم سواد جن کے خلافِ آلِ پیمبرؐ ہیں درسیات
جن کی بغل میں ایسی کتابیں ہیں شرم سار ہے علم پہ عذابِ خدا جن کا التفات
خامہ لرزتا ہے کوئی آیت لکھیں اگر قرآن کانپتا ہے لگاتے ہیں جب یہ ہات
مولاؑ کے دشمنوں کی صفائی کے ہیں گواہ ان کی زباں سے تنگ ہے الفاظ کی حیات
روزہ نے بھول کر بھی لگایا نہ ان کو منہ فاقہ کے بھی ہوئے نہ میسّر توجہات
ان کی نماز رسم ہے ان کی دعا ہوس ہوں دشمنِ حسینؑ سے جن کو توقعات
الفت معاویہ سے عقیدت یزید سے جیسے یہی تھے دینِ خدا کے مطالبات
آبِ وضو کو ان سے تنفر ہے اس قدر بے زار جیسے لشکرِ اشرار سے فرات
دشمن کا اہلبیتؑ کے آتا ہے جب خیال جی چاہتا ہے چھوڑ دوں لفظی تکلفات
خود روک دیتی ہے مجھے تہذیبِ اہلبیتؑ رہ جاتا ہے تڑپ کے ہجومِ تاثرات
اسلام کو مٹائے گا بوجہل وقت کیا مدحِ حسنؑ ہے ملّتِ اسلام کی حیات
بھرتا ہے دم حسینؑ کا زورِ یداللّٰہی خلقِ پیمبریؐ کو حسنؑ سے ملا ثبات
ایسے حسیں کا نام نہ کیوں کر حسینؑ ہو جو کائناتِ حُسن ہے جو حُسنِ کائنات
ماحولِ ظلم و جور میں تکمیلِ صبر سے پورے کیے ہیں دینِ خدا کے توقعات
اس قوم نے دیا ہے ہمیں کربلا کا غم تیرے کرم سے جس کو دوبارہ ملی حیات
میں سوچتا ہوں عرض ہی کر دوں حضورؐ میں دل سے تڑپ کے آ ہی گئی جب لبوں پہ بات
مولاؑ ترے کرم کا یہ مصرف نہ ہو کہیں مل جائے نار سے نہ عدو کو ترے نجات

مردانِ حق پسند میں کیا اس کا تذکرہ
اوڑھے ڈوپٹہ پھرتا ہے جو مردِ بدصفات

اپنے خیالِ خام میں اسلام کی سپر
اسلام کی نظر میں اسیرِ توہمات

جس سے اویسؓ و بوذرؓ و سلماںؓ تھے جرعہ کش
اب بھی کھلا ہوا ہے وہ میخانۂ صفات

اسلام جب دورا ہے پہ تھا صلح و جنگ کے
ٹھہری تھی اس کے فیصلہ پہ امرِ حق کی بات

دونوں نواسے پشت پہ سجدے میں تھے رسولؐ
کیا یہ بھی ہیں عبادتِ حق کے لوازمات

ہر اک بشر کو اس کی محبت نہیں نصیب
اہلِ ولا کے ساتھ ہے اہلِ ولا کی بات

فردوسِ اہلِ دل ہے مودّت کی زندگی
اس زندگی میں دن ہے نہ اس زندگی میں رات

ہم تجمؔ چار روز کے مہمان ہیں مگر
رہ جائیں گے یہ شعر و ادب کے تبرکات

○

قصیدہ

حمد کی تحریک ہے جس میں وہ منظر دیکھئے
حُسنِ اکبرؑ مصرفِ اللہ اکبر دیکھئے

نورِ خالق ہے تصور میں وہ آ سکتا نہیں
ہو تصور پر جو قابو زندگی بھر دیکھئے

شبرؑ و شبیرؑ مل کر ہیں پیمبرؐ کی شبیہ
یہ مگر تنہا ہیں تصویرِ پیمبرؐ دیکھئے

بیچ میں معراج کی شب کا سا پردہ بھی نہیں
کس قدر اللہ سے ہے قربِ اکبر دیکھئے

ملتی جلتی ہے ذرا تشبیہ کامل تو نہیں
زلف و رُخ میں صبحِ خلد و شامِ کوثر دیکھئے

صوتِ اکبرؑ لحنِ پیمبرؐ کا ارکانِ اذاں
مجملاً بھی ذکر ہے کیا روح پرور دیکھئے

تا قیامت ایک حل ہے حسرتِ دیدار کا
مدح کے لفظوں میں جذباتِ ثنا گر دیکھئے

جنگ سے کتنا اہم تھا اذنِ میداں کا سوال
کرلیا اُس شیر نے یہ معرکہ سر دیکھئے

رائے صائب ہے یہی وصف دیانت ہو اگر　　سارے مداحوں کو اس منزل میں یکسر دیکھئے
سب برابر ہیں یہاں چھوٹا بڑا کوئی نہیں　　اتباعِ سیرتِ آلِ پیمبرؐ دیکھئے
مدحتِ آلِ نبیؐ ہی ہے نمودِ شاعری　　غور سے معیارِ افکارِ سخن ور دیکھئے
کربلا کا واقعہ ہے درد افزائے غزل　　درد ہے اردو ادب کا خاص جوہر دیکھئے
نازشِ آئینِ فطرت کیوں نہ ہو ان کا وجود　　کس قدر احسان ہیں انسانیت پر دیکھئے
اک مسلسل مسئلہ ہے اس کی مدحت کی شراب　　خلقتِ اوّل سے اب تک دورِ ساغر دیکھئے
کوئی موقع جاں نثاری کا جو آجائے کبھی　　یہ بڑی خوش قسمتی ہے جان دے کر دیکھئے

سربہ سجدہ خامہ دل بے تاب لرزش ہاتھ میں
مدح کے میدان میں عجزِ سخنور دیکھئے

O

منقبت

داستاں اصغرؑ کی ہے تفسیرِ قرآنِ کریم　　اس کی انگلی کا اشارہ ہے صراطِ مستقیم
باپ کے ہاتھوں پہ اس کی سربلندی تھی عظیم　　اب مزا دیتا نہیں افسانۂ طور و کلیم
سب سے کم سن تھا یہی مردِ صراطِ مستقیم　　کیا عجب اصغرؑ اگر ہو معنیِ ذبحِ عظیم
جذبۂ درد محبت پہ ہے احسانِ عظیم　　دل کسی کا ہو اگر اس کی محبت میں دونیم
چھ مہینہ میں علی اصغرؑ کی قدرت دیکھنا　　بن گئی گہوارے سے میداں تک اک مردِ عظیم
کیا ہاتھوں ہاتھ پہنچا جنگ کے میدان میں　　پاؤں سے لپٹی ہوئی تھی اس کے راہِ مستقیم
مجھ کو حاصل ہے یہ اصغرؑ کی ثنا میں امتیاز　　مری اک اک سانس ہے فردوس کی موجِ نسیم
روکنے کا قصد ماں نے اور نہ بہنوں نے کیا　　اللہ اللہ کس قدر اصغرؑ کا تھا عزمِ صمیم

درد کی دنیا ابد تک لا نہیں سکتی مثال
اک تبسم کر گیا ہے اس کا وہ کارِ عظیم

ہمتیں اس نے بڑھا دیں صاحبانِ عزم کی
اس کے صدقے میں ہوئے ہیں سینکڑوں کارِ عظیم

جان دے کر ذہنِ انسانی کو روشن کر دیا
اے شہید ابن شہید اور اے کریم ابن کریم

نجم میں قائل نہیں ہوں انکسار و عجز کا
میں ہوں سلطانِ سخن اور فکرِ برحق ہے ندیم

○

منقبت

کیا پوچھتے ہو شانِ علیؑ کے فقیر کی
میرے لیے کھلی ہوئی مے ہے غدیر کی

دل پر مرے نظر ہے صغیر و کبیر کی
اس خُم میں بھی شراب بھری ہے غدیر کی

زاہد کے لب پہ جنت و کوثر کا ہے سبق
میں اس سے بات پوچھ رہا ہوں غدیر کی

آئے فرشتے عرش سے تسبیح چھوڑ کر
کیا بات سیدۂ تری نانِ شعیر کی

ہے کون دستگیر یداللہ کے سوا
دستِ خدا ہے شان مرے دستگیر کی

چاہو جسے امیر بنا لو برائے نام
آئی نہیں ہے بات جنابِ امیرؑ کی

اہلِ عزا سے آنکھ پھرائیں گے کیوں علیؑ
جاؤں گا نذر لے کے غمِ دل پذیر کی

کیا ذکرِ خلد کا یہ نہ سونگھیں گے بوئے خلد
کہہ دو منافقوں سے دعا ہے فقیر کی

یاں کون سی کمی ہے نصیری کو کیا کہیں
واعظ کسے خبر ہے کسی کے ضمیر کی

پڑھتا ہوں میں نمازِ ولا جس پہ رات دن
منزل ہے آسماں سے بلند اس حصیر کی

○

قصیدہ

زبانِ کلک سے آواز بسم اللہ کی آئے
سخن کے شہپروں سے جب صدائے یاعلیؑ آئے

بہ فیضِ مدحِ حُسن و عشق کی صورت گری آئے
شعورِ فکر کے چہرے پہ نورِ آگہی آئے

ضعیفی کا زمانہ ہے شبابِ شاعری آئے
مری ہر بیت میں یارب جمالِ یوسفی آئے

کرم سے اس کے ہوں سرمایہ دار اس کی تولاّ کا
جگہ اتنی کہاں جو میرے گھر میں مفلسی آئے

ادب سے ہو نشست الفاظ کی قرطاس مدحت پر
مضامیں لے کے دامن میں مری شائستگی آئے

ہر اک تشدید بے گانہ مفہومِ تشدّد سے
حسنؑ کی مدح میں بھی رنگ صلح و آشتی آئے

علَم بردار ہوں توحید کے جتنے الف آئیں
رسالتؐ کا تصدق ذوقِ معنی پروری آئے

رہے نظروں کا مرکز بائے بسم اللہ کا نقطہ
امامت کے قدم چھو کر قلم کی رہبری آئے

میں شعری آیتوں میں روح بھرتا ہوں مودّت کی
وہ کیا جانیں جنہیں الفاظ کی صورت گری آئے

مقامِ نازِ ابراہیم جس کا خوان نعمت ہو
سخاوت نے دعا کی تھی کوئی ایسا سخی آئے

زہے قسمت جو دم بھر کو مرا سر ہو قدم ان کے
وہ سر ہے دردِ سر جس پر کلاہِ خسروی آئے

کہوں وہ فاطمہؑ کے لاڈلے کی مدح میں مطلع
کہ ہنستا کھیلتا مجھ تک غرورِ شاعری آئے

مشیت تھی خدا کی روشنی پر روشنی آئے
نبیؐ تو آچکے دنیا میں تصویرِ نبیؐ آئے

عجب کیا ہے محبت میں اگر دیوانہ ہو جاؤں
تعجب کیا قدم لینے اگر فرزانگی آئے

دمِ آخر مرے لب پر یہ حرفِ آخری آئے
حسنؑ کا نام لوں پھر موت آئے زندگی آئے

ذرا کردار کا بھی آئینہ ہمراہ لانا ہے
مقابل میں جو کوئی دیدنی نادیدنی آئے

صلوٰۃ و صوم سے جو کم سمجھتا ہو ولا ان کی
خدارا سامنے کوئی نہ ایسا اجنبی آئے

دو پارہ کل ہوا تھا آج سو ٹکڑے نہ ہو جائیں
جو ہمت ہو مقابل چودھویں کا چاند بھی آئے

وہ محرابِ حرم ابرو جلالت خیز پیشانی
نظر پڑتے ہی ہر اک دل میں ذوقِ بندگی آئے

وہ بالاتر ہے سب سے آدمی ہو یا فرشتہ ہو
فرشتہ جس کی خدمت کو بشکلِ آدمی آئے

نبیؐ مرکب بنے ہوں جن کی خاطر صحنِ مسجد میں
کسے اس ماہِ کامل سے خیالِ ہمسری آئے

چراغ طور ہو مدحت کی اک اک بیت میں روشن
وہ چاہے تو دلِ شاعر میں ایسی روشنی آئے

محبت ان کی مانگی جائے جب اجرِ رسالتؐ میں
تو دامن اپنا پھیلا کر نہ کیوں پیغمبری آئے

کوئی رتبہ سمجھ سکتا ہے کیا اس کی امامت کا
گلے جس کو لگانے کے لیے پیغمبری آئے

قرینہ سے پیمبرؐ کو بھی اس کی آرزو ہوگی
امامت کے فلک پر چاند نکلے چاندنی آئے

حسنؑ نے صلح کر کے آبروِ اسلام کی رکھ لی
جب آیا جنگ کا موقع حسینؑ ابن علیؑ آئے

حسنؑ کے دشمنوں کو یہ سزا ملنا ضروری ہے
بھرا ہو گھر میں سیم و زر تو ذہنی مفلسی آئے

مجھے تو مدح کے جادہ کی منزل تک پہنچنا ہے
خودی آئے مری تقدیم کو یا بے خودی آئے

بہارِ جاوداں ہر لفظ ہے اس مدحِ عظمیٰ کا
یہ ایسے گل نہیں جن پر پژمردگی آئے

مسلمانوں میں تھے اہلِ نظر بھی دیکھنے والے
کوئی بولا نبیؐ آئے کوئی بولا علیؑ آئے

ثناخواں ہوں گے بے گنتی جلوسِ حشر میں اس کے
خدایا اس سواری میں ہماری یاد بھی آئے

ہزاروں پھول کھل جائیں چمن زارِ عقیدت میں
نئی جنت بنے جب اس کے ہونٹوں پر ہنسی آئے

مخالف کج روی کے پھیر میں گم ہو گئے آخر
حسنؑ کی سمت جو آئے براہِ روشنی آئے

حسنؑ تو آچکے اب حکم حق آنے ہی والا ہے
علیؑ کے گھر میں تصویرِ پیمبر دوسری آئے

زیارت ہو مرے مولاؑ کی مجھ کو موت سے پہلے
خدا ایسا کرے اک دن غرورِ زندگی آئے

اُسے تھا انتظار ایسے مقدس گھر میں آنے کا
جہاں جبریلؑ حاضر ہوں جہاں قرآن بھی آئے

زبانیں روک لیں اپنی لسان اللہ کے دشمن
مزاجِ دوست میں ایسا نہ ہو پھر برہمی آئے

اسی اک سلسلہ کے واسطے پر نظمِ قدرت ہے
امامت ظاہری آئے رسالت معنوی آئے

رہے اے نجمؔ کیوں خالی صدارت بزمِ مدحت کی
ہمارے بعد کوئی اور قسمت کا دھنی آئے

O

منقبت

چار دن بھی نہ ملا آلِ نبیؐ کو آرام
سال بھر ہم کو رُلاتی ہے حدیثِ اسلام

غم ہی ہر دور میں ساتھی ہے علیؑ والوں کا
کبھی آجاتا ہے قسمت سے خوشی کا بھی پیام

اُم کلثومؑ کی تاریخِ ولادت ہے آج
آج کا دن ہے محبوں پہ خدا کا انعام

دوسری ثانیِ زہراؑ ہے بہ اوصافِ تمام
اُم کلثومؑ پہ واجب ہے درود اور سلام

○

عروس الکلام

تم تو ہوتے ہی نہ تھے آنکھ سے میری اوجھل
پھر مجھے دردِ جدائی سے کیا کیوں بیکل

تم کبھی تھے مرے کاشانۂ دل کی زینت
تم سے آباد جو تھا اب ہے وہ اُجڑا سا محل

قصرِ کسریٰ تمہیں عاشق کا سیہ خانہ تھا
بوریے کو مرے سمجھا کئے فرشِ مخمل

بزمِ جم سے بھی سوا تھی مری محفل کی بہار
تم تھے پہلو میں تو جنگل میں تھا مجھ کو منگل

مجھ کو یاد آتی ہیں رہ رہ کے پیاری باتیں
شوخیاں تھیں جو قیامت تو غضب تھی چھل بل

بے حجابانہ دکھایا کبھی روئے روشن
اور شرما کے کبھی لے لیا منہ پر آنچل

میری سوتی ہوئی تقدیر جگانے کے لئے
کبھی خلوت میں چلے آئے پہن کر چھاگل

اللہ اللہ کہ پہلے تھی وہ شورا شوری
اب یہ ہے بے نمکی زیست میں جس سے ہے خلل

آج بھولے سے بتاؤ تو کدھر آنکلے
وہ بہانے گئے کس سمت کدھر لیت و لعل

آج کیا اپنے تغافل سے پشیمان ہوئے — آج کیوں آئے ہو ڈالے ہوئے منہ پر آنچل
کس ادا سے یہ کہا اُس نے چڑھا کر تیوری — ہم کو بھاتی نہیں اک آنکھ یہ باتیں مہمل
جب سنے تجھ سے تو شکوہ کے شکایت کے کلام — نہ قصیدہ نہ رباعی نہ مخمس نہ غزل
بات سن غور سے اب چھوڑ بس ان قصوں کو — لازم انسان کو ہے دنیا میں کرے نیک عمل
عہدِ طفلی سے فن شعر کا ہے شوق تجھے — اور سمجھتا ہے کہ میں ہوں شعرا میں اکمل
تیری غفلت کی قسم کھائیے سچ ہے یہ اگر — ہے کہاں ہوش بھی ہے کچھ تجھے گمنامِ ازل
عرش سے فرش تک اس جشنِ مبارک کی ہے دھوم — آج کعبہ میں ہے میلادِ امامِ اول
سُن کے یہ مدحتِ مولیٰ کی ہوا چلنے لگی — مطلعِ صاف میں مضمون کے اُمڈے بادل
مدح ہے شیرِ خدا کی مجھے لکھنی منظور — اے قلم ہوش میں آ، ہوش میں آ ہاتھ سنبھل
کعبۃ اللہ میں اصنام گرے منہ کے بھل — بُت شکن آیا پڑی لات و ہبل میں ہلچل
منبر عرشِ عُلا تختِ امامِ اوّل — باغِ فردوسِ بریں چرخِ نہم شیش محل
خدمتِ نخلِ امامت سے یہ حاصل ہوا پھل — شاخِ طوبیٰ پہ بنا طائرِ سدرہ کا محل
اصل جس نخل کی ہے خاص خدا کے گھر میں — بارِ امامت کا اٹھائے ہوئے کوپل کوپل
وہ سلیمانؑ ہیں ہے یہ ابر بنا جن کی بساط — خیمہ ہے، چرخِ بریں آپ کا دَل بادل
وہ بہادر یہ دلاور ہے کہ جس کے آگے — جرأت رستم و بہمن کے فسانے ہیں زٹل
ہے اس کے لیے اتممت علیکم آیا — دین اُسی کی تو نیابت سے ہوا ہے اکمل
ایسا عالم کہ پڑھا علم نے جس کا کلمہ — ایسا استاد کہ شاگرد ہے عقلِ اوّل
جس سے بیعت کی امامت نے بھی خود ایسا امام — جس کی امداد کا محتاج رہا ہر مرسل
قاتلِ مرحب و غارت گر کفر و الحاد — اشجعِ ملکِ عرب فاتحِ صفین و جمل
ایسے دشمن ہوئے حضرت کے سب کہ روزِ غدیر — دیکھ کر نورِ بغل ہو گئے منہ زیرِ بغل
کون اس رتبہ کا ہے بعدِ رسولؐ الثقلین — جس کا ایک وار عبادت سے جہاں کی افضل
ہے اسی طرح ثلاثہ پہ علیؑ کی تفضیل — جس طرح تینوں کتابوں سے ہے قرآں افضل
اب کوئی مدحتِ حاضر میں رقم کر مطلع — کان میں آکے یہ فرما گئے عقلِ اوّل

ساقیا آج پلانے میں نہ کر لیت و لعل
کعبہ سے اُٹھ کے وہ میخانہ پہ جھومے بادل

آج میخوار کو میخانہ کی کنجی مل جائے
آج دیدے مرے قبضہ میں صراحی بوتل

ترے الطاف کا اے ابرِ کرم ہوں پیاسا
موج ایسی کبھی آجائے کہ بھر دے جل تھل

ہے یہ منظور فلک تک ترا شہرہ پہنچے
آج بھر جائے ثریا کی بھی خالی بوتل

آج زاہد کی بھی کچھ بدلی ہوئی ہے نیت
آج بچ کر نہ نکل جائے یہ نا کام ازل

ہو نہ ہو جام میں پابند تکلف ہی نہیں
ہو اگر حکم ترا منہ سے لگالوں بوتل

نشہ ہوجائے تو اس شان کا مطلع لکھوں
ہو گماں سب کو کہ ہے نادِ علی کی ہیکل

اے نصیری کے خدا عبدِ خداوندِ اجل
مظہر آیتِ حق نفسِ نبیؐ مرسل

دیکھ لیں تیرے فقیروں کو اگر اہلِ دول
بیچ دیں فقر کے بدلے میں امارت کے محل

تو ہی مختار ہے دوزخ کا تو ہی جنت کا
تیری عقبیٰ میں حکومت ترا دنیا میں عمل

آنکھ کھولی تو محمدؐ سے ہوئیں چار آنکھیں
نور خالق کا بنا آنکھ کا تیری کاجل

ماہ ہے چاندنی کا پھول ترے گلشن میں
مہر روشن ہے تری بزم کا ادنیٰ سا کنول

بہرہ ور ہوتی نہ اخلاق و ادب سے دنیا
جلوہ افروز نہ ہوتا جو ترا حُسنِ عمل

ہے یہ فیضِ قدمِ پاک سے زوروں پہ بہار
طعنہ زن خلد پہ ہوتا ہے نجف کا جنگل

تیرے انصاف کی دنیا میں نہ چلتی جو ہوا
قصۂ باز و کبوتر بھی نہ ہوتا فیصل

راہ بھولے ترا زائر جو اندھیرے کے سبب
ساتھ ہو مہرِ فلک شب کو جلا کر مشعل

تیری اُلفت میں جو ہوجائے بشر دیوانہ
اُس پہ سو جان سے قربان ہو عقلِ اوّل

تیری زلفوں کی سیاہی شبِ معراجِ رسولؐ
تیرے چہرے کی ضیا نورِ خداوندِ اجل

نجم ہے اک ترا ادنیٰ سا گدا یا مولا
ہے غنی دولتِ ایماں سے ہے یہ عیدِ اقل

اہلِ دنیا کو نہ لایا کبھی میں خاطر میں
کبھی بھولے سے نہ کی مدحت اربابِ دول

فیض آباد میں لے آیا ہے شوقِ مدحت
نظرِ لطف رہے بہر خداوندِ اجل

شرم خادم کی سخن فہموں کے آگے رہ جائے
چار پشتوں سے ہے مدّاح یہ گمنامِ ازل

چودھویں کا چاند

ہوئی مصروفِ راحت لیلیِ شب لے کے انگڑائی
خدیو ماہ ہارا شاہِ مشرق نے ظفر پائی

دکھائی صبحِ صادق نے جو اپنی شکل نورانی
صبا کچھ سامرہ سے آج اتراتی ہوئی آئی

نہیں ہیں بے سبب بے وجہ یہ اٹھکھیلیاں اس کی
غدیرِ خم کے رندوں کے لیے مژدہ کوئی لائی

عجب مژدہ ہے گوشِ ہوش سے اے سننے والے سُن
حقیقت کی نظر سے دیکھ او چشمِ تماشائی

جنابِ مہدئ دیں کا زمانہ میں قدم آیا
اُٹھیں تعظیم کی خاطر جو ہیں حضرت کے شیدائی

یہ وقتِ عیش ہے اے نجمؔ پڑھ وہ دھوم کا مطلع
کہ جس کو سُن کے بھولیں لن ترانی اپنی سوسائی

زمانہ میں جو نورِ حق کے آنے کی خبر پائی
کلیم اللہ نے جلوہ سے پہلے آنکھ جھپکائی

وہ آئے جن کا آنا تھا مناسب باغِ عالم میں
وہ آئے جن کے آنے سے زمانہ میں بہار آئی

نہیں آسان صورت دیکھ لینا چھپنے والوں کی
کسی کا جذبِ الفت ہے کسی کی جلوہ آرائی

مرے اُستادزادے آئے یہ روح الامیں بولے
ہمارے مقتدا آئے یہ عیسیٰ کی صدا آئی

شجاعت نے کہا فخرِ شجاعانِ جہاں آیا
سخاوت نے کہا اب چیز کیا ہے حاتمِ طائی

صدا یہ علم نے دی عالمِ علم نبیؐ آیا
صدا یہ حلم نے دی میں نے ان سے منزلت پائی

کہا یہ خضر نے خضرِ طریقت ہے یہی میرا
زمانہ کو تو میں نے اس نے مجھ کو راہ دکھلائی

کہا اعجاز نے اک اس کی ٹھوکر سنو اتمِ عیسیٰ
برابر ہو نہیں سکتے جو دکھلائے مسیحائی

کہا فتح و ظفر نے فتح کر لے گا یہ عالم کو
قیامت آئے گی اس شیر نے جب کی صف آرائی

کہا وحدت نے ہمسر کون ہے اس کا زمانہ میں
اسی بندہ سے ظاہر ہے خدا کی شانِ یکتائی

کہا انصاف نے نوشیرواں کو کیا لیاقت تھی
اسی کے فیض سے میں نے جہاں میں آبرو پائی

کہا یوسف نے سرتاجِ حسینانِ جہاں یہ ہے
تصدق ہے اسی کا میری رعنائی و زیبائی

جب ان کا عہد آیا پاؤں پھر کیا کفر کے جمتے
ہٹا تھرّا کے پیچھے رعب نے جب آنکھ دکھلائی

قدم جب آ کے چومے فتح و نصرت نے بہادر کے
تو خود اقبال نے اقبال کی اس کے قسم کھائی

فلک پر خوف سے خورشید تھراتا ہوا نکلا		جلالت دیکھ کر چکر میں آیا چرخِ مینائی
مشابہ دستِ حق سے ہاتھ دیکھا جب کہ حضرت کا		تڑپ کر تیغِ حیدرؑ میان سے باہر نکل آئی
فلک سے بھی اُدھر آوازۂ صلِ علیٰ پہنچے		تولاؔ کچھ حقیقت میں اگر ہے او تولائی
خوشی سے مجمع شیعوں کو مبارکباد دیتا ہے		حضورِ شاہ میں پھر عرض کرتا ہے یہ شیدائی
اُڑیں گی اب کہاں تک دھجیاں جیب وگریباں کی		کہاں تک مشغلے ڈھونڈھا کریں گے روز سودائی
کہاں تک ضبط اب صبر وتحمل ہو نہیں سکتا		تمنا ہی تمنا میں رہیں گے کیا تمنائی

کہیں ایسا نہ ہو مشتاق آنکھیں بند ہوجائیں
اُٹھادے اب حجابِ نور او محوِ خود آرائی

O

زمزمہ

پھر بہار آئی ہے ساقی لا چھلکتے جام دے		کب سے کرتا ہے طلب یہ رند مے آشام دے
آج مجھ کو کچھ نہیں اندیشۂ انجام دے		ہاں نہ کر اب پیش و پس لیکر خدا کا نام دے

کیوں نہ مصروفِ طرب ہوں عاشقانِ حیدریؑ
آج اُمت کی ملی شیرِ خدا کو افسری

آج ہر مومن کے چہرہ سے مسرت ہے عیاں		آج آپس میں گلے ملتے ہیں سب پیر و جواں
آسماں پر آج ہیں سارے فرشتے شادماں		آج دنیا میں نظر آتا ہے جنت کا سماں

کیوں نہ مصروفِ طرب ہوں عاشقانِ حیدریؑ
آج اُمت کی ملی شیرِ خدا کو افسری

آج بھائی کو کیا اپنا نبیؐ نے جانشیں   ہوگئے حکم خدا سے حاکمِ دنیا ودیں
دوست ہیں سب شاد وخرم جل رہے ہیں اہلِ کیں   پھر گئی ان کی دوہائی آسماں سے تا زمیں

کیوں نہ مصروفِ طرب ہوں عاشقانِ حیدریؑ
آج اُمت کی ملی شیرِ خدا کو افسری

آج اپنا جوش دکھلادے مری طبعِ رواں   کھینچ دے تصویرِ محفل تا کہ سب ہوں شادماں
سب کو آجائیں نظر منبر پہ شاہِ انس و جاں   لوگ بول اُٹھیں کہ کہتے ہیں اسے جادو بیاں

کیوں نہ مصروفِ طرب ہوں عاشقانِ حیدریؑ
آج اُمت کی ملی شیرِ خدا کو افسری

ہوگئے منبر پہ لو فخرِ دو عالم جلوہ گر   وہ اُٹھایا آپ نے بھائی کا بازو تھام کر
وقتِ خاموشی نہیں اے عاشقانِ پُر جگر   گونج جائے نعرۂ صلوٰۃ سے ہر دشت ودر

کیوں نہ مصروفِ طرب ہوں عاشقانِ حیدریؑ
آج اُمت کی ملی شیرِ خدا کو افسری

لو وہ حضرت کی سپیدیِ بغل ظاہر ہوئی   آگئی آواز کانوں میں رسولؐ اللہ کی
لو نبیؐ نے کردیا حیدرؑ کو آج اپنا وصی   لو وہ سن لو نوبتِ من کنت مولیٰ بج گئی

کیوں نہ مصروفِ طرب ہوں عاشقانِ حیدریؑ
آج اُمت کی ملی شیرِ خدا کو افسری

لو صدائیں وہ مبارکباد کی آنے لگیں   لو وہ آوازیں فلک سے جاکے ٹکرانے لگیں
نذر کو جنت سے حوریں کشتیاں لانے لگیں   بلبلیں بھی یہ ترانہ باغ میں گانے لگیں

کیوں نہ مصروفِ طرب ہوں عاشقانِ حیدریؑ
آج اُمت کی ملی شیرِ خدا کو افسری

آسماں نے اپنے سب اختر نچھاور کردیے   پیشِ حضرت ہدیۂ دریا نے موتی دھر دیے
شاعروں نے جب قصیدے نذر سرتا سر دیے   شہؑ نے ایک ایک بیت پر جنت میں سو سو گھر دیے

کیوں نہ مصروفِ طرب ہوں عاشقانِ حیدریؑ
آج اُمت کی ملی شیرِ خدا کو افسری

جز ائمہ یہ نہیں کرتا کسی کی بھی ثنا   جھوم کر اپنا قصیدہ پڑھ رہا ہے برملا
نجم بھی لے گا مقرر اپنے آقا سے صلا   تم بھی ہاں اے اہلِ محفل جوش میں کہہ دو ذرا

کیوں نہ مصروفِ طرب ہوں عاشقانِ حیدریؑ
آج اُمت کی ملی شیرِ خدا کو افسری

منقبت

منصور ہوا تختِ خلافت پہ جو قابض   کچھ اور بھی مضبوط ہوئی ظلم کی بنیاد
غیروں کی حکومت تھی مدینہ پہ نبیؐ کے   اک گوشہ میں اولادِ پیمبرؐ بھی تھی آباد
اس شان سے سادات کا اک قافلہ نکلا   تاریخ کے صفحات پہ لکھی گئی روداد
اونٹوں پہ مقید حسنِ پاک کے فرزند   زنجیروں میں جکڑی ہوئی معصوم کی اولاد
زلفوں میں وہ نکہت کہ مدینہ کو نہ بھولی   شکلوں کی یہ صورت کہ حسینوں کو رہیں یاد
سجدوں کی موالات سے پیشانیاں روشن   روزوں کی مدارات سے لاغر تن ناشاد
قرآں کی تلاوت سے ہر اک لفظ میں تاثیر   حق گوئی کی قوت سے اسیری میں بھی آزاد
کردار کے انداز کی چہروں پہ جلالت   فطرت میں پیمبرؐ کی طرح حلمِ خدا داد
اخلاق کی تکمیل سے انسان مکمل   اجداد کے اوصاف سے سرمایۂ اجداد
دینے انہیں تسکین چلے حضرتِ صادقؑ   بے چین ہوئے سن کے جو معصوم یہ روداد
فرماتے تھے انصار نے پورا نہ کیا عہد   کیا قول پیمبرؐ کو دیا تھا نہ رہا یاد

یہ حال مدینہ میں ہو اولادِ نبیؐ کا　　اور شہر میں موجود ہو انصار کی اولاد
مجبور قضا و قدر انسان ہے ورنہ　　واللہ مرے دل میں بھی تھی حسرتِ امداد
یہ کہہ کے بڑھے عمِ مکرم کی طرف آپ　　چاہا کوئی تسکین کا کلمہ کریں ارشاد
اک فوج کے سرہنگ نے معصوم کو روکا　　سختی سے ہوا صرف سخن بانیِ بیداد
خاموش پھرا گھر کی طرف حجتِ خالق　　ناشاد کو ظالم نے کیا اور بھی ناشاد
جنبش ہوئی اک بار اُدھر قہر خدا کو　　کچھ دور گیا تھا نہ ابھی فوج کا جلاد

اک لمحہ میں بے جان ہوا اونٹ سے گر کر
با آلِ نبیؐ ہر کہ در افتاد بر افتاد

O

منقبت

محوِ طاعت تھے حضرتِ صادقؑ　　ہو رہے تھے خدا سے راز و نیاز
تھی ضیا بار مسجدِ نبویؐ　　حجتِ عصر پڑھ رہے تھے نماز
اک مسافر تھا خوابِ غفلت میں　　صحنِ مسجد میں ایک سمت دراز
نیند سے یک بیک جو آنکھ کھلی　　وہم تھا فہم میں خلل انداز
شک ہوا یہ کہ میرا زادِ سفر　　چل دیا لے کے کوئی دست دراز
دیکھ کر محوِ طاعت خالق　　آیا نزدیک افتخارِ حجاز
بولا حضرتؑ سے میرا کیسۂ زر　　آپ ہی نے لیا ہے بندہ نواز
شرفِ معرفت نہ تھا حاصل　　چھان ڈالے تھے کو عراق و حجاز
نا شناسِ مدارجِ سرکار　　جب کہ سمجھانے سے نہ آیا باز
لایا بیت الشرف میں ساتھ اُسے　　دودمانِ نبیؐ کا مایۂ ناز

دے دیا ایک کیسۂ پُر زر کہ سخاوت میں تھا یہ گھر ممتاز
اپنی جائے قیام پر آیا جب وہ کیسہ لیے بہ فخر و ناز
دیکھا رکھا ہے اپنا کیسۂ زر شرم سے رنگِ رُخ نے کی پرواز
اُلٹے قدموں پھرا لیے کیسہ تاکہ واپس کرے بہ عجز و نیاز
سُن کے سب حال اُس مسافر سے یوں ہوا دُرفشاں وہ فخرِ حجاز
اہلِ بیتِ رسولؐ ہیں ہم لوگ ہم میں سب ہیں رسولؐ کے انداز
دے چکے جو وہ پھر نہیں لیتے جانتے ہیں اِسے عراق و حجاز

ہم ہیں ابرِکرم زمانے میں
قطرہ از ما بما نہ گردد باز

○

شاعر

عجب یہ دور ہے شاعر کی زندگی کے لیے بنے ہوئے ہیں اکھاڑے سخن وری کے لیے
رکھا تھا دوش پہ قدرت نے سرای کے لیے تلاش ہوتے ہیں موضوع سرکشی کے لیے
غزل کی حد میں بھی جائز یہ جوڑ توڑ نہیں شعورِ مدح اور آپس میں دشمنی کے لیے
ہر ایک اپنے کو استادِ فن سمجھتا ہے یہاں جگہ ہے نہ عرفیؔ نہ انوریؔ کے لیے
جہاں ہو پیشِ نظر اپنے مرتبہ کا سوال وہاں خلوص کہاں مدح گستری کے لیے
یہ ایک فرض ہے شاعر ہو یا مقرر ہو دلیل نازش و سازش نہیں کسی کے لیے

بنائے مدح پہ جنگ وجدل ہو اپنوں میں — مقام شرم ہے ایسی سخن وری کے لیے

ستم یہ ہے کہ جو فکرِ سخن سے ہیں محروم — وہ رعب اپنا جماتے ہیں برتری کے لیے

کسے خبر تھی کہ آئے گا اپنے ہی ہاتھوں — یہ وقت ملتِ مظلوم جعفری کے لیے

خلوصِ دل بھی ضروری ہے فکرِ مدح کے ساتھ — جلاؤ شمع اندھیرے میں روشنی کے لیے

نماز و روزہ بھی واجب ہیں ان کے ساتھ مگر — چنا گیا ہے ہمیں مدحتِ علیؑ کے لیے

کیا وہ مطلعِ نو فکر نے سپردِ قلم — جو اک ثبوت ہے ایمان و آگہی کے لیے

کُھلی ہے راہِ مودت کی ہر کسی کے لیے — اگر ہے دل شۂ مرداں کی پیروی کے لیے

مجھے علیؑ کی محبت نے سر شناس کیا — چراغ عرش سے لایا ہوں روشنی کے لیے

وہ زمزمے کی ہو محفل کہ ہمہمے کی فضا — ملا ہے نطق زباں کو علیؑ علیؑ کے لیے

مقام مدح میں سودا ہوں یا وہ انشا ہوں — ہر ایک وقف رہا مدح گستری کے لیے

فصیح و میر و منیر اور آتش و ناسخ — شرف ملا انہیں مدحت کی زندگی کے لیے

ذرا اندھیرا سا دیکھا جو بزمِ مدحت میں
انیس اور دبیر آئے روشنی کے لیے